عمران سیریز
ایزی مشن
مظہر کلیم ایم اے

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ------- اشرف قریشی
---------- یوسف قریشی
پرنٹر ------- محمد یونس
طابع ------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------- -/40 روپے

چند باتیں

معزز قارئین! السلام مسنون!

نیا ناول "ایزی مشن" پیش خدمت ہے۔ یہ ایک ایسے مشن کی کہانی ہے جسے عمران نے بھی آسان قرار دے دیا اور ایکریمیا کی ریڈ ایجنسی کے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ کارٹر نے بھی۔ لیکن جب یہ مشن اختتام کو پہنچا تب دونوں ہی لفظ "آسان" کو لغت سے ہی خارج کرنے کے درپے ہو گئے ——— کیوں ——— ؟ اس کی تفصیل تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہوگی۔ لیکن ناول پڑھنے سے پہلے مجھے ملنے والے خطوط میں سے چند کے اقتباسات پیش کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ بھی ناول سے زیادہ نہیں تو کم دلچسپ بھی نہیں ہوتے۔

کسی نامعلوم جگہ سے بیس قدردان بھائیوں کا مشترکہ خط ملا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ناول "گریٹ فائٹ" واقعی گریٹ ——— ثابت ہوا ہے لیکن جب پرمود نے عمران سے شکست کھائی تو ہمیں دکھ ضرور ہوا۔

ان بیس قدردان بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ دو عظیم کرداروں کے درمیان مقابلے کا فیصلہ فرسٹ راؤنڈ میں ہی نہیں ہو جاتا۔ اور گریٹ فائٹ ان کے درمیان ہونے والا پہلا راؤنڈ تھا۔ اس لئے خاطر جمع رکھیئے۔ پرمود اور عمران ایک سو بچاسویں ناول میں ایک بار پھر مقابلے پر آ رہے ہیں اور اس بار کرنل فریدی بھی اس مقابلے میں شامل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دوسرا راؤنڈ پہلے سے بھی زیادہ دلچسپ اور نتیجہ خیز رہے گا۔

گورنمنٹ کمرشل کالج علی پور سے خواجہ منظر رضا لکھتے ہیں۔ "عمران اپنے والد کے

مفادات کے مقابلے میں اپنے مفاد کو عزیز جانتا ہے اس لیے اس خود غرض کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی بھی کارنامہ ہو، انٹیلی جنس کی بجائے سیکرٹ سروس کے ہاتھوں انجام پائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے سر رحمان کو بیحد گرایا ہوا ہے نہ صرف اس کے اپنے بیٹے کے مقابلے میں بلکہ اس کے بیٹے کے ملازموں کے مقابلے میں بھی۔ سلیمان، جوزف، بلیک زیرو سب عمران کی اصل حقیقت جانتے ہیں جبکہ سر رحمان سے یہ حقیقت چھپائی گئی ہے۔ آخر کیوں ——— ؟ کیا آپ سر رحمان کو اس قدر گھٹیا سمجھتے ہیں کہ وہ یہ راز صیغہ راز میں نہ رکھ سکیں گے"۔

خواجہ منظر رضا صاحب! آپ کے قابل قدر جذبات پر مجھے بیحد مسرت ہوئی ہے۔ شکر ہے کوئی تو سعادتمند سر رحمان کی حمایت میں سامنے آیا۔ کاش! عمران بھی آپ کی طرح سعادتمند ہوتا۔ لیکن کیا کیا جائے "ایں سعادت بزور بازو نیست"۔ ویسے فکر نہ کریں عمران جب سر رحمان والی سٹیج پر پہنچے گا تو اس کا بیٹا یقیناً اپنے دادا کے سارے بدلے چکا دیگا۔

اقبال روڈ راولپنڈی سے جمیل شہزاد، ندیم اور طارق تین بھائیوں نے اپنے خط میں "فاول پلے" کی تعریف لکھنے کے ساتھ ساتھ لکھا ہے کہ کرنل فریدی مسلمان ہے تو اُسے کسی مسلمان ملک کا جاسوس دکھائیں کیونکہ ایک عظیم مسلمان کردار کسی اسلامی ملک میں اسلام دشمنوں کے خلاف کام کرتا اچھا لگتا ہے"۔

جمیل شہزاد برادران کی خدمت میں یہی عرض کر سکتا ہوں کہ میرے کہنے پر تو کرنل فریدی اپنا ملک چھوڑنے پر تیار نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ شاید آپ کی بات مان کر وہ ہجرت کر کے پاکیشیا آجائے۔ لیکن ایک نیام میں دو تلواروں والا معاملہ بن جائے گا اور تلواریں بھی دونوں ہی تیز ——— اب مزید کیا عرض کر دوں۔ ویسے آپ کے جذبات قابل قدر ہیں۔

ملتان سے شہزاد شاہد لکھتے ہیں "آپ عمران کو سمجھائیں کہ وہ جولیا کا دل نہ دُکھایا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اس کی مخلوق کا دل دُکھاتے ہیں"۔

جی بہتر! سمجھا دوں گا۔ لیکن عمران کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ وہ دوسروں کی بات ذرا کم ہی سمجھتا ہے اُلٹا انہیں سمجھانا شروع کر دیتا ہے۔ بہرحال کوشش تو فرض ہے ضرور کروں گا۔ بے فکر رہیں۔

عمر نواز ارشد عرف یو۔ این۔ اے گاؤں لتمبر صوبہ سرحد سے لکھتے ہیں "آپ نے سلیمان کو صرف باورچی کا کام سونپا ہوا ہے ایک آدمی جو سیکرٹ سروس کے ایسے راز سے واقف ہو جو ساری دنیا کو معلوم نہیں ہے اس سے آپ کو کام لینا چاہیئے براہ کرم اس سے ایسا کارنامہ سرانجام دلوائیں کہ عمران ہاتھ ملتا رہ جائے"۔

یو۔ این۔ اے صاحب! آپ جانتے تو ہیں کہ سلیمان آجکل مقوی حریرے پکا پکا کر کھلانے میں مصروف ہے اور اب باتوں کی حد تک تو وہ بعض اوقات عمران کے بھی کان کاٹ لیتا ہے۔ ذرا انتظار کیجیئے سلیمان کو کچھ اور کھا پی لینے دیجیئے تاکہ جب وہ میدان میں کودے تو پھر آپ کو یہ شکایت نہ ہو کہ پہلے ہی مقابلے میں وہ ہانڈی چولہا چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

اے ایس انصاری لاہور سے لکھتے ہیں "آپ اپنی اس کتاب کا نام تو بتائیں جس میں علی عمران ایکسٹو بنا۔ تاکہ مجھے بھی معلوم ہو سکے کہ عمران آخر کس طرح ایکسٹو بن گیا"۔

انصاری صاحب! یہ باتیں کتابوں میں نہیں لکھی جاتیں ورنہ ایک ایکسٹو تو کسی سے سنبھالا نہیں جاتا۔ آپ کو کون سنبھالے گا۔

ملٹری کالج جہلم سے اشتیاق صاحب لکھتے ہیں "شاید آپ کو یاد ہو کہ آج سے تقریباً پانچ سال پہلے میں نے آپکو خط لکھا تھا کہ میں آپ سے قلمی دوستی کرنا چاہتا ہوں اور آپ نے مشورہ دیا تھا کہ پہلے اپنی تعلیم پر پوری توجہ دو۔ تو میں نے آپ کے مشورے

پر عمل کرتے ہوئے دن رات محنت کی اور اب میں ملٹری کالج کے لئے منتخب ہو گیا ہوں اب تو آپ مجھ سے قلمی دوستی کر لیں"۔

اشتیاق صاحب! آپ کا خط پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی ہے میری طرف سے ملٹری کالج میں منتخب ہونے پر مبارکباد قبول کیجئے۔ لیکن برادرم! اب آپ کو اور محنت کرنی ہے تاکہ آپ اپنے انتخاب پر پورے اتریں جہاں تک قلمی دوستی کا تعلق ہے تو آپ قلمی ہی کیا میرے دلی دوست ہیں آپ جیسے محنتی نوجوانوں سے دلی دوستی میرے لئے باعث فخر ہے۔

سعید الزماں زاہد لائٹ انسپکٹر میونسپل کمیٹی میانچنوں (خانیوال) سے لکھتے ہیں۔ مجرموں میں سے بھی ایک عمران پیدا ہونا چاہیئے تاکہ جاسوس عمران اور مجرم عمران کے درمیان احمقانہ حرکتوں، دلچسپ باتوں اور بہترین صلاحیتوں کا مقابلہ ہو سکے"۔

سعید الزماں صاحب! بقول آپ کے ابھی تو مجرم عمران پیدا ہی نہیں ہوا اس لئے پہلے پیدائش کا انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر اس کے جوان ہونے کا۔ اور جب وہ جوان ہو گا تو یقیناً جاسوس عمران اس وقت تک جاسوسی چھوڑ کر کسی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہی ملے گا اور ان حالات میں مقابلہ کیسے ہو گا۔ یہ آپ سوچ لیں۔

محمد اعظم گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں "آپ اگر عمران کی شادی نہیں کرا سکتے تو کم از کم عمران کی بہن ثریا کی شادی تو کرا دیں اس بیچاری کو عمران کے ساتھ کیوں سزا دی جا رہی ہے یقیناً اس کی شادی میرے لئے ایک خوشگوار واقعہ ہو گا"۔

اعظم صاحب! دراصل سارا کام عمران نے خراب کیا ہوا ہے ایک تو وہ ثریا کا بڑا بھائی ہے اور دوسرا ثریا کی شادی ہوتے ہی وہ اس کے شوہر کا سالا بن جائیگا۔ اب کس میں جرأت ہے عمران جیسے سالے کو برداشت کرنے کی۔ اگر آپ میں جرات ہو تو بتایئے۔ لیکن جس کا سالا عمران بن جائے اسکے لئے یہ واقعہ خوشگوار بھی ثابت ہو گا؟ یہ آپ سوچ لیجیے۔

والسلام :- مظہر کلیم ایم اے

ھیلی کاپٹر کی رفتار معمول سے زیادہ تیز تھی۔ پائیلٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا نوجوان آنکھوں سے دوربین لگائے نیچے دیکھنے میں مصروف تھا نیچے اونچی نیچی پہاڑیوں کے درمیان گزرتی ہوئی ایک پتلی سی سڑک پر اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ ہیلی کاپٹر اس سڑک کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ سڑک پر مختلف قسم کی گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ جن میں کاروں کے علاوہ ویگنیں، جیپیں اور بسیں بھی شامل تھیں۔

"اوہ — شاید یہ سرخ رنگ کی کار ہی ہماری مطلوبہ کار ہے — پائیلٹ ہیلی کاپٹر نیچے کرو۔ مجھے اس کی نمبر پلیٹ چیک کرنی ہے"۔ نوجوان نے اچانک چونک کر کہا۔ لیکن اس کا رخ مسلسل نیچے سڑک کی طرف ہی تھا۔

"یس سر ——" ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے مودبانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار کم کرنے کے

ساتھ ساتھ اس کی بلندی بھی کم کرنی شروع کر دی۔

"ہاں ۔۔۔ یہ دیکھا ہے ۔۔۔ بالکل وہی ہے ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔اسی رفتار پہ چلتے رہو" ۔۔۔ نوجوان نے تیز لہجے میں کہا اور ہیلی کاپٹر پائلٹ نے سر ہلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ ویسے اب اس نے بھی وہ سرخ رنگ کی بڑی سی کار سڑک پر دوڑتے ہوئے چیک کر لی تھی ۔ اس کار کے آگے پیچھے بھی دو کاریں مسلسل دوڑ رہی تھیں۔

"اوہ ۔۔۔ یہ بائیں طرف مڑ گئی ہے" ۔۔۔ اچانک نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"یس سر ۔۔۔ میں نے دیکھ لی ہے" ۔۔۔ پائلٹ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کی سمت بدلی۔

سرخ رنگ کی کار اب ایک اور پتلی سی تنگ سی سڑک پر دوڑ رہی تھی ۔لیکن اس سڑک پر ٹریفک موجود نہ تھا۔ صرف تین کاریں تھیں ۔ درمیان میں سرخ رنگ کی کار تھی جبکہ اس کے آگے پیچھے چلتی ہوئی کاریں بھی بدستور وہی تھیں۔

"تم اسے نگاہ میں رکھنا۔ میں باس سے بات کر لوں" ۔۔۔ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے دوربین کو آنکھوں سے ہٹا کر کہا ۔ اور پائلٹ کے سر ہلانے پر نوجوان نے جلدی سے جیب میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس کی سائیڈ میں موجود ایریل کو باہر کھینچ کر اس نے اس کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔

"ہیلو ۔۔۔ ہیلو ۔۔۔ تھرٹی ون کالنگ چیف باس ۔ اوور"

نوجوان نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"یس ۔۔۔ چیف باس اٹنڈنگ ۔۔۔ اوور" ڈبے میں سے ایک بھاری سی آواز برآمد ہوئی۔

"سر ۔۔۔ میں نے مطلوبہ کار چیک کر لی ہے ۔ یہ ناگ پہاڑی کی طرف جانے والی سڑک کی طرف جا رہی ہے ۔۔۔ اس کے آگے پیچھے دو کاریں اور ہیں ۔۔۔ اوور" نوجوان نے کہا۔

"نمبر پلیٹ چیک کی ۔۔۔ اوور" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"یس باس ۔۔۔ وہی نمبر پلیٹ ہے ۔۔۔ اوور" نوجوان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اسے بم سے اڑا دو ۔۔۔ اور خیال رکھنا کوئی آدمی زندہ نہ بچنے پائے ۔۔۔ اوور" چیف باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس ۔۔۔ اوور" نوجوان نے کہا۔

"مجھے فوری رپورٹ کرنا ۔۔۔ اوور اینڈ آل" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ڈبے میں سے نکلتی ہوئی آواز بند ہو گئی۔

نوجوان نے جلدی سے بٹن آف کیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے پچھلی سیٹ پر رکھی ہوئی ایک گن اٹھالی۔ یہ چوڑے دستے والی چھوٹی بیکن کافی چوڑی نال کی گن تھی۔ جس کے ساتھ دوربین بھی فکس تھی۔

"ہیلی کاپٹر کو ان سے آگے لیجا کر واپس لے آؤ اور اسکی

بلندی بالکل کم کر دو" نوجوان نے گن اٹھا کر پائلٹ سے کہا اور
پائلٹ نے سر ہلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی رفتار یکلخت تیز کر دی۔
چند لمحوں بعد وہ سڑک پر دوڑتی ہوئی کاروں سے کافی آگے
بڑھ گیا۔ نوجوان نے گن کاندھے سے لگائی اور دوربین سے نیچے
دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کافی دور جا کر پلٹا اور پھر دور سے سڑک پر
دوڑتی ہوئی وہ تینوں کاریں نظر آنے لگیں۔

"ذرا سا اور نیچے کرو" ——— نوجوان نے کہا اور پائلٹ نے
ہیلی کاپٹر کی رفتار کم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بلندی بھی کم
کر دی۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے آگے بڑھا جا رہا تھا۔ نوجوان دوربین میں
سڑک پر دوڑتی ہوئی سرخ رنگ کی کار کو ٹارگٹ پر لے آ رہا تھا پہاڑی
ہونے کے باوجود جس جگہ کاریں دوڑ رہی تھیں وہاں سڑک کافی
فاصلے تک بالکل سیدھی چلی گئی تھی۔

نوجوان کی نظریں دوربین پر جمی ہوئی تھیں۔ اور پھر جیسے ہی
سرخ رنگ کی کار ٹارگٹ میں آئی نوجوان نے سانس روکتے ہوئے
ٹریگر دبا دیا۔ گن کو ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کی چوڑی لیکن چھوٹی
نال میں سے ایک کیپسول نما میزائل نکلا اور دوسرے لمحے سرخ
رنگ کی کار سے جا ٹکرایا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور سرخ رنگ
کی کار کے پرزے فضا میں بکھر گئے۔ اس کے پیچھے آنے والی کار
بھی قلابازیاں کھاتی ہوئی گہرائی میں گرتی چلی گئی۔ جبکہ آگے جانے
والی کار بچ گئی تھی۔

"نکل چلو" ——— نوجوان نے سرخ رنگ کی کار کے تباہ ہوتے

ہی چیخ کر کہا اور پائلٹ نے یکلخت ہیلی کاپٹر کو فضا میں افقی طور پر
بلند کیا اور اس کے ساتھ ہی رفتار یکلخت تیز کر دی۔ چند لمحوں میں
ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کے اوپر سے گزرتا ہوا ساحل سمندر کے ساتھ
پھیلے ہوئے وسیع و عریض شہر کے اوپر پرواز کرتا ہوا آگے بڑھتا
چلا گیا۔

"کمال ہے صاحب ——— آپ کا نشانہ واقعی شاندار ہے"۔
پائلٹ نے داد دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں ——— یہ میرے لئے معمولی بات تھی" نوجوان نے
مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس نے جیب سے وہی ڈبہ نکال کر
اس کا ایریل کھینچا اور بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ——— تھرٹی ون کالنگ ——— اوور" نوجوان نے کہا۔

"یس ——— چیف باس اٹنڈنگ ——— رپورٹ دو ——— اوور"
دوسری طرف سے وہی بھاری سی آواز سنائی دی۔

"وکٹری باس ——— وہ کار تباہ ہو گئی ہے ——— اوور"
نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی زندہ تو نہیں بچا ——— اوور" چیف باس نے پوچھا۔

"نو سر ——— کار کے پرزے فضا میں بکھر گئے ہیں ——— اوور"
نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"گڈ ——— اب تم پوائنٹ فور پر رپورٹ کرو ——— اوور اینڈ
آل" چیف باس نے کہا اور نوجوان نے ٹرانسمیٹر آف کر کے واپس
جیب میں ڈال لیا۔

"مجھے پوائنٹ فور پر چھوڑ دو"۔ نوجوان نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر" ــــ پائلٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کی سمت کو ذرا سا بدل دیا۔

نوجوان بڑے مطمئن انداز میں سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر فتح اور کامیابی کی چمک نمایاں تھی۔

"سر ــــ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھوں"۔ پائلٹ نے اچانک پوچھا۔

"بات ــــ کیا بات ہے ــــ پوچھو"۔ نوجوان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ کا نمبر تو تھرٹی ون ہے لیکن آپ چیف باس سے براہِ راست بات کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ سوائے سپیشل ایجنٹوں کے چیف باس سے براہِ راست کسی کا رابطہ نہیں ہو سکتا" پائلٹ نے کہا اور نوجوان بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا یہ نمبر صرف اس مشن کے لئے مخصوص تھا۔ سمجھے"۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ اچھا ــــ سمجھ گیا۔ آپ بھی سپیشل ایجنٹ ہیں۔ ویری گڈ ــــ" پائلٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ میں سپیشل ایجنٹ ہوں بلکہ شاید تمہیں یقین نہ آئے میں سپیشل ایجنٹ ون ہوں"۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ ــــ سپیشل ایجنٹ نمبر ون ــــ اوہ تو کیا آپ ہی

وہی صاحب ہیں جن کی دھوم پوری ایجنسی میں ہے۔ اوہ ــــ مجھے بڑا شوق تھا آپ کو دیکھنے کا۔ ویری گڈ ــــ لیکن جناب میرا تصور یہ تھا کہ آپ کی عمر خاصی زیادہ ہوگی۔ لیکن آپ تو نوجوان ہیں"

پائلٹ کے لہجے میں واقعی عقیدت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اور نوجوان قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ہاں ــــ نمبر سے تو شاید سب کا یہی اندازہ ہو"۔ نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب سے پہلے مجھے آپ کے نشانے پر حیرت تھی لیکن اب نہیں ہے ــــ آپ کا نام کارٹر ہے ناں۔ یہی نام مشہور ہے نمبر ون کا"۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو ایک بہت اونچی عمارت کی فراخ چھت پر اتارتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ میرا نام کارٹر ہی ہے ــــ اور سنو اگر تمہیں کبھی کوئی مشکل پیش آ جائے تو مجھے بتانا۔ تم اچھے آدمی ہو"۔ کارٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر صاحب آپ سے ملاقات کیسے ہوگی"۔ پائلٹ نے چھت پر بنی ہوئی مخصوص جگہ پر ہیلی کاپٹر اتارتے ہوئے کہا۔

"چار بار زیرو گھما دینا مجھے پیغام مل جائے گا ــــ تمہارا نام؟" کارٹر نے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"میرا نام جمی ہے جناب ــــ میرا تعلق بی ڈویژن سے ہے"۔ پائلٹ نے جلدی سے جواب دیا۔

"او کے ــــ گڈ بائی"۔ نوجوان نے کہا اور تیزی سے سیڑھیوں

کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں بلند ہو گیا
سیڑھیاں اتر کر کارٹر راہداری میں آیا۔ اور پھر اس راہداری میں
موجود لفٹ کے ذریعے وہ چند لمحوں میں نیچے دوسری منزل پر پہنچ گیا۔
یہ پوری بلڈنگ کمرشل تھی اور یہاں بین الاقوامی کاروباری اداروں کے
دفاتر تھے۔

کارٹر ایک دروازے میں داخل ہوا جس کے باہر جیمز ٹریڈنگ
کارپوریشن کی پلیٹ نصب تھی۔ دفتر میں اس وقت بے شمار افراد بیٹھے
کام کر رہے تھے۔ لیکن کارٹر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کونے میں بنے ہوئے
کیبن کی طرف بڑھ گیا۔

یہ کیبن اندھے شیشے کا بنا ہوا تھا۔ کیبن کے دروازے پر اسسٹنٹ
مینیجر کارٹر کی تختی لگی ہوئی تھی اور کیبن سے باہر ایک کاؤنٹر کے پیچھے
ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی۔

"آپ آ گئے سر" ـــــ لڑکی نے کارٹر کے قریب پہنچتے ہی احتراماً
کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ـــــ کوئی پرابلم ہے کیا" ـــــ کارٹر نے کاؤنٹر کے قریب
رکتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نو سر ـــــ ایک کال آئی تھی سر گراہم وڈ کی طرف سے ـــــ
میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ آپ ضروری میٹنگ میں ہیں۔ ان کا پیغام
ہے کہ آپ جب فارغ ہوں تو انہیں فون کر لیں" لڑکی نے بڑے
مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے ـــــ تھینک یو" کارٹر نے کہا اور کیبن کا دروازہ

کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کیبن دفتر کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ فرنیچر
بے حد اعلیٰ اور عمدہ تھا۔

کارٹر ایک طویل سانس لیتا ہوا بڑی میز کے پیچھے موونگ چیئر پر
بیٹھا اور پھر اس نے سامنے رکھے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ لیکن
رسیور اٹھانے سے پہلے اس نے فون سیٹ کے نیچے لگا ہوا ایک
سفید رنگ کا بٹن دبا دیا۔ اس طرح فون ڈائریکٹ ہو جاتا تھا۔ رسیور
اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ـــــ گراہم ہاؤس" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری
طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کارٹر بول رہا ہوں جیمز ٹریڈنگ کارپوریشن سے ـــــ لارڈ
گراہم وڈ سے بات کراؤ" کارٹر نے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــــ ہولڈ آن کیجئے"۔ دوسری طرف سے مودبانہ
انداز میں کہا گیا۔

"ہیلو ـــــ گراہم بول رہا ہوں" دوسری طرف سے بھاری
لیکن لہجے کے لحاظ سے خاصی کرخت آواز سنائی دی۔

"کارٹر بول رہا ہوں ـــــ آپ نے کال کیا تھا" کارٹر نے
بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یس ـــــ وہ دراصل مارگریٹ تمہیں شام کے کھانے پر
بلانا چاہتی تھی۔ اس کے کچھ مہمان کسی غیر ملک سے آئے ہوئے
ہیں۔ وہ انہیں لے کر شاپنگ کے لئے گئی ہے۔ اس لئے وہ
میرے ذمہ یہ ڈیوٹی لگا گئی تھی۔ اُسے سیکرٹری پر اعتبار نہیں ہے

تم جانتے تو ہو اس کی عادت "۔ لارڈ گراہم نے اس بار نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ——— آپ کو تکلیف ہوئی ——— میں پہنچ جاؤں گا"۔ کارٹر نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"او کے "——— دوسری طرف سے کہا گیا اور کارٹر نے مسکراتے ہوئے رلیسیور رکھ دیا۔

مارگریٹ اس کی منگیتر تھی۔ وہ لارڈ گراہم کی اکلوتی بیٹی تھی لیکن لارڈ گراہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ میری بیٹی ریڈ ایجنسی کی ایجنٹ ہے وہ اسے عام سی کھلنڈری لڑکی سمجھتے تھے۔ لیکن اب کارٹر سوچ رہا تھا کہ یہ غیر ملکی مہمان کون ہو سکتے ہیں۔ لیکن پھر اس نے کندھے جھٹکے کہ شام کو معلوم تو ہو ہی جائے گا۔ چنانچہ اس نے میز پر رکھی ہوئی ڈاک اپنی طرف کھسکا لی۔ تاکہ دفتر کا کام شام تک نپٹا لے۔ اسکی عادت تھی کہ وہ دفتر کا کام باقاعدگی سے کیا کرتا تھا۔ حالانکہ اس کا یہ عہدہ صرف نمائشی تھا لیکن اسے کام کرنے میں لطف آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج تک کسی کو یہ شک نہ پڑ سکا تھا کہ کارٹر صرف نمائشی طور پر اسسٹنٹ منیجر ہے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض نے جیپ عمران کے فلیٹ کے سامنے روکی اور پھر ڈرائیور کو انتظار کرنے کا کہہ کر وہ جیپ سے اترا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ وہ اس وقت یونیفارم میں تھا۔ فلیٹ کا دروازہ روٹین کے مطابق بند تھا۔ فیاض نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سلیمان کی شکل نظر آئی۔

"عمران صاحب آرام کر رہے ہیں"۔ سلیمان نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"آرام اور عمران ——— یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ اس لئے مجھے تمہاری اس بات پر یقین نہیں آسکتا۔" فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔ اور سلیمان کو ایک طرف دھکیلتا ہوا تیزی سے راہداری میں داخل ہو کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"کون ہے سلیمان" ——— اچانک عمران کی آواز اسے ڈرائنگ روم سے ملحقہ بیڈروم سے سنائی دی اور فیاض اس طرف بڑھ گیا۔

بیڈروم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور بستر پر عمران کمبل اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا تھا

"ارے واقعی ——— تم تو آرام کر رہے ہو۔ یہ آج سورج مغرب سے کیسے طلوع ہو گیا" فیاض نے اندر داخل ہوتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بیچارہ میری طرح مشرق سے نکلتے نکلتے اُکتا گیا ہو گا۔ آؤ بیٹھو۔ آج تو فل یونیفارم میں ہو ——— خیریت ہے کہیں ہتھکڑی تو ساتھ نہیں لے آئے" عمران نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی آرام کر رہے ہو یا تمہارا یہاں لیٹنے میں بھی کوئی چکر ہے"؟ فیاض نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ساتھ پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اب بوڑھا ہو گیا ہوں ——— ذرا سا کام کر کے تھک جاتا ہوں آج پانی والی موٹر خراب تھی۔ ٹینکی خالی تھی۔ چنانچہ نیچے سرکاری نل سے چار پانچ سو بالٹی پانی بھر کر ٹینکی میں ڈالنا پڑا۔ بس اتنے سے کام سے تھکاوٹ ہو گئی" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چار پانچ سو بالٹی پانی ——— لیکن یہ سلیمان کیا کرتا رہتا ہے۔ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ دروازہ کھولنے جانے کا بھی اوورٹائم لیتا ہے۔ کہتا ہے میری ڈیوٹی میں دروازہ کھولنا شامل نہیں ہے" عمران نے منہ

بناتے ہوئے جواب دیا۔

"نکالو اس کو باہر ——— کوئی اور ملازم رکھ لو" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیسے نکالوں یار ——— بری طرح پھنس گیا ہوں۔ پانچ سال کی تنخواہیں معہ اوورٹائم کہاں سے دوں" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیسی تنخواہ اور کیسا اوورٹائم۔ لات مار کر باہر نکالو۔ میں دیکھتا ہوں کیسے رقم مانگتا ہے۔ پکڑ کر جیل میں ڈال دوں گا" فیاض نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہارا مطلب ہے وہ یہاں سے نکل کر سیدھا ڈیڈی کے پاس پہنچ جائے۔ اس کے بعد جانتے ہو کیا ہو گا۔ اس کی بجائے عمران صاحب پڑے ہوں گے جیل میں سڑتے" عمران نے کہا اور فیاض نے اس طرح سر ہلایا جیسے واقعی عمران کی اس بات میں بڑا وزن ہو۔

"ہونہہ ——— کتنا بل بنتا ہے اس کا" فیاض نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"چھوڑو یار ——— کوئی اور بات کرو۔ زندگی ہے اسی طرح پانی بھرتے گزر جائے گی" عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں پانی بھرتے گزر جائے گی ——— کیا تم بھوکے ننگے ہو۔ بلاؤ اسے۔ میں ابھی رقم اس کی ناک پر مار کر اسے دفع کرتا ہوں۔ یہ ملازم ہے کہ مالک پانی بھرتا رہے اور یہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا رہے۔ بلاؤ اسے" فیاض نے اور زیادہ جوش سے کہا۔

"یار ایسا نہ ہو کہ تم رقم سن کر خاموش ہو جاؤ۔ وہ میرا بڑا مذاق اڑاتا ہے۔ کہتا ہے مفلس کے دوست بھی مفلس ہی ہوتے ہیں"۔ عمران نے بڑی بیچارگی سے کہا۔

"اس کی یہ جرات کہ تمہیں اور تمہارے دوستوں کو مفلس کہے۔ میں اسے خرید کر مار ڈالنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ بلاؤ اسے۔ آج اس کا بھی فیصلہ ہو جائے۔ ویسے بھی مجھے یہ ایک آنکھ نہیں بھاتا، بات ایسے کرتا ہے جیسے میں اس کا ملازم ہوں۔ ہونہہ"۔ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا

"سلیمان ——— سلیمان اِدھر آؤ"۔ عمران نے زور سے سلیمان کو پکارتے ہوئے کہا۔

"سوری ——— میں اس وقت کچھ نہیں دے سکتا۔ میرا ریسٹ ٹائم ہے"۔ دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔ اور فیاض کی تیوریاں اور زیادہ چڑھ گئیں۔

"ارے کچھ دے نہیں سکتے تو لے تو سکتے ہو"۔ عمران نے جواب دیا۔

"مجھے پتہ ہے آپ کیا دے سکتے ہیں ——— دعائیں ہی دے سکتے ہیں، وہ مجھے چاہئیں نہیں۔ میں کسی فقیر کو ایک روپیہ دے کر آپ سے کہیں زیادہ دعائیں لے سکتا ہوں"۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"تم اِدھر آتے ہو یا میں آ کر تمہاری گردن توڑ دوں"۔

فیاض سے نہ رہا جا سکا تو وہ بری طرح چیخ پڑا۔

"ہونہہ ——— مر گئے گردنیں توڑنے والے۔ آپ کون ہوتے ہیں مجھے دھمکیاں دینے والے ——— میں سر رحمان سے بات کرتا ہوں"۔ سلیمان کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے۔ ارے سلیمان ——— پلیز بات تو سن لو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض میرا جگری یار ہے۔ پلیز ڈیڈی کو فون نہ کرنا۔ وہ ویسے بھی تمہاری بات کا زیادہ یقین کرتے ہیں"۔ عمران نے بوکھلا کر کہا۔

اور سر رحمان کو فون کرنے کی بات سن کر اور عمران کا یہ فقرہ کہ سر رحمان تمہاری بات کا زیادہ یقین کرتے ہیں، فیاض نے ہونٹ بھینچ لئے لیکن اس کا چہرہ غصے کی شدت سے ٹماٹر سے بھی زیادہ سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں ——— کیا بات ہے"۔ دوسرے لمحے سلیمان نے دروازے میں نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایسے تھا جیسے وہ آ کر عمران اور فیاض کی سات نسلوں پر احسان کر رہا ہو۔

"سلیمان ——— کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے۔ تم خود سوچو کتنا عرصہ ہو گیا ہے مجھے تمہارے ہاتھ کی مونگ کی دال کھاتے ہوئے۔ اب میرا بھی جی چاہتا ہے کہ ذائقہ تبدیل ہو جائے"۔ عمران نے بڑے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

"یعنی آپ مجھے فارغ کرنا چاہتے ہیں ——— ٹھیک ہے، میں خود تنگ آ گیا ہوں۔ بس وضعداری میں بیٹھا رہا تھا۔ ورنہ آپ جیسے مفلس کا باورچی بن کر مجھے کیا ملتا ہے۔ وہ ملک رحیم نواز تو مجھے کئی بار کہہ چکا ہے کہ میرے پاس آ جاؤ لیکن میں نے سوچا کہ چلو بھوکے تو مرنا ہی ہے وضعداری ہی نبھاؤ"۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ملک رحیم نواز کون ہے"۔ فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"ہوگا کوئی نودولتیا ـــــ چھوڑو۔ ہماری بلا سے یہ کہیں جائے" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نودولتیا نہیں ہے خاندانی رئیس ہے، آپ کی طرح بھوکا ننگا نہیں ہے ـــــ نکالیں میرا بل، میں چلا جاتا ہوں" سلیمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کتنا بل بنتا ہے تمہارا" فیاض نے چیخ کر پوچھا۔

"عمران صاحب کو پتہ ہے" سلیمان نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بیس ہزار روپے بتا رہے تھے نا تم" عمران نے کہا۔

"وہ تو دو مہینے پہلے بتایا تھا۔ اب تو پچیس ہزار ہو گیا ہے اور اوورٹائم دس ہزار مزید ہے۔ نکالیں پینتیس ہزار، میں چلا جاتا ہوں" سلیمان نے کہا۔

"پینتیس ہزار روپے ـــــ کمال ہے" فیاض نے چونک کر جواب دیا۔ اس کا تنا ہوا چہرہ اتنی بڑی رقم سن کر یکلخت ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ یہی دو ڈھائی ہزار دینے پڑیں گے لیکن یہاں تو پینتیس ہزار روپے کی بات تھی۔

"بس نکل گئی ساری اکڑفوں ـــــ مجھے فارغ کرنے چلے تھے ہونہہ" سلیمان نے اس طرح کہا کہ فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے بُری طرح پھڑکنے لگا۔

"بکواس مت کرو ـــــ میں ابھی پینتیس ہزار تمہارے منہ پہ مارتا ہوں" فیاض نے غراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر یونیفارم کے بٹن

کھولنے لگا۔

عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اپنی مفلسی پر شرمندہ ہو رہا ہو۔ یونیفارم کے اندر فیاض نے ایک جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس نے جیکٹ کے بٹن کھولے اور پھر اندرونی جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور تیزی سے نوٹ گننے لگا۔ پھر اس میں سے چند نوٹ نکال کر اس نے جیب میں رکھے اور نوٹوں کی گڈی سلیمان کی طرف اچھال دی۔

"یہ لو پینتیس ہزار روپے اور دفع ہو جاؤ۔ ابھی اور اسی وقت میں تمہیں اب ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں برداشت نہیں کر سکتا" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے جناب ـــــ یہ قانون کے خلاف ہے۔ ملازم کو نکالنے کے لئے یا ایک ماہ کا پیشگی نوٹس دیا جاتا ہے یا اسے ایک ماہ کی تنخواہ" سلیمان نے رقم اپنی جیب میں منتقل کرتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں ابھی نکلو اسی وقت یہاں سے ـــــ یہ لو ایک ماہ کی تنخواہ" فیاض نے چیختے ہوئے کہا اور جیب میں رکھے ہوئے وہ نوٹ بھی جو اس نے گڈی سے نکالے تھے، نکال کر سلیمان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بات بنی ـــــ واہ مولا تو کتنا رحیم ہے ایسے لوگوں سے رقم دلواتا ہے جو کسی کو بخار بھی نہیں دیتے" سلیمان نے نوٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے کچن کی طرف مڑنے لگا۔

" ارے ——— ادھر کہاں ——— باہر دروازے کی طرف جاؤ۔"
فیاض نے چیخ کر کہا۔

" تو آپ کا مطلب ہے بس اپنا ذاتی سامان بھی نہ اٹھاؤں" سلیمان نے حیران ہو کر کہا۔

" ذاتی سامان ——— کیا ہے تمہارا ذاتی سامان ——— چلو اٹھاؤ اور نکلو" فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" کمال ہے ——— آپ نے مجھے گدھا سمجھ رکھا ہے جو اتنا بوجھ میں خود اٹھا کر جاؤں گا۔ پہلے مجھے سامان باندھنا ہوگا، پھر ٹرک بلانا ہوگا تب سامان جائے گا" سلیمان نے کہا۔

" ٹرک بلانا ہوگا ——— کیا مطلب" فیاض واقعی سلیمان کی بات سن کر حیران رہ گیا۔

" آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس فلیٹ میں موجود تمام سامان میری ملکیت ہے۔ عمران صاحب کے پاس ہے کیا۔ یہ سب کچھ میں نے گاؤں سے اپنی زمین کی فصلوں کی آمدنی سے خرید کر کے یہاں رکھا ہے تاکہ عمران صاحب کی عزت بنی رہے۔ ان کی ملکیت تو یہ کرسی بھی نہیں ہے جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔"
سلیمان نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" یہ کیا کہہ رہا ہے عمران" فیاض نے پھنکارتے ہوئے عمران کی طرف مڑ کر کہا۔

" یہ درست کہہ رہا ہے فیاض۔ اب کیا کیا جائے مفلسی واقعی بڑی نامراد چیز ہے۔ اب مجھے لباس تک اتارنا پڑے گا۔ کیا کروں" عمران

نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

" ایک انڈر ویئر چھوڑ سکتا ہوں بس ——— اور وہ بھی آپ پر رحم کھا کر۔ باقی کچھ نہیں چھوڑوں گا ہاں۔ یا پھر ایسا کریں کہ سامان کی قیمت دے دیں تو میں خالی ہاتھ جھاڑتا چلا جاتا ہوں ہے ہمت"
سلیمان نے منہ بناتے ہوئے چیلنج کرنے کے انداز میں کہا۔

" چھوڑو سلیمان ——— میں خودکشی کر لوں گا لیکن اس سے زیادہ احسان مجھ سے اپنے یار فیاض کا نہیں اٹھایا جا سکتا ٹھیک ہے تم ٹرک لے آؤ اور سامان لے جاؤ۔ میں ابھی کپڑے اتار دیتا ہوں" عمران نے کہا۔

" یہ تم کہیں دونوں مل کر مجھے اُلو تو نہیں بنا رہے" اچانک فیاض نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" ہاں ——— اب جب رقم دینے کی بات آئی تو تم اسی طرح پیچھا چھڑاؤ گے۔ میں کب بیچ رہا ہوں سامان۔ میں ابھی ٹرک لے آتا ہوں اور سامان لے جاتا ہوں" سلیمان نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اور تم جو مجھ سے بڑی بڑی رقمیں بلیک میل کر کے لیتے رہے ہو وہ کہاں ہیں" فیاض نے عمران پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" اگر وہ رقمیں نہ ہوتیں تو سلیمان کا بل صرف پانچ سال کا بنتا۔ ارے پھر پچیس سال کا بل ہوتا۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" سنو ——— کتنی قیمت ہے تمہارے سامان کی"، فیاض نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"چھوڑو فیاض —— اسے سامان لے جانے دو۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہی بہت ہے کہ تم نے اسے تنخواہیں دے کر میرا پیچھا چھڑا دیا ہے" عمران نے فیاض کو روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں —— یہ بے عزتی ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا"

"ٹھیک ہے —— اگر آپ کی عزت بنتی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ویسے تو سامان کی قیمت زیادہ بنتی ہے، چلیں آپ بیس ہزار دے دیں" سلیمان نے کہا۔

"بیس ہزار —— کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ سنو دس ہزار مل سکتے ہیں اور وہ بھی میں عمران کی وجہ سے دے رہا ہوں ورنہ ایک پیسہ نہ دیتا —— یہ لو" فیاض نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا اور اس نے جیکٹ کی جیب سے قدرے چھوٹے نوٹوں کی گڈی نکالی اور سلیمان کی طرف پھینک دی۔

"چلو میں یہی سمجھوں گا کہ باقی دس ہزار کسی یتیم خانے کو خیرات کر دیئے۔ اچھا سلام علیکم" سلیمان نے جلدی سے دس ہزار روپے کی گڈی کیچ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے۔ ارے سلیمان —— پلیز ایک منٹ" سلیمان کے مڑتے ہی عمران نے چیخ کر کہا۔

"اب کیوں بلا رہے ہو" فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہے ——؟" سلیمان نے واپس مڑتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"یار اتنی بھی کیا بے مروتی —— آخر اتنے سالوں سے باورچی خانے کا مالک رہا ہے۔ کم از کم جاتے جاتے چائے تو پلوا دو" عمران نے منت کرتے ہوئے کہا۔

"تم اسے جانے دو —— چائے میں ڈرائیور سے کہہ کر ہوٹل سے منگوا لوں گا۔ جاؤ تم جاؤ ابھی اور اسی وقت" فیاض نے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی خوشی نہیں ہوتی آپ جیسوں کو چائے پلوا کر۔ میں جا رہا ہوں" سلیمان نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"ارے ہاں —— وہ تو میں بھول ہی گیا" اچانک جاتے جاتے سلیمان پلٹ پڑا۔

"اب کیا ہے —— نکلو یہاں سے" فیاض نے چیخ کر کہا۔

"آرام سے بولیں فیاض صاحب —— آپ نے یہ رقم دے کر مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ آپ کا احسان ہوگا تو عمران صاحب پر ہوگا، سمجھے آپ۔ مجھے یاد آ گیا ہے میں نے عمران صاحب سے ایک ضروری بات کرنی ہے" سلیمان نے بھی انتہائی سخت لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس بیڈ روم کی طرف بڑھنے لگا۔ فیاض ظاہر ہے اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا۔

"آپ ذرا باہر ٹھہریں —— میں نے عمران صاحب سے پرائیویٹ بات کرنی ہے" سلیمان نے مڑ کر کہا۔

"بکواس کرتے ہو۔ تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ نان سنس۔

ایڈیٹ :" فیاض ہتھے سے ہی اُکھڑ گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ لیکن دوسرے لمحے ریوالور اس کے ہاتھ سے اس طرح نکل گیا جیسے گولی بندوق سے نکلتی ہے۔

سلیمان نے واقعی بڑے ماہرانہ انداز میں اس کی کلائی پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا تھا۔

" ارے۔ ارے۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ارے یہ فوجداری اور یہاں"۔ اچانک عمران نے دوڑ کر راہداری میں آتے ہوئے کہا۔

" میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ میں اسے اب زندہ نہ چھوڑوں گا"۔ غصے کی شدت سے فیاض کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔

"عمران صاحب ——— ابھی تھوڑی دیر پہلے سر رحمان کا فون آیا تھا۔ آپ سو رہے تھے اس لئے میں نے انہیں کہہ دیا کہ آپ فلیٹ میں نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں آپ کو فوراً فلیٹ پر بلوا لوں۔ چاہے آپ جہنم میں ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ وہ ایک گھنٹہ بعد آپ کی اماں جی اور چند مہمانوں کے ساتھ فلیٹ پر آ رہے ہیں شاید آپ کی شادی کا کوئی مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں فلیٹ کو صاف ستھرا کر دوں۔ لیکن سوری عمران صاحب۔ میں بھول گیا۔ ایک گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔ بس وہ پہنچنے ہی والے ہوں گے۔ اچھا سلام علیکم "۔ سلیمان نے جلدی جلدی کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

" ارے۔ ارے۔ رکو پلیز۔ رک جاؤ۔ دیکھو ڈیڈی اور اماں جی کے ساتھ مہمان آ رہے ہیں۔ ان کی خاطر خدمت کون کرے گا

ارے بڑے مشکل سے تو شادی کا چانس بنا ہے۔ پلیز بس اتنی دیر کے لئے رک جاؤ۔ جب مہمان چلے جائیں تب بے شک چلے جانا۔ میں تمہیں اس کی تنخواہ بھی دوں گا۔ اچھے سلیمان پلیز"۔

عمران نے بھاگ کر سلیمان کو روکتے ہوئے بڑے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ فیاض صاحب تو موجود ہی ہیں، یہ ہوٹل سے منگوا دیں گے سامان ڈرائیور کے ہاتھ سے۔ سوری "۔ سلیمان نے اکڑتے ہوئے کہا۔

" مم۔ مم۔ میں جا رہا ہوں ——— عمران میں کل آؤں گا اور پلیز سر رحمان کو نہ بتانا میرے یہاں آنے کا۔ اچھا"۔ فیاض نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ سب کچھ بھول بھال کر بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے سیڑھیاں اترنے کی آوازوں سے اس طرح محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی طوفان اس کا پیچھا کر رہا ہو۔

" بس ایک ہی گھرکی میں بھاگ گیا ——— بڑا آیا تھا مجھے بھگانے والا"۔ سلیمان نے یکلخت مسکراتے ہوئے کہا۔

" ارے ہاں ——— مجھے تو اب یاد آیا۔ میں نے تو تمہیں کل ہی تنخواہ دے دی تھی۔ سارا حساب بے باق کر دیا تھا۔ اوہ میری یادداشت بھی اب ختم ہوتی جا رہی ہے۔ نکالو پچیس ہزار روپے"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" کیسے پچیس ہزار"۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہی جو تم نے اپنی تنخواہ اور اوور ٹائم کے وصول کئے ہیں"
عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تھوڑی دیئے ہیں ——— بتائیں میں نے آپ کے ہاتھ سے لئے ہیں۔ یہ تو میں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو کسی زمانے میں اُدھار دیا تھا۔ اس کی وصولی کی ہے۔ اور ابھی تو میں نے سود لیا ہی نہیں۔ آخر میں مسلمان ہوں اور دوسری بات یہ کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض آپ کا دوست بھی ہے۔ کچھ لحاظ تو کرنا ہی پڑتا ہے" سلیمان نے کہا اور تیزی سے باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے چلو وہ فرنیچر کے دس ہزار نو دے دو۔ کچھ تو آج کے دن وصولی بھی ہو جائے" عمران نے کہا۔

"سوری جناب ——— میں نے آپ سے کچھ نہیں لیا۔ اس لئے اصولاً آپ کچھ نہیں مانگ سکتے۔ اور آپ تو بڑے با اصول آدمی ہیں۔ ہیں نا۔ سلیمان نے کہا اور عمران نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔ کہ وہ واقعی با اصول آدمی ہے۔ مجبوری تھی۔

"اچھا ——— نہ دو۔ کل آئے گا سوپر فیاض، وہ تم سے خود ہی اگلوائے گا۔ چلو اور کچھ نہ دو تو ایک کپ چائے ہی دے دو۔

"غضب خدا کا ——— رزق اللہ نے میرے لئے بھیجا تھا، جھپٹ لیا باورچی نے" عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"سوپر فیاض سے میں خود نمٹ لوں گا۔ دیکھا نہیں کیسے بھگایا ہے۔ مجھے بھگا رہا تھا ہونہہ۔ اس نے سلیمان کو نرا باورچی

ہی سمجھ لیا تھا" سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور باورچی خانے کے دروازے میں غائب ہو گیا۔

عمران ہنستا ہوا ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ سلیمان اب واقعی بےحد ہوشیار ہو رہا تھا۔ اس نے آج جس طرح کی ایکٹنگ کر کے فیاض جیسے شخص سے رقم نکلوا لی تھی اور پھر جس طرح اُسے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس سے عمران کو بے اختیار ہنسی آ رہی تھی۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر عمران کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"لو وہ آ گیا سوپر فیاض کا فون ——— وہ ہضم نہیں ہونے دے گا رقم" عمران نے ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی زور سے کہا۔

"اسے کہہ دیں کہ سلیمان سر رحمٰن کے لئے چائے بنا رہا ہے" سلیمان نے باورچی خانے سے ہی جواب دیا اور عمران نے بیٹھتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

"اگر سچ پوچھو تو سلیمان میرے لئے چائے بنا رہا ہے اور اگر جھوٹ بلوانا ہے تو پھر سر رحمٰن کے لئے بنا رہا ہے" عمران نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم" دوسری طرف سے سر سلیمان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"اوہ ——— آپ ہیں ——— میں نے سمجھا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا فون ہے" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم فوراً میرے پاس پہنچو ——— دفتر میں ابھی اور اسی وقت"

دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"کمال ہے - یہ تو نادر شاہی حکم ہوا۔ بوڑھوں کو نجانے نادر شاہ بننے کا کیا شوق ہو جاتا ہے - آؤ۔ جاؤ۔ بیٹھو۔ اٹھو بس حکم ہی حکم چلاتے ہیں - اب ایک چائے بھی نہ پیئوں، پینتالیس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور اٹھنے کی بجائے اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر میز پر رکھیں اور زیادہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔

لیکن جب کافی دیر ہو گئی اور سلیمان چائے لے کر نہ آیا تو عمران نے زور سے آواز لگائی۔

"ارے وہ چائے کے سری پائے گل رہے ہیں"۔ عمران کا لہجہ غصیلا تھا۔

"ذرا صبر کریں۔ میں نوٹ گن رہا ہوں۔ میرا خیال ہے فیاض صاحب نے میرے ساتھ فراڈ کیا ہے"۔ سلیمان کی آواز باورچی خانے سے ہی سنائی دی۔

"فراڈ ---- کیا مطلب ---- کیا جعلی نوٹ دے گیا ہے؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"نوٹ تو اصلی ہی ہیں لیکن ایک نوٹ کم ہے - میں پانچ بار گن چکا ہوں۔ کبھی ایک کم ہو جاتا ہے، کبھی دو"۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"میرے پاس لے آؤ۔ میں گن دیتا ہوں۔ کم کی بجائے زیادہ

ہی کر دوں گا۔ تم اتنے میں چائے بنا لینا۔" عمران نے بڑے پیار سے کہا۔

"بس۔ بس۔ پورے ہو گئے۔ میں نے گن لئے ہیں، لیکن جناب اب میں نے انہیں بنک میں جمع کرانا ہے۔ اس لئے چائے آپ باہر جا کر پی لیں"۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"کمال ہے ---- پینتالیس ہزار روپے میں چائے کی پیالی بھی نہیں ملتی - حد ہے مہنگائی کی"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا - اور اٹھ کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ جب وہ لباس بدل کر باہر آئے گا تو چائے میز پر موجود ہو گی اور وہی ہوا۔ جب وہ لباس بدل کر باہر آیا تو گرما گرم بھاپ نکلتی چائے میز پر موجود تھی۔

"اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی - عمران نے بیک وقت ایک ہاتھ سے رسیور اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے چائے کی پیالی۔

"یس"۔ عمران نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سُڑک کی زوردار آواز نکالتے ہوئے چائے کی چسکی لی۔

"میں نے تمہیں بلایا تھا"۔ سر سلطان کی گرجدار آواز سنائی دی۔

"سُڑڑ"۔ عمران نے پہلے سے بھی زیادہ زوردار آواز نکالتے ہوئے چائے کی چسکی لی۔

"جناب آ رہا ہوں۔ چائے پی رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی زوردار آواز سے تیسری چسکی لی۔

"یوڈیم فول"۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہوگیا۔ عمران سر سلطان کی آواز سے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ غصے کی انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے انہوں نے رسیور کریڈل پر رکھنے کی بجائے اسے پوری قوت سے کریڈل پر دے مارا تھا۔

"بس دو چسکیوں ہی میں بھاگ گئے"۔ یہ تو حالت ہے آجکل کے بزرگوں کی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے جلدی جلدی چائے پینی شروع کر دی۔

"یہ چائے بنائی ہے تم نے۔ یوں لگتا ہے جیسے نیم کے پتوں کا جوشاندہ پی رہا ہوں"۔ عمران نے پیالی ختم کر کے چیختے ہوئے کہا۔

"شکل دیکھ کر ہی چائے دی جاتی ہے یہاں آکر دیکھیں کیسی شاندار چائے پی رہا ہوں۔ اب کیا کیا جائے شکل شکل کی بات ہے"۔ باورچی خانے سے سلیمان نے ترت جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران ہنستا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

شاندار انداز میں سجے ہوئے دفتر میں ایک میز کے گرد دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے چہروں پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ دونوں ہی بار بار بیرونی دروازے کی طرف دیکھتے اور پھر اپنی کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھتے۔ حالانکہ ان کے سامنے دیوار پر ایک الیکٹرک کلاک لگا ہوا تھا۔ لیکن بے چینی اور اضطراب ان کے چہروں اور حرکات سے پوری طرح نمایاں تھا۔

چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں اس طرح جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کرسیوں میں یکلخت کیل ابھر آئے ہوں

دروازے سے ایک نوجوان ہاتھ میں بریف کیس اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے گہرے رنگ کا چشمہ لگایا ہوا تھا۔

"کام ہو گیا راجر"۔ دونوں نے ہی نوجوان کو دیکھتے ہی چیخ کر

پوچھا۔

"نہیں" نوجوان نے سرد لہجے میں کہا اور بریگ میز کی سائیڈ پر رکھ کر ایک طویل سانس لیتا ہوا تیسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب" دونوں نے ہی انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری رقم اس بریف کیس میں ہے، اچھی طرح گن لو۔ نوجوان راجر نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے بریف کیس اٹھا کر میز پر رکھتے ہوئے ان کی طرف کھسکا دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے —— ہمیں رقم نہیں کام چاہیئے"۔ دونوں میں سے ایک نے جس کا قد دوسرے سے خاصا لمبا تھا، انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"دیکھیں میں نے پوری کوشش کی لیکن اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ میرے چھ افراد مارے گئے۔ دو کاریں تباہ ہو گئیں اور اب کام ہونے کی مزید امید بھی ختم ہو گئی ہے۔ اصول کے مطابق تو مجھے یہ رقم واپس نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن میں یہ رقم ساتھ لے آیا ہوں۔ اس لیئے کہ میں نہیں چاہتا کہ کام کیئے بغیر کوئی معاوضہ لوں۔ میرا جو نقصان ہوا وہ میں خود بھگت لوں گا۔ آپ یہ کام کسی اور پارٹی سے کرا لیں۔ آئی ایم سوری"۔ راجر نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چھ افراد مارے گئے۔ کاریں تباہ ہو گئیں —— کیا مطلب کیا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے"۔ لمبے قد والے نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ کاروں پر میزائل مارا گیا ہے ایک ہیلی کاپٹر سے۔ اور میں نے اس ہیلی کاپٹر کے مخصوص نمبر دیکھ کر پڑتال کی ہے تو مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایکریمیا کی ایک ایجنسی سے اس کا تعلق ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک ایجنسی کو اس کام کی اطلاع مل چکی ہے اور کم از کم میں ریڈ ایجنسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا"۔ راجر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ریڈ ایجنسی —— کیا مطلب۔ تفصیل سے بتاؤ چکر کیا ہوا۔ یہ تو سیدھا سادا سا کاروباری معاملہ تھا —— اس میں ریڈ یا بلیو ایجنسی کہاں سے ٹپک پڑی"۔ لمبے قد والے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ریڈ ایجنسی ایکریمیا کی ایسی سیکرٹ ایجنسی ہے جو انتہائی اہم ترین معاملات میں ملوث ہوتی ہے۔ اس میں دنیا کے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ رکھے گئے ہیں۔ وہ اپنی کارکردگی کو انتہائی خفیہ رکھتے ہیں۔ مطلوبہ سامان کے حصول کے لیئے میں نے مکمل انتظامات کر لیئے تھے لیکن جیسے ہی ہماری کاریں پہاڑی علاقے میں پہنچیں جہاں مطلوبہ سامان کے سودے کے تبادلے کا طے کیا جانا تھا، اچانک ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نمودار ہوا۔ وہ ہمارے سامنے کے رخ سے آ رہا تھا اور کافی بلندی پر تھا۔ چونکہ یہاں ایکریمیا میں اداروں کے علاوہ لوگوں کے پاس ذاتی ہیلی کاپٹرز بھی ہیں اس لیئے فضا میں اکثر ہیلی کاپٹرز گھومتے رہتے ہیں۔ اس لیئے ہم نے اس ہیلی کاپٹر کو چیک ہی نہ کیا۔ ہم تین

کاروں میں تھے۔ میں اپنے دو ساتھیوں سمیت اگلی کار میں تھا
جبکہ درمیانی کار میں وہ مخصوص سلنڈر رکھا گیا تھا جس میں آپ
کا مطلوبہ سامان رکھا تھا اور پچھلی کار میں میرے ساتھی حفاظت
کے لئے تھے۔ کہ اچانک ہیلی کاپٹر سے ایک کیپسول نما چیز اڑتی
ہوئی درمیانی کار سے ٹکرائی اور اس کار کے پرزے فضا
میں بکھر گئے۔ اس سے بالکل پیچھے والی کار اچانک دھماکے کی وجہ
سے ایک گہری کھائی میں گری اور نہ صرف تباہ ہو گئی بلکہ اس میں
آگ لگ گئی۔ چار افراد پچھلی کار میں سوار تھے جبکہ دو افراد
درمیانی کار میں۔ ہم آگے ہونے کی وجہ سے اس حملے سے بچ
گئے لیکن دونوں کاریں تباہ اور چھ افراد ہلاک ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر
صرف درمیانی کار پر فائر کر کے آگے چلا گیا۔ میں نے دوربین سے
اس ہیلی کاپٹر پر موجود ایک مخصوص نمبر چیک کر لیا اور پھر میں نے
اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ ہیلی کاپٹر ریڈ
ایجنسی سے متعلق ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ریڈ ایجنسی کو
اس سارے سودے کا پہلے سے علم تھا اور انہوں نے وہی کار
اڑائی جس میں سلنڈر موجود تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اب ہم
کسی صورت میں اس سودے میں کامیاب نہیں ہو سکتے"
راجر نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

" لیکن اگر ریڈ ایجنسی ملوث ہوتی تو وہ صرف وہی کار کیوں اڑاتی
وہ آپ لوگوں کو بھی لازماً گرفتار کرتی" لمبے قد والے نے کہا۔

" یہاں ایکریمیا میں قوانین بے حد سخت ہیں۔ کسی شخص کو گرفتار

کرنے کے لئے ٹھوس وجوہات اور ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور پھر
شاید ریڈ ایجنسی سامنے نہ آنا چاہتی ہو۔ لیکن میرا آئیڈیا ہے کہ ہم
سب ریڈ ایجنسی کے سامنے موجود ہیں۔ وہ ہماری نگرانی کر رہی
ہو گی اور جیسے ہی انہیں کوئی ثبوت ملا وہ ہمیں گرفتار نہیں کرے گی
بلکہ ہمارا خاتمہ کر دے گی۔ ریڈ ایجنسی کا یہی اصول ہے وہ گرفتاری
وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتی۔ براہِ راست حملہ کرتی ہے اور بس
کام ختم"
راجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم بھی ریڈ ایجنسی کی نگاہوں میں
ہوں گے" لمبے قد والے نے کہا۔

" ممکن ہے ـــــ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ آپ کا اپنا کام
ہے" راجر نے کہا۔

" اوکے ـــــ تھینک یو مسٹر راجر ـــــ آپ واقعی انتہائی
بااصول ثابت ہوئے ہیں ـــــ ہم خود دیکھ لیں گے" لمبے قد
والے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" شکریہ" ـــــ راجر نے جواب دیا اور پھر دونوں افراد راجر سے
مصافحہ کر کے بریف کیس اٹھائے اس کمرے سے باہر آ گئے۔

یہ دفتر ایک کمرشل عمارت میں تھا۔ اس لئے اس عمارت سے
باہر نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے پبلک پارکنگ کی طرف بڑھ گئے
اور چند لمحوں بعد ان کی کار سڑک پر تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔
وہ دونوں بھی بالکل خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے

بچہرے سُتے ہوئے تھے۔

ایک چوک سے مڑ کر وہ جس سڑک پر آئے، وہ خاصی سنسان سڑک تھی - وہاں اِکا دُکا کاریں آجا رہی تھیں - ان کی کار آگے بڑھتی رہی اور پھر ایک سنسان جگہ پر انہوں نے کار کو سڑک سے نیچے درختوں کی طرف موڑ دیا - سڑک سے کافی ہٹ کر انہوں نے درختوں کے ذخیرے میں کار روکی اور پھر وہ دونوں ہی نیچے اتر آئے - انہوں نے بریف کیس بھی باہر نکال لیا۔

" اسے کھول کر رقم باہر نکالو کیپٹن آصف "۔ لمبے قد والے نے دوسرے آدمی سے کہا اور اس نے سر ہلاتے ہوئے بریف کیس کھولا اور اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال نکال کر گھاس پر رکھنی شروع کر دیں۔

" خالی بریف کیس کو واپس کار میں رکھ دو "۔ لمبے قد والے نے کہا اور کیپٹن آصف نے خالی بریف کیس بند کر کے اسے کار کی پچھلی سیٹ پر اچھال دیا۔

" ان گڈیوں کو اچھی طرح چیک کرو۔ کہیں ان میں کوئی مخصوص آلہ تو نہیں موجود "۔ لمبے قد والے نے کہا اور آصف چونک پڑا۔

" کیا مطلب میجر عدنان ——— ؟ کیا راجر بھی مشکوک ہو سکتا ہے " کیپٹن آصف نے چونکتے ہوئے کہا۔

" سب کچھ ہو سکتا ہے "۔ لمبے قد والے میجر عدنان نے کہا۔
اور کیپٹن آصف نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک جدید انداز کا گائیگر نکالا اور پھر اس نے ایک ایک گڈی اٹھا کر علیحدہ علیحدہ

اس گائیگر سے چیک کرنا شروع کر دیا لیکن گڈیاں محفوظ تھیں۔

" ٹھیک ہے ——— آدھی مجھے دے دو اور آدھی اپنی جیب میں ڈال لو "۔ میجر عدنان نے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر چند گڈیاں اٹھا لیں اور انہیں اپنے کوٹ کی جیب میں منتقل کرنے لگا۔ آصف نے بھی باقی گڈیاں جیب میں رکھ لیں۔

" آؤ اب "۔ میجر عدنان نے کہا اور تیزی سے سڑک کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن آصف اس کے پیچھے چل پڑا۔

" اس کار کا کیا ہو گا "۔ کیپٹن آصف نے کہا۔

" جب تک یہ پولیس کو ملے گی۔ ہم ملک چھوڑ چکے ہوں گے "۔ میجر عدنان نے کہا۔

" کیا مطلب ——— کیا آپ واپس جانا چاہتے ہیں بغیر کام کئے "۔ کیپٹن آصف نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں ——— ریڈ ایجنسی کے ملوث ہونے کے بعد اب یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ہم لازماً ریڈ ایجنسی کی نگاہوں میں ہوں گے، اب تو نئی ٹیم ہی یہ کام کر سکے گی "۔ میجر عدنان نے کہا۔

" لیکن سر ——— ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم میک اپ کر کے کام کریں "۔ کیپٹن آصف نے کہا۔

" نہیں ——— کرنل کا حکم ہے کہ ہم جیسے ہی محسوس کریں کہ ہم نظروں میں آ چکے ہیں، ہمیں فوراً واپس آجانا چاہیئے "۔ میجر عدنان نے کہا اور کیپٹن آصف نے سر ہلا دیا۔
سڑک پر کچھ دور چلنے کے بعد انہیں ایک پبلک بس مل گئی

اور پبلک بس میں بیٹھ کر وہ مین مارکیٹ پہنچ گئے۔ مین مارکیٹ سٹاپ پر اتر کر انہوں نے ٹیکسی پکڑی اور سیدھے ایئرپورٹ طرف چل پڑے تاکہ جو جہاز بھی انہیں اولین فرصت میں ملے، و سیدھے اس کے ذریعے واپس چلے جائیں۔

ٹیکسی تیز رفتاری سے ایئرپورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور ا دونوں کے چہروں پر ناکامی کے آثار نمایاں تھے۔ خاص طور پر کیپٹ آصف تو خاصا مایوس اور دل گرفتہ لگ رہا تھا۔ کیونکہ یہ اس پہلا مشن تھا۔ اور پہلے مشن میں ہی اسے ناکام لوٹنا پڑا تھا لیک وہ میجر عدنان کی وجہ سے مجبور تھا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے نقاب پوش نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ اس کے ریسیور اٹھاتے ہی سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔ اور سکرین پر ایک نوجوان کی تصویر ابھر آئی۔

"یس" ——— نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر ——— میں جیکسن بول رہا ہوں ——— ایئرپورٹ سے۔ دونوں آدمی واپس چلے گئے ہیں"۔ نوجوان کے لب ہلے لیکن اس کی آواز ریسیور سے برآمد ہوئی۔

"تفصیل بتاؤ"۔ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر ——— راجر کی طرف سے جواب ملنے پر وہ دونوں کار لے کر تھرٹین اپ روڈ پر گئے۔ انہوں نے کار وہیں چھوڑی اور صرف نوٹ لے کر واپس ایک پبلک بس کے ذریعے مین مارکیٹ

پہنچے اور وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر سیدھے ایئر پورٹ آ گئے۔ یہاں
سے انہیں ایک بین الاقوامی ہوائی کمپنی کی فلائیٹ مہیا ہو گئی اور
وہ اس میں بیٹھ کر چلے گئے۔"
جیکسن نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے"۔ نقاب پوش نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
رسیور رکھتے ہی سکرین بھی تاریک ہو گئی۔
نقاب پوش چند لمحے خاموش بیٹھا رہا اور پھر اس نے میز
کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی دروازہ
کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔
"یس باس"۔۔۔ نوجوان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"ٹیری کو بھیجو"۔ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا اور نوجوان
تیزی سے واپس مڑ گیا۔
"چند لمحوں بعد دروازہ دوبارہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا نوجوان
اندر داخل ہوا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اسکی
چال اور انداز میں بے پناہ پھرتی اور چستی تھی۔
"یس باس"۔ نوجوان نے اندر آتے ہی کہا۔
"ٹیری ۔۔۔ پاکیشیا کے ایجنٹ واپس چلے گئے ہیں۔ اب
تم ایسا کرو کہ راجر گروپ کے ساتھ ساتھ زیرو فیکٹری میں ان
افراد کو بھی تلاش کر کے ان کا خاتمہ کر دو جو اس سودے میں
ملوث تھے۔" نقاب پوش نے کہا۔
"یس باس ۔۔۔ لیکن اگر ان دونوں پاکیشیائی ایجنٹوں کا

بھی خاتمہ کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا"۔ ٹیری نے کہا۔
"نہیں ۔۔۔ اس کی ضرورت نہ تھی۔ یہ لوگ اس قدر
اہم نہیں تھے اور پھر ان کی موت سے یہاں موجود پاکیشیائی
ایجنٹ چوکنا ہو جاتے۔ اس طرح ریڈ ایجنسی کا نام سامنے آجاتا"۔
نقاب پوش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"تو کیا ہوتا باس ۔۔۔ اس طرح کم از کم پاکیشیا کو یہ تو پتہ
چل جاتا کہ ریڈ ایجنسی ان کے مشن سے آگاہ ہو گئی ہے۔ اس طرح
پاکیشیا لازماً خاموش ہو جاتا"۔ ٹیری نے جواب دیا۔
"بیٹھو"۔۔۔ نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔
"یس سر"۔ ٹیری نے جھجک کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔
نقاب پوش کا لہجہ بدلتے ہی اس کے چہرے پر ہلکے سے خوف
کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
"سنو ۔۔۔ پاکیشیا خفیہ طور پر یہ کام کرنا چاہتا ہے۔ اب تک
وہ دو بار ٹرائی کر چکا ہے۔ ایک بار تو اس نے کاروباری اداروں
کے ذریعے یہ کام کرنا چاہا۔ لیکن پاکیشیا میں ہی ہمارے آدمی موجود
ہیں جن کی اطلاع پر ہم نے ان کا راستہ اس طرح روک دیا کہ
کاروباری طور پر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جب پاکیشیا اس نتیجے
پر پہنچا تو اب انہوں نے وہ ملٹری سیکرٹ ایجنٹ بھیجے جو پہلے
کبھی ایکریمیا نہیں آئے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے
آدمیوں سے ایکریمیا کی سرکاری ایجنسیاں واقف نہ ہوں گی،
اس لئے یہ کام آسانی سے مکمل کر لیں گے۔ لیکن ہمیں ان کی آمد

کی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ ہم نے خفیہ طور پر ان کی نگرانی شروع
کر دی۔ اس لئے راجر گروپ سامنے آ گیا۔ اور پھر راجر گروپ
کی نگرانی سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ راجر گروپ نے سودے میں
کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس پر ہم نے ان کا وہ سلنڈر تباہ کر دیا
جس کے بغیر مطلوبہ مال نہ لیجایا جا سکتا تھا۔ اگر ہم ان دو سیکرٹ
ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ پاکیشیا کو معلوم ہو
جاتا کہ ایکریمیا کی سرکاری ایجنسی کو اس مشن کی اطلاع مل گئی ہے
چنانچہ وہ لازماً پاکیشیا سیکرٹ سروس کو سامنے لے آتے اور
پاکیشیا سیکرٹ سروس ایسا گروپ ہے جس کی آمد پر ہمیں بے پناہ
مشکلات اٹھانی پڑتیں۔ کیونکہ ہمارے مخبر ان کے متعلق کوئی اطلاع
ہمیں مہیا نہ کر سکتے اور ہم اندھیرے میں رہ جاتے۔
لیکن اب یہ ہو گا کہ یہ دونوں ایجنٹ واپس جا کر ناکامی کی رپورٹ
دیں گے تو وہ نئے ملٹری ایجنٹ بھیجیں گے لیکن ان کی آمد کی
اطلاع ہمیں مل جائے گی۔"

نقاب پوش نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے سر ——— میں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن سر۔ اگر اس
ناکامی کے بعد انہوں نے ملٹری ایجنٹس بھیجنے کی بجائے پاکیشیا سیکرٹ
سروس کو مشن ریفر کر دیا تو......" ٹیری نے کہا۔

" تمہارا آئیڈیا درست ہے لیکن چونکہ ہم نے ان دونوں ایجنٹوں
کو کچھ نہیں کہا اور نہ انہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ ہماری نظروں
آ چکے ہیں۔ اس لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس لازماً ان دونوں کو

اپنے ساتھ لے آئے گی۔ اور جیسے ہی یہ لوگ ایکریمیا کی سرحد میں
داخل ہوں گے۔ چاہے یہ کسی بھی میک اپ میں ہوں ہمیں ان
کی آمد کی اطلاع مل جائے گی۔ اس طرح ہمیں پاکیشیا سیکرٹ
سروس کو ٹریس کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔"

نقاب پوش نے جواب دیا۔

" اوہ ——— تو آپ ان دونوں کو بطور چارہ استعمال کرنا چاہتے
ہیں" ٹیری نے چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں ——— اب تم مطمئن ہو گئے ہو تو جاؤ حکم کی تعمیل کرو۔
اور سنو تم اچھے اور تیز ایجنٹ ہو۔ اس لئے میں نے پہلی بار تمہارے
سامنے تمام وضاحتیں کر دی ہیں لیکن اگر آئندہ تم نے کوئی سوال
کیا تو تم دوسرا سانس نہ لے سکو گے" نقاب پوش نے انتہائی
کرخت لہجے میں کہا۔

" سوری سر ——— میں آئندہ خیال رکھوں گا۔" ٹیری نے کانپتے
ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر اٹھ کر تیزی سے بیرونی دروازے کی
طرف بڑھ گیا۔

ٹیری کے جاتے ہی نقاب پوش کرسی سے اٹھا اور اس نے
اپنے عقب میں موجود الماری کے پٹ کھولے اور اس کے اندر
موجود ایک بٹن دبایا تو الماری گھوم گئی۔ اب وہاں ایک دروازہ
تھا۔ نقاب پوش دروازہ کراس کرکے ایک اور کمرے میں آ گیا
اس کمرے میں دیواروں کے ساتھ قسم قسم کی مشینیں نصب
تھیں۔ نقاب پوش ایک مشین کی طرف بڑھا اور اس نے اس

کے بٹن پریس کیے۔ مشین میں زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔ اور پھر اس پر موجود ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک نوجوان کی تصویر ابھر آئی۔

"ہیلو انتھونی ——— میں چیف باس بول رہا ہوں۔ پاکیشیا میں ایجنٹ تھری ہنڈرڈ ون سے رابطہ قائم کرو۔" چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔ نوجوان کی آواز مشین سے ابھری۔ اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر سے اس کی تصویر غائب ہو گئی۔

دوسرے لمحے جھماکا ہوا اور اب وہی نوجوان ایک بڑی سی مشین پر جھکا ہوا نظر آنے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو ——— آر۔ اے ہیڈ کوارٹر کالنگ ——— اوور" نوجوان کی آواز مشین پر ابھری۔

"یس ——— ایجنٹ تھری ہنڈرڈ ون اٹنڈنگ ——— اوور" چند لمحوں بعد ہی مشین سے ایک اجنبی سی آواز ابھری اور اسکے ساتھ ہی سکرین پر جھماکے سے منظر بدل گیا۔ اب سکرین پر ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کے جسم پر فوجی یونیفارم تھی۔ اور سٹارز کے لحاظ سے وہ کیپٹن نظر آ رہا تھا۔

"ایجنٹ تھری ہنڈرڈ ون ——— پاکیشیا ملٹری ایجنٹس کا مشن ناکام ہو گیا ہے اور وہ واپس آ رہے ہیں۔ اب تم نے آئندہ پروگرام کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کو واضح رپورٹ کرنی ہے۔" چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر ——— ابھی چند منٹ پہلے ہی ان کی طرف سے واپسی کی اطلاع آئی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آئندہ پروگرام کی مکمل رپورٹنگ ہو جائے گی۔ سر" کیپٹن نے جواب دیا۔

"سنو ——— مجھے ایسی اطلاعات ملی ہیں کہ پاکیشیا والے شاید اس مشن کے لیے اپنی سیکرٹ سروس کو حرکت میں لے آئیں تمہیں اس بات کا ہر طرح سے خیال رکھنا ہو گا۔" چیف باس کا لہجہ خاصا سخت تھا۔

"یس سر ——— آپ بے فکر رہیں سر ——— مجھے پہلے ہی یہ خدشہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کا بندوبست کر لیا ہے سر"۔ کیپٹن نے جواب دیا۔

"اوہ ——— کیا انتظام کیا ہے تم نے" چیف باس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جناب ——— پاکیشیا سیکرٹ سروس سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کے تحت کام کرتی ہے۔ چنانچہ میں نے یہاں ایک ایجنٹ کے ذریعے یہ بندوبست کر لیا ہے کہ سر سلطان کے دفتر میں تھری ٹو ڈکٹا فون نصب کر دیا ہے۔ اس طرح ہمیں مکمل معلومات مل جائیں گی۔" کیپٹن نے جواب دیا۔

"اوہ ——— ویری گڈ ——— تم نے واقعی انتہائی ذہانت سے کام لیا ہے۔" چیف باس نے خوش ہو کر کہا۔

"تھینک یو سر" کیپٹن نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"او کے" چیف باس نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس

نے مشین کے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔ مشین آف کر کے وہ اپنے پہلے والے دفتر میں آیا اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔ رسیور اٹھاتے ہی سامنے موجود سکرین روشن ہو گئی لیکن اس پر کوئی تصویر موجود نہیں تھی۔ باس نے نمبر پریس کئے اور پھر دوسری طرف سے رسیور اٹھاتے ہی سکرین پر ایک نوجوان لڑکی کی تصویر ابھر آئی۔ جس کے ہاتھ میں رسیور موجود تھا۔

"یس ——— مارگریٹ فرام الیون سیکشن" لڑکی کی آواز رسیور سے ابھری۔

"چیف باس ———" چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس" لڑکی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"سیکشن کو الرٹ کر دو کہ وہ ہر قسم کے مشکوک افراد کی ایکریمیا میں داخل ہوتے وقت تفصیلی چیکنگ کریں۔" چیف باس نے کہا۔

"یس باس" ——— لڑکی نے کہا اور چیف باس نے او۔ کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اور اس نے چہرے پر موجود نقاب اتارا۔

وہ ایک سخت چہرے والا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ نقاب کو میز کے خانے میں رکھ کر وہ اٹھا اور دائیں طرف کی دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار تھے۔

"مے آئی کم ان سر" عمران نے سر سلطان کے دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یو گیٹ آؤٹ ——— نانسنس۔ میں اب تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے سر سلطان نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

"اچھا کوئی بات نہیں پانچ روپے دے دیجئے۔" عمران نے بڑے مطمئن انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"پانچ روپے ——— میں کہہ رہا ہوں کہ تم جا سکتے ہو" سر سلطان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"پانچ روپے تصویر کھنچوانے کے لئے تاکہ آپ میری شکل کی بجائے میری تصویر دیکھ کر دل بہلا سکیں۔ ویسے آج بدنصیب عمران آپ بہت غصے میں نظر آ رہے ہیں۔ کیا بلڈ پریشر کو بھی آرام

نہیں آیا" عمران نے کرسی کھینچ کر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

" تم غصے کی بات کر رہے ہو ـــــ میرا جی چاہ رہا ہے کہ تمہیں گولی مار دوں ـــــ میں نے تمہیں فوراً بلایا تھا تو تمہاری شکل دیکھنے کے لئے نہیں بلایا تھا۔ ایک سرکاری کام تھا۔"

سر سلطان واقعی غصے میں تھے۔

لیکن آپ کے سرکاری کام کی وجہ سے میرا پینتالیس ہزار روپے کا نقصان ہو جاتا۔ اس لئے مجبوری تھی" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" بس میں کچھ نہیں سننا چاہتا ـــــ تم جا سکتے ہو" سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

" او۔کے" عمران نے بھی سنجیدگی سے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

" ٹھہرو ـــــ ادھر آؤ" ابھی وہ دروازے تک نہ پہنچا تھا کہ سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

" جی سر ـــ فرمایئے" عمران نے مڑ کر سنجیدہ لہجے میں کہا۔ لیکن وہ آگے آنے کی بجائے وہیں رک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

" یہاں آؤ ـــ بیٹھو" سر سلطان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اور عمران خاموشی سے واپس آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یہ بتاؤ۔ مجھے ذلیل کر کے تمہیں کیا ملتا ہے" سر سلطان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

" چائے کی ایک پیالی جس کی قیمت پینتالیس ہزار روپے تھی" عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میں نے تمہیں انتہائی ایمرجنسی سلسلے میں بلایا تھا۔ سمجھے اور میرے پاس ملٹری انٹیلیجنس کے سربراہ کرنل واسطی اپنے ایجنٹوں کے ہمراہ موجود تھے۔ لیکن تمہارے نہ آنے کی وجہ سے انہیں واپس جانا پڑا۔" سر سلطان نے کہا۔

" تو کیا ہوا۔ اب میں واپس چلا جاتا ہوں، حساب برابر" عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

" نہیں ـــ اب تمہیں خود ان کے پاس جا کر ملنا ہو گا۔" سر سلطان نے کہا۔

" میرے پاس کسی سے ملنے کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔ سوری" عمران نے کہا اور دوبارہ واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

" ہوں ـــــ تو اب یہ نوبت آگئی ہے۔ ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو ـــــ میں ابھی استعفیٰ دے دیتا ہوں۔ جب انسان کی عزت ہی نہ ہو تو اسے کرسی سے نہیں چمٹا رہنا چاہیے" سر سلطان نے تلخ لہجے میں کہا۔

" یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے ـــــ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن اسی لمحے اسے اپنے پیچھے میز کی دراز کھلنے کی آواز سنائی

دی تو عمران بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے دوڑتا ہوا وہ سر سلطان کے پاس پہنچا اور اس نے کسی عقاب کی طرح اڑ کر سر سلطان کے ہاتھ میں موجود ریوالور جھپٹ لیا۔ سر سلطان کا ریوالور والا ہاتھ اپنی کنپٹی کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

" آپ کو واقعی اب استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ آپ کے اعصاب اب ختم ہوتے جا رہے ہیں" عمران نے تلخ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور کو ایک طرف اچھالا اور تیزی سے دائیں کونے میں موجود چھوٹی میز کی طرف بڑھ گیا۔ یہ میز ایک سائیڈ پر رکھی گئی تھی جس پر تازہ پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا تھا۔

عمران نے قریب جا کر جلدی سے میز کے نیچے ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گول ڈکٹا فون تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے اس ڈکٹا فون کے درمیان موجود ایک تار کھینچ کر توڑ ڈالی اور پھر وہ ڈکٹا فون اٹھائے سر سلطان کی طرف بڑھ گیا۔

" اب آپ بے شک خودکشی کر لیں، مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا" عمران نے کہا اور ڈکٹا فون کے ساتھ ساتھ ریوالور میز پر رکھ کر واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

" عم ــــ عمران بیٹے ــــ یہ کیا ہے۔ یہ یہاں کیسے آ گیا" سر سلطان کی بری طرح کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" مرنے کے بعد فرشتوں سے پوچھ لیجئے گا" عمران نے مڑے بغیر جواب دیا۔

" سنو ــــ ادھر آؤ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں" سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ لیکن اس بار اس میں سختی کی بجائے پیار شامل تھا۔

" کیا بات ہے ــــ آپ تو استعفیٰ دے رہے تھے اور استعفیٰ کے بعد آپ کا حکم مجھ پر نہیں چل سکتا" عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے لہجے میں بھی وہ پہلے جیسی سرد مہری نہ تھی۔

" ادھر آؤ" ــــ سر سلطان نے جو کرسی سے اٹھ کر کھڑے تھے میز کی سائیڈ سے نکل کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے لمحے سر سلطان نے اس کے قریب پہنچ کر اس کا ایک کان پکڑ لیا

" شیطان تم اب مجھے بھی آنکھیں دکھانے پر اتر آئے ہو" سر سلطان نے کہا

" ارے۔ ارے۔ میرا کان تو چھوڑیئے۔ ارے ٹوٹ جائے گا اور پھر جولیا نے تو دیکھتے ہی انکار کر دینا ہے" عمران نے روتے ہوئے کہا لیکن اس نے کان چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔

" تم مجھے کہہ نہیں سکتے تھے کہ تم تھوڑی دیر بعد آؤ گے" سر سلطان نے اسی طرح کان پکڑے ہوئے عمران کو کرسی کی طرف لے آتے ہوئے کہا۔

" آپ نے بات کرنے ہی کہاں دی تھی۔ بس نادر شاہی حکم دے کر رسیور رکھ دیا تھا اور آپ کو تو معلوم ہے سب سے بڑا نادر شاہ تو میں خود ہوں" عمران نے کہا اور سر سلطان خود ہنس پڑے۔

" واقعی مجھے خیال نہ رہا تھا۔ دراصل میں نے ایسا تمہاری

فضول باتوں سے بچنے کے لیئے کیا تھا اور تمہارے نہ آنے پر کرنل
واسطی نے جو ریمارکس ادا کیئے تھے اس سے مجھے بے حد غصہ آگیا
تھا“ سر سلطان نے عمران کو کرسی پر بٹھا کر خود اپنی کرسی پر بیٹھتے
ہوئے کہا۔

” اس نے کیا کہا تھا“ عمران نے اپنا کان مسلتے ہوئے چونک
کر پوچھا۔

” بس نہ پوچھو ـــــ ورنہ مجھے دوبارہ غصہ آجائے گا“ سر سلطان
نے جواب دیا۔

” آپ بتا دیں تو شاید میں اس کے جواب میں آپ کو ایسی بات بتا
دوں کہ آپ کو غصہ آنا بند ہو جائے“ عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

” اس نے کہا تھا کہ عمران جیسے ہر مسخرے کو آپ نے سر پر چڑھا
رکھا ہے“ سر سلطان نے جواب دیا۔

” تو آپ نے اسے بتا دینا تھا کہ لینڈنگ تو اس کے اپنے سر پر ہو
سکتی ہے۔ آپ کے سر پر تو ایسا پلیٹ فارم ہی نہیں ہے“ عمران نے
کرنل واسطی کے گنجے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان
بے اختیار ہنس پڑے۔

” اچھا چھوڑو ـــــ لیکن یہ کیا چیز ہے۔ اور تمہیں اس کا کیسے
پتہ چلا ؟“ سر سلطان نے میز پر رکھا ہوا وہ گول سا ڈکٹافون
اٹھاتے ہوئے کہا۔

” اسے تھری لڑڈ ڈکٹافون کہتے ہیں اور جس نے اسے یہاں لگایا

ہے وہ شاید دنیا کا سب سے بڑا احمق ہے۔ کیونکہ اسے یہ معلوم
نہیں تھا کہ اگر سر سلطان اونچا سنتے ہیں تو ضروری نہیں کہ
علی عمران بھی اونچا سنتا ہو۔ اس میں سے مکھی جیسی بھنبھناہٹ
سنائی دیتی رہتی ہے۔ اس لیئے اسے تو ایسی جگہ لگایا جاتا ہے،
جہاں ارد گرد کے ماحول میں خاصا شور ہو ـــــ مجھے تو اندر
داخل ہوتے ہی اس کی آواز سنائی دے گئی تھی“
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

” تو پھر اسے یہاں کیوں لگایا گیا۔ اب جو آدمی میرے دفتر میں
اس قسم کی چیز لگانے کی ہمت کر سکتا ہے وہ اتنا احمق تو نہیں ہو
سکتا“ سر سلطان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

” تھری لڑڈ ڈکٹافون میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کی رینج بہت
وسیع ہوتی ہے۔ اس لیئے اسے یہاں لگایا گیا ہے“ عمران نے
جواب دیا اور سر سلطان نے اس طرح سر ہلایا جیسے اب انہیں اس
ڈکٹافون کے یہاں لگانے کا مقصد سمجھ میں آیا ہو۔

” لیکن یہ یہاں لگایا کس نے“ سر سلطان نے انتہائی پریشان
لہجے میں کہا۔

” اس کے لئے مجھے یا تو خود علم نجوم سیکھنا پڑے گا یا کسی فٹ پاتھ
پر بیٹھے ہوئے کسی نجومی کو دے کر زائچہ نکلوانا پڑے گا۔ لیکن ایک
بات ہے وہ لگانے والے کی ماں کا نام ضرور پوچھے گا۔ میری سمجھ
میں آج تک یہ نہیں آیا کہ آخر علم نجوم ماں کے نام پر کیوں چلتا ہے
کیا اسے باپ پر اعتماد نہیں ہوتا“ عمران نے منہ بناتے ہوئے

کہا اور سرسلطان اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑے۔
" آپ باپ ہو کر ہنس رہے ہیں ——— کمال ہے، ہنسوں تو
میں ہنسوں کہ ابھی تک یہ لقب مجھے نہیں مل سکا۔ آپ کو تو اس
کے خلاف باقاعدہ ایسوسی ایشن بنا کر احتجاج کرنا چاہیئے۔ آل
پاکستان باپ ایسوسی ایشن ——— ہاں یہ نام ٹھیک رہے گا"
عمران کی زبان حسب عادت چل پڑی۔
" تمہاری بکواس پھر شروع ہو گئی ——— بس اس بات
پر مجھے غصہ آتا ہے" سرسلطان نے کہا۔
" اچھا ——— یعنی باپ بنا بکواس ہے۔ کمال ہے" عمران
نے کہا اور سرسلطان اس بار بھی بے اختیار مسکرا دیئے۔
" باپ بننا بکواس نہیں، ایسوسی ایشن بنانا بکواس ہے"
سرسلطان نے سمجھاتے ہوئے کہا۔
" یعنی یہ آپ کا بیان ہے سیکرٹری وزارت خارجہ کا۔ ٹھیک
ہے میں آج ہی اخبار میں دے دیتا ہوں کہ سیکرٹری وزارت
خارجہ حکومت پاکستان ایسوسی ایشن بنانے کو بکواس سمجھتے ہیں
اور کہتے بھی ہیں" عمران نے کہا۔
" ارے ارے۔ خدا کے لئے ایسا نہ کرنا ورنہ پورے ملک
کے ایسوسی ایشن والے میری جان کو آجائیں گے" سرسلطان
نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
" تو پھر کچھ چائے وائے بلوائیے۔ کچھ خدمت کیجئے گھنٹہ ہو
گیا ہے۔ میری زبان بولتے بولتے تھک گئی ہے لیکن آپ کے

ان پر جوں تو ایک طرف ہاتھی بھی نہیں رینگتا" عمران نے کہا
اور سرسلطان نے ہنستے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور سیکرٹری
کو چائے بھجوانے کا کہا۔
" واہ ——— اب ہوئی نا بات ——— ہاں اب بتایئے کہ
یہ رن وے صاحب کیسے تشریف لے آئے تھے" عمران نے
سر ہلاتے ہوئے کہا۔
" رن وے صاحب ——— وہ کون ہے" سرسلطان نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
" رن کو انگریزی میں تو دوڑنے کو کہتے ہیں اور ہماری مقامی
زبان میں عورت اس کا مطلب ہوتا ہے۔ اور وے انگریزی
میں راستے کو کہتے ہیں اور ہماری مقامی زبان میں اس کا مطلب
ہوتا ہے۔ ارے۔ یعنی مخاطب کرنے کے لئے کہا جاتا ہے آپ
کس زبان میں مطلب پوچھنا چاہتے ہیں۔ ہر زبان کی فیس علیحدہ
علیحدہ ہو گی" عمران نے کہا۔
" یہ ہر بات میں تمہاری فیس کیوں ٹپک پڑتی ہے؟" سرسلطان
نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
" اگر سلیمان سپرنٹنڈنٹ فیاض کی فلیٹ میں آمد کے تیس پینتیس
ہزار روپے وصول کر سکتا ہے تو میں مطلب بتانے کی فیس نہیں
لے سکتا؟" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
" تم دونوں پکے شیطان ہو۔ مل کر اس غریب کا ہر وقت
ناطقہ بند کرتے رہتے ہو" سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ اگر غریب ہے تو پھر میرے متعلق آپ کا کیا خیال ہے" عمران نے کہا اور سر سلطان بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ عمران کی بات کا جواب دیتے، اچانک میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی "۔

"یس ——" سر سلطان نے رسیور اٹھا کر کہا۔

"صدر مملکت صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں" دوسری طرف سے پی اے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر —— میں سلطان بول رہا ہوں سر" سر سلطان نے رابطہ قائم ہونے کی مخصوص آواز سنتے ہی مودبانہ لہجے میں کہا

"سر سلطان —— مجھے ابھی کرنل واسطی نے براہ راست رپورٹ کی ہے کہ انہوں نے ایک اہم ترین مسئلہ کے بارے میں ایکسٹو سے بات کرنی چاہی لیکن ایکسٹو نے بات کرنے سے انکار کر دیا" صدر مملکت کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

"جی ہاں —— وہ میرے دفتر میں تشریف لائے تھے۔ اور انہوں نے یہی بتایا تھا کہ وہ انتہائی اہم ترین معاملے میں ایکسٹو سے براہ راست بات کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ایکسٹو سے براہ راست رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ میں نے انہیں بتایا کہ وہ حسب روٹین ایکسٹو کے نمائندے عمران سے بات کر لیں لیکن وہ کہنے لگے کہ نہیں وہ براہ راست ایکسٹو سے بات کریں گے —— میں نے پھر بھی علی عمران کو فون کر دیا کہ وہ آجائیں لیکن ان کے آنے سے قبل ہی وہ غصے میں اپنے

ساتھیوں سمیت اٹھ کر چلے گئے —— علی عمران صاحب میرے پاس اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہاں آتے ہی میری میز کے نیچے لگے ہوئے ایک ڈکٹا فون کو بھی برآمد کر لیا ہے "۔

سر سلطان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈکٹا فون —— آپ کی میز کے نیچے —— کیا مطلب —— کس نے اسے وہاں لگایا ہے" صدر مملکت کی شدید حیرت سے بھری آواز سنائی دی۔

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ میں فی الحال بغیر انکوائری کئے تو کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ اچھا ہوا کہ اس ڈکٹا فون کی موجودگی میں ایکسٹو سے بات نہیں ہوئی اور شاید انہی احتیاطوں کی وجہ سے ایکسٹو براہ راست بات نہیں کرتا۔"

سر سلطان نے کہا۔

"اوہ واقعی —— آپ اس ڈکٹا فون کے تنصیب کی پوری انکوائری کر کے مجھے رپورٹ دیں۔ آپ کے دفتر میں ڈکٹا فون کی موجودگی حکومت کے لئے انتہائی خطرناک ہو سکتی ہے۔ میں ابھی کرنل واسطی کو آرڈر کر دیتا ہوں کہ وہ ایکسٹو کے نمائندے سے بات کریں" صدر مملکت نے کہا۔

"علی عمران صاحب میرے پاس موجود ہیں۔ آپ کرنل واسطی کو آرڈر دے دیں کہ وہ ابھی یہاں آجائیں تاکہ بات ہو جائے"

سر سلطان نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں ابھی آرڈر کر دیتا ہوں" صدر مملکت نے کہا اور سر سلطان نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"چائے پہلے منگوالیں ورنہ خواہ مخواہ حصہ دار بن جائیں گے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان نے ہنستے ہوئے دوبارہ انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور چپڑاسی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے سائیڈ کی میز پر جا کر چائے کا سامان لگایا۔

"آؤ پھر چائے پی لیں" سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا اور عمران بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ آپ کو مہمانداری الاؤنس کتنا ملتا ہے؟" عمران نے دوسری میز پر بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

"مہمانداری الاؤنس ——— کیوں" سر سلطان نے چائے بناتے بناتے چونک کر پوچھا۔

"اس لئے پوچھ رہا ہوں تاکہ صدر مملکت کو سفارش کرا کر آپ کا الاؤنس بڑھوا دوں۔ کم از کم چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو تو مل جایا کرے گا۔ اب ظاہر ہے آپ تنخواہ میں تو کھلانے سے رہے" عمران نے کہا۔

"یہ پیٹیز اور سینڈوچز تو ہیں" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ان کے لئے ہیں جنہوں نے ناشتہ کیا ہوا ہو۔ میرے جیسے

غریب بھی تو آسکتا ہے" عمران نے کہا اور سر سلطان قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"کم از کم تم تو اپنے آپ کو غریب نہ کہا کرو" سر سلطان نے چائے کی پیالی بنا کر عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ کہا کروں۔ ایکسٹو مجھے سیکرٹ سروس میں شامل نہیں کرتا کہ تنخواہ دینا پڑے گی۔ ڈیڈی اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتے کہ گھر کا خرچہ بڑھ جاتا ہے۔ آپ صرف سینڈوچز اور پیٹیز پہ ٹرخا دیتے ہیں تو اب بتائیں میں کہاں جاؤں۔ کیا ایسا نہ کروں کہ آپ کے دفتر کے سامنے کسی بھیک منگوانے والے ٹھیکیدار کو دس بارہ لاکھ روپے پگڑی دے کر بھیک مانگنے کا اڈہ کرایہ پر لے لوں"

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دس بارہ لاکھ روپے پگڑی ——— بھیک منگوانے کے اڈے کی ——— کیا مطلب؟" سر سلطان عمران کی بات سن کر بری طرح چونک پڑے۔

"آپ کو کیا معلوم کہ دنیا کیا کیا کرتی ہے۔ آپ تو سمجھ رہے ہیں کہ مجھے ہی سب سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے ——— جناب بھیک مانگنے کے اڈے باقاعدہ نیلام ہوتے ہیں ——— مرکزی سیکرٹریٹ کا اڈہ دس بارہ لاکھ روپے سے کم نہیں مل سکتا"

عمران نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ جو بھیک مانگتا ہے اس کے پاس اتنی

رقم کہاں سے آئی۔ اور پھر کیا اسے بھیک مل جاتی ہو گی"
سر سلطان نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"ذرا اپنے چپڑاسی کو بلوایئے" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں ــــ کیا کہنا ہے اسے" سر سلطان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ بلوایئے تو سہی" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور سر سلطان نے میز کے کنارے سے لگا ہوا ایک بٹن پریس کر دیا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"یس سر" ــــ چپڑاسی نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سنو ــــ نیچے جو فقیر تمہیں سب سے زیادہ غریب نظر آئے اسے لے آؤ۔ میں نے زکوٰۃ کی رقم خیرات کرنی ہے۔ جلدی لے آؤ" ــــ عمران نے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"صاحب ۔ یہاں لے آؤں" چپڑاسی نے بُری طرح حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں لے آؤ ــــ جلدی" سر سلطان نے کہا اور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ دوبارہ کھلا اور چپڑاسی ایک بوڑھے سے آدمی کو لے کر اندر آیا۔ اس آدمی کے کپڑے بری طرح پھٹے ہوئے تھے۔ بال پریشان تھے اور وہ چہرے مہرے سے ہی انتہائی مظلوم اور غریب لگ رہا تھا۔ وہ بڑا گھبرایا ہوا اور پریشان لگ رہا تھا۔ اور بڑا جھجکا ہوا اندر آیا۔

"تم جاؤ" عمران نے چپڑاسی سے کہا اور چپڑاسی حیرت بھرے انداز میں سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ شاید یہ اس کی پوری زندگی کا انوکھا واقعہ تھا کہ سیکرٹری وزارت خارجہ کے دفتر میں جہاں بڑے بڑے افسروں کو داخلے کی اجازت نہ ملتی تھی وہاں اس طرح ایک فقیر کو بلایا گیا تھا۔

"اِدھر بیٹھو بابا" عمران نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"مم ۔ مم ــــ میں ......" بوڑھا بُری طرح ہکلایا۔

"بیٹھتے ہو یا نہیں" عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک ریوالور نظر آنے لگا۔

بوڑھے کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی بے ہوش ہو کر گر جائے گا۔ سر سلطان ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

"میں کہہ رہا ہوں بیٹھو" عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا تو بوڑھا بُری طرح کانپتا ہوا کرسی پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ کرسی پر بیٹھ کر کوئی ناقابل تلافی جرم کا ارتکاب کر رہا ہو۔

"سنو بابا ــــ جو کچھ میں پوچھوں۔ سچ سچ بتا دینا۔ مجھے سب معلوم ہے، جیسے ہی تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی کھوپڑی اڑا دوں گا سمجھے" عمران نے اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھے کا جسم خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپنے لگا۔

"کب سے بھیک مانگ رہے ہو؟" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم ——— ایک سال سے"۔ بوڑھے نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

"کتنی رقم دی تھی ٹھیکیدار کو اڈے کی"۔ عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"مم۔ مم ......" بوڑھے نے رکتے جھجک کر کہا۔ اور عمران نے ریوالور کا دباؤ کنپٹی پر بڑھا دیا۔

"سچ سچ بتاؤ ورنہ ....." عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"دو ——— دو ——— دو لاکھ روپے"۔ بوڑھے نے کہا۔ اور اس بار سر سلطان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"کتنا کرایہ دیتے ہو اڈے کا"۔ عمران نے دوبارہ سرد لہجے میں پوچھا۔

"پپ۔ پپ ——— پانچ سو روپے مہینہ"۔ بوڑھے نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا چہرہ بری طرح لرز رہا تھا اور اس کے منہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے وہ زندہ آدمی ہونے کی بجائے کوئی روح ہو۔

"کتنا روز کما لیتے ہو ——— سچ سچ بتانا ورنہ ....." عمران نے لہجے میں اور زیادہ غراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ریوالور کا دباؤ اور زیادہ بڑھا دیا۔

"سس۔ سس ——— سات سو روپیہ"۔ بوڑھے نے مرجانے

والے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب ہے تم واقعی زکوٰۃ کے مستحق ہو ——— یہ لو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے نہ صرف ریوالور ہٹا لیا بلکہ جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر بوڑھے کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"جاؤ اب"۔ سر سلطان نے پہلی بار کہا۔ اور بوڑھا اس طرح اٹھ کر بھاگنے لگا جیسے اس کے پیچھے طوفان آ رہا ہو۔

"سنو ——— میں ایک مہینہ دیکھوں گا۔ اگر تم یہ اڈہ بیچ کر بھاگے تو گولی مار دوں گا ——— سمجھے۔ جاؤ۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا اور بوڑھا جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"میں نے کہا ڈر کر کہیں اڈہ ہی نہ چھوڑ جائے اور ٹھیکیدار کو مفت میں تین چار لاکھ روپے اور مل جائیں"۔ عمران نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ——— میرے لئے واقعی انتہائی حیرت انگیز بات ہے"۔ سر سلطان نے کہا۔

"اب بھی آپ مجھے غریب نہ کہیں گے؟" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجھے اپنے آپ کو غریب کہنا چاہیئے"۔ سر سلطان نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ تھا۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں پلیٹ میں

رکھا ہوا کارڈ سر سلطان کے سامنے رکھ دیا۔

"کرنل واسطی —— کتنے آدمی ہیں" سر سلطان نے چونک کر کارڈ دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر —— ان کے ساتھ دو آدمی ہیں" چپڑاسی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے —— لے آؤ انہیں" سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چپڑاسی نے جلدی سے برتن سمیٹنے شروع کر دیئے۔

"چائے کا شکریہ جناب۔ چلو شام تک آسرا ہو گیا، شام کو کوئی اور سخی مل جائے گا۔ اب مجھے اجازت" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب —— کرنل واسطی آیا ہے" سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ رن وے —— لیکن کون انگریزی والا یا مقامی زبان والا" عمران نے کہا اور سر سلطان قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"اچھا اچھا —— اب سمجھا۔ تم اس کے گنجے سر کے بارے میں کہہ رہے تھے" سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غریب آدمی کی قسمت ایسی ہی ہوتی ہے جہاں فیس ملنے کی کوئی امید پیدا ہوتی ہے وہیں دوسروں کو مطلب خود بخود سمجھ آجاتا ہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

اور سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔ چپڑاسی اس دوران ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کہتے ہیں تو میں لینڈنگ کی کوشش کرتا ہوں" عمران نے کہا اور سر سلطان اس کا اشارہ سمجھ کر ہنس پڑے۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور گنجے سر والا کرنل واسطی جو کہ ملٹری انٹیلیجنس کا سربراہ تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے۔

"خوش آمدید کرنل واسطی" سر سلطان نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم —— معاف کیجئے مجھے فارسی نہیں آتی، اس لئے سوری" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن نہ ہی وہ کرسی سے اٹھا اور نہ اس نے کسی سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ کرنل واسطی نے تو صرف ہونٹ بھینچ لئے۔ البتہ اس کے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں کے چہروں پر حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"سر سلطان —— یہ میجر عدنان ہیں اور یہ کیپٹن آصف" دونوں کا تعلق ملٹری انٹیلیجنس سے ہے" کرنل واسطی نے دونوں کا سر سلطان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"پہلے آپ نے تعارف تو کرایا تھا۔ ٹھیک ہے۔ تشریف رکھیئے اور بتایئے کیا پرابلم ہے" سر سلطان نے سرد لہجے میں کہا۔ انہیں شاید اس بات پر غصہ تھا کہ کرنل واسطی نے صدر مملکت سے ان کی شکایت کی تھی۔

"مجھے صدر مملکت نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس اہم مسئلے کے

متعلق بتاؤں لیکن میں کسی غیر متعلق آدمی کے سامنے بات نہیں کر سکتا" کرنل واسطی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ علی عمران ایکسٹو کا نمائندہ ہے لیکن شاید اپنے ماتحتوں کے سامنے عمران کے رویئے کی وجہ سے اسے غصہ آ گیا تھا۔

"یہ سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کے خصوصی نمائندہ علی عمران ہیں —— غیر متعلق آدمی نہیں ہیں" سر سلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا میں اس کی تصدیق کے لیئے کوئی کارڈ وغیرہ طلب کر سکتا ہوں" کرنل واسطی واقعی اکھڑ گیا تھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ بالکل —— آپ جیسے با اصول آدمی کو لازماً ایسا ہی کرنا چاہیئے —— یہ دیکھئے —— یہ کارڈ" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر رکھا ہوا ڈکٹا فون اٹھا کر بڑے مودبانہ انداز میں کرنل واسطی کی طرف بڑھا دیا۔

"کک —— کک —— کیا مطلب۔ یہ تو ڈکٹا فون ہے" کرنل واسطی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سیکرٹ سروس سے متعلق آدمی کا شناختی کارڈ تو یہی ہو سکتا ہے کیوں میجر عدنان" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ میجر عدنان سے مخاطب ہو گیا۔ لیکن میجر عدنان صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"یہ ڈکٹا فون آپ کی یہاں آمد کے سلسلہ میں میرے کمرے میں

نصب کیا گیا تھا جسے آپ کے بعد علی عمران نے آ کر ٹریس کیا ہے اور میں صدر مملکت کو اس کی رپورٹ دے چکا ہوں اور انہوں نے مجھے اس سلسلے میں مکمل انکوائری کے اختیارات دیئے ہیں۔ آپ کا اس سلسلے میں کیا جواب ہے" سر سلطان کا لہجہ بے حد سخت تھا۔ اب تو کرنل واسطی بری طرح چونک پڑا۔

"مم۔ مم —— میری آمد کے سلسلے میں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟" کرنل واسطی واقعی گھبرا گیا تھا۔

"یہ اس سلسلے میں جناب ملٹری انٹیلیجنس کے سربراہ صاحب کہ آپ جس معاملے میں ایکسٹو سے براہ راست بات کرنے پر بضد تھے اس کے متعلق رپورٹ حاصل کرنے کے لیئے —— اور یہ بھی بتا دوں کہ اس کا لگانے والا آپ کے دفتر سے متعلق ہے" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ میرے دفتر سے —— یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں احتجاج کرتا ہوں" کرنل واسطی نے یکلخت غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر سلطان —— آپ ذرا چپڑاسی کو بلوایئے" عمران نے کہا اور سر سلطان نے سر ہلاتے ہوئے میز کی سائیڈ پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور باوردی چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"یس سر" اس نے قریب آ کر بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔ یہ چپڑاسی سر سلطان کا خاصا پرانا ملازم تھا اور عمران اسے اچھی

طرح جانتا تھا۔

"بابا لطیف —— یہ بتاؤ۔ جب کرنل صاحب پہلے آئے تھے۔ ان کی آمد سے پہلے تم چائے پینے گئے تھے تو کتنی دیر لگا کر آئے تھے؟" عمران نے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم۔ مم —— میں پی اے صاحب سے پوچھ کر گیا تھا جناب"۔ چپڑاسی نے یکلخت کانپتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ تم کس سے پوچھ کر گئے تھے۔ کتنی دیر لگی تھی تمہیں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ج۔ ج۔ جی دس منٹ"۔ چپڑاسی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"سر ذرا پی اے کو بلوائیے"۔ عمران نے سر سلطان سے کہا اور سر سلطان نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور پی اے کو دفتر آنے کا حکم دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پی اے اندر داخل ہوا۔ یہ بھی سر سلطان کا پرانا ملازم تھا۔

"راحیل صاحب —— جب بابا لطیف چائے پینے گیا، آپ کتنی دیر کے لئے فون سے اٹھ کر گئے تھے"۔ عمران نے پی اے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"مم۔ میں۔ میں صرف باتھ روم تک گیا تھا"۔ پی اے نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس وقت ویٹنگ روم میں کون موجود تھا؟" عمران نے پوچھا۔

"اس وقت یہاں ایک صاحب آئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے ایک ذاتی کام سے سر سے ملنا ہے لیکن میں نے انہیں جواب دے دیا۔ تو وہ چلے گئے۔ جب میں باتھ روم جانے کے لئے اٹھا تو وہ جا رہے تھے"۔ پی اے نے جواب دیا۔

"اس کا قد چھ فٹ کے قریب تھا اور وہ لنگڑا کر چلتا تھا، ٹھیک کہہ رہا ہوں میں"۔ عمران نے کہا۔

"ج۔ ج۔ جی ہاں جناب۔ بالکل ایسا ہی تھا جناب"۔ پی اے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے —— تم دونوں جا سکتے ہو"۔ عمران نے کہا اور چپڑاسی اور پی اے دونوں واپس جانے کے لئے مڑ گئے۔

"کیا تم اسے جانتے ہو"۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور اس نے میز پر رکھا ہوا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکا لیا۔ اس نے نیچے لگا ہوا سفید رنگ کا بٹن دبا کر لائن ڈائریکٹ کی اور تیزی سے نمبر ملانے لگا۔

"یس سر —— ٹائیگر سپیکنگ"۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں —— سنو۔ فوری طور پر ملٹری انٹیلیجنس کے ہیڈ کوارٹر سے معلوم کرو کہ چھ فٹ قد، بھاری جسم اور قدرے لنگڑا کر چلنے والا آدمی آج وہاں کس سے جا کر ملا تھا۔

میں تمہیں زیادہ سے زیادہ دس منٹ دے سکتا ہوں۔ رپورٹ مجھے سر سلطان کے دفتر فون پر دو۔ میں وہاں موجود ہوں ''
عمران نے سخت لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

'' میرے ہیڈ کوارٹر میں '' کرنل واسطی نے یکلخت بھڑکتے ہوئے کہا۔

'' آپ کے نہیں ملٹری انٹیلیجنس کے ہیڈ کوارٹر کی بات کر رہا ہوں کرنل واسطی صاحب ---- سربراہی کچھ اور چیز ہوتی ہے اور ایجنٹی کچھ اور '' عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

'' یہ ناممکن ہے ---- ایسا نہیں ہو سکتا '' کرنل واسطی نے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

'' آپ پلیز خاموش رہیں '' سر سلطان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور کرنل واسطی ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

پھر دس منٹ تو کجا صرف دو منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سر سلطان نے ریسیور اٹھا لیا۔

'' سر ---- کوئی صاحب عمران صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اپنا نام نہیں بتا رہے '' دوسری طرف سے پی اے کی آواز سنائی دی۔

'' بات کراؤ ---- '' سر سلطان نے خاموش لہجے میں کہا۔ اور ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بٹن دبا کر لائن ڈائریکٹ کر دی۔

'' یس ---- عمران بول رہا ہوں '' عمران نے کہا۔

'' سر ---- ٹائیگر بول رہا ہوں جناب میں نے معلوم کر لیا ہے جناب۔ انکوائری پر میرا ایک دوست تعینات ہے۔ اس آدمی کا نام رضوان ہے جو ملنے گیا تھا اور وہ ملٹری انٹیلیجنس کے سربراہ کرنل واسطی کے پی اے کیپٹن ہاشم سے وزیٹرز روم میں ملا تھا جناب '' ٹائیگر نے کہا۔

'' ٹھیک ہے '' عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا۔

'' کیا معلوم ہوا؟ '' سر سلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

'' ابھی بتاتا ہوں '' عمران نے کہا اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

'' ایکسٹو ---- '' چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

'' سر ---- میں عمران بول رہا ہوں سر سلطان کے دفتر سے۔ یہاں ملٹری انٹیلیجنس کے سربراہ کرنل واسطی کوئی اہم مسئلہ ڈسکس کرنے تشریف لائے تھے لیکن میں وقت پر نہ پہنچ سکا تو وہ ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے تھے۔ جب میں پہنچا تو میں نے سر سلطان کی میز کے نیچے ایک تھری ٹو ڈکٹا فون نصب دیکھا۔ چنانچہ میرے کہنے پر سر سلطان نے صدر مملکت سے بات کر کے کرنل صاحب کو دوبارہ اپنے ---- دفتر میں آنے کا حکم دیا۔ میں نے انکوائری کر لی ہے جناب۔

یہ ڈکٹا فون کرنل واسطی کے پی اے کیپٹن ہاشم نے ایک شخص رضوان کی مدد سے لگوایا ہے اور یہ رضوان نامی آدمی نے ہی

لگایا ہے جو مرکزی سیکرٹریٹ میں اکاؤنٹس برانچ میں سپرنٹنڈنٹ ہے۔ آپ براہ مہربانی ان دونوں کی فوری گرفتاری اور انہیں سر سلطان کے دفتر میں پہنچانے کے احکامات جاری فرما دیں۔ تاکہ صدر مملکت کو سر سلطان تفصیلی رپورٹ دے سکیں۔"
عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" دوسری طرف سے ایکسٹو نے جواب دیا، اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور عمران نے مسکراتے ہوئے رلیسیور رکھ دیا۔

"لیجئے جناب کرنل صاحب ـــــ میں تو یہاں بیٹھ کر بھی خدمت کر سکتا ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کرنل واسطی کا چہرہ اس طرح پھڑکنے لگا جیسے اسے لرزہ کا تیز بخار ہو۔ اس کے ساتھی میجر عدنان اور کیپٹن آصف دونوں کے چہروں پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ عمران کی بجائے اپنے سامنے کسی مافوق الفطرت طاقت کو موجود دیکھ رہے ہوں۔

"وہ تو آتے رہیں گے ـــــ آپ فرمائیں مسئلہ کیا ہے یا آپ ایکسٹو سے براہ راست بات کرنا پسند کریں گے؟"
عمران نے کہا۔

"اوہ ـــــ عمران صاحب ـــــ مم ـــــ مم ـــــ میں معافی چاہتا ہوں۔ میں اب تک صرف یہی سمجھتا رہا ہوں کہ آپ شاید سر سلطان کے عزیز ہیں۔ اس لئے سر سلطان اور ایکسٹو نے آپ کو ایک ماڈل بنایا ہوا ہے۔ لیکن آج مجھے احساس ہو گیا ہے کہ

کہ میں شدید غلطی پر رہا ہوں۔ آپ کی ذہانت اور کارکردگی تو میری پوری انٹیلیجنس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"
کرنل واسطی نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"لیجئے سر سلطان ـــــ یہ سکوپ بھی گیا ـــــ میں نے سوچا تھا چلو کچھ فیس بن جائے گی لیکن یہ بھی معافی مانگ رہے ہیں۔"
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے ـــــ تم میں یہی عادت بری ہے کہ تم موقع محل دیکھے بغیر غیر سنجیدہ ہو جاتے ہو۔" سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یعنی موقعہ بھی دیکھوں اور محل بھی۔ اچھا یہ دونوں کہاں پر واقع ہیں۔" عمران نے کہا۔

"کرنل صاحب ـــــ آپ فرمائیں۔" سر سلطان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کرنل واسطی کو مخاطب کر کے کہا۔

"سر ـــــ بات یہ ہے کہ ہمیں حکومت کی طرف سے انتہائی خفیہ طور پر ایک مشن سونپا گیا تھا۔ آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ ہماری حکومت ایک اہم دفاعی ہتھیار تیار کرنے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ ہتھیار ہمارے دفاع کے لئے بے حد اہم ہے۔ مجھے اس کی تفصیلات کا علم نہیں اور نہ مجھے بتایا گیا ہے۔ مجھے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ ایکریمیا کے دارالحکومت میں ایک مخصوص پاؤڈر بنانے والی پرائیویٹ فیکٹری ہے۔ اس پاؤڈر کا کوڈ نام

ٹی سکس ہے۔ یہ پاؤڈر ویسے تو سمندر کی انتہائی گہرائی میں جانچ پڑتال کرنے والی آبدوزوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہ عام پاؤڈر ہے۔ لیکن اس فیکٹری کا ایک خفیہ شعبہ اس کی ایک خاص قسم تیار کرتا ہے، جس کو ٹی سکس اسے کہا جاتا ہے۔

یہ ٹی سکس اسے پاؤڈر حکومت ایکریمیا کی وزارت دفاع کے مخصوص اجازت نامے کے بغیر کسی کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری حکومت کو اپنے دفاعی ہتھیار کے لئے اس ٹی سکس لے پاؤڈر کی ایک پاؤنڈ مقدار کی ضرورت ہے۔ حکومت نے پہلے تو خفیہ طور پر تاجرانہ انداز میں یہ پاؤڈر خریدنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں ناکام ہو گئی۔ چونکہ ہماری حکومت اس پاؤڈر کے سلسلہ میں کسی بھی طرح حکومت ایکریمیا یا ایکریمیا پریس کو آگاہ ہونے نہیں دینا چاہتی۔ اس لئے ملٹری انٹیلیجنس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ ہدایت بھی کر دیا گیا کہ ہم بالکل نئے ایجنٹ وہاں بھیجیں جو انتہائی خفیہ انداز میں وہاں کام کر کے پاؤڈر حاصل کر کے پاکیشیا پہنچا دیں۔

اس پر میں نے میجر عدنان اور کیپٹن آصف کو وہاں بھیجا ---- کیپٹن آصف ہمارے محکمہ میں نئے ہیں اور ابھی حال ہی میں مطلوبہ ٹریننگ پوری کر کے آئے ہیں۔ میجر عدنان پرانے ایجنٹ ہیں لیکن اتفاق ہے کہ یہ اب تک کسی مشن پر ایکریمیا نہ گئے تھے۔ یہ دونوں وہاں گئے۔ میجر عدنان نے انتہائی عقلمندی سے وہاں ایک ایسے پیشہ ور گروپ کا پتہ لگایا جو اس قسم کے خفیہ سودوں میں ملوث

رہتا ہے۔ اسے راجر گروپ کہا جاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک کاروباری گروپ ہے۔ لیکن انتہائی خفیہ طور پر یہ اس دھندے میں ملوث ہے میجر عدنان نے اس گروپ کے سربراہ راجر سے سودا کیا اور راجر نے مشن مکمل کر دینے کا انتہائی بھاری معاوضے پر سودا کیا۔

لیکن ہوا یہ کہ راجر کا گروپ جب مخصوص سلنڈر میں وہ پاؤڈر لے کر ایک ویران پہاڑی علاقے میں کاروں پر گیا تو ان کی کاروں کو ایک ہیلی کاپٹر سے میزائل پھینک کر تباہ کر دیا۔ لیکن راجر بچ گیا اور اس نے اپنے طور پر معلومات حاصل کیں تو اسے پتہ چلا کہ یہ کارروائی ایکریمیا کی کسی خاص ایجنسی کی ہے جسے ریڈ ایجنسی کہا جاتا ہے۔" کرنل واسطی نے کہا۔

" ریڈ ایجنسی "---- عمران ریڈ ایجنسی کا نام سنتے ہی چونک کر سیدھا ہو گیا۔

" جی ہاں ---- راجر نے میجر عدنان کو یہی نام بتایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی راجر نے یہ سودا مزید جاری رکھنے سے معذرت کی اور پوری رقم واپس کر دی۔ اس کے کہنے کے مطابق ریڈ ایجنسی سے وہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ میجر عدنان کو میری ہدایت یہی تھی کہ جیسے ہی انہیں یہ احساس ہو کہ کوئی سرکاری ادارہ اس مشن میں دلچسپی لے رہا ہے وہ فوراً بغیر کچھ کئے واپس آ جائیں۔

چنانچہ یہ فوراً ہی واپس چلے آئے۔ میں نے اس سلسلہ میں صدر مملکت کو رپورٹ دی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب یہ مشن ایکسٹو کو سونپا جائے اور مجھے حکم دیا کہ میں ایکسٹو کو اس بارے میں تمام

تفصیلات مہیا کر دوں ۔ چنانچہ میں ان دونوں ایجنٹس سمیت یہاں آ گیا ہوں ۔" کرنل واسطی نے بڑے مودبانہ لہجے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ۔

" اس کی فائل "—— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا ۔ اور کرنل واسطی نے سر ہلاتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں تہہ کر کے رکھی ہوئی ایک فائل نکالی اور اس طرح عمران کے سامنے رکھ دی جیسے کوئی ماتحت اپنے آفیسر کے سامنے فائل رکھتا ہے ۔ وہ ذہنی طور پر شاید عمران سے بری طرح مرعوب ہو چکا تھا ۔

عمران نے ابھی فائل کھولی ہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور سر سلطان نے چونک کر رسیور اٹھا لیا ۔

" سر —— ایکسٹو بات کرنا چاہتے ہیں عمران صاحب سے "

دوسری طرف سے پی اے کی مودبانہ انداز میں آواز سنائی دی ۔

" یس "—— سر سلطان نے کہا اور رسیور عمران کی طرف بڑھا کر انہوں نے لائن ڈائریکٹ کرنے والا بٹن دبا دیا ۔

" یس سر —— عمران بول رہا ہوں " عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا ۔

" کیپٹن ہاشم اور رضوان دونوں نے زہریلے کیپسول چبا کر گرفتاری کے وقت خودکشی کر لی ہے " دوسری طرف سے ایکسٹو نے سپاٹ لہجے میں کہا ۔

" ٹھیک ہے —— انہیں کرنا ہی ایسا چاہیئے تھا ۔ شکریہ " عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور

رکھ دیا ۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں ۔

" کیا ہوا —— ؟" سر سلطان نے عمران کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

" کیپٹن ہاشم اور اس آدمی رضوان دونوں نے گرفتاری کے وقت زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی ہے " عمران نے سپاٹ سے لہجے میں جواب دیا ۔ اور فائل کھول کر پڑھنی شروع کر دی ۔

" میجر —— آپ نے راجہ گروپ کو کیسے تلاش کیا ۔ اور کس کے ذریعے رابطہ کر کے اس سے سودا کیا ۔" عمران نے فائل بند کر کے میجر عدنان سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" سر —— ایکریمیا میں زیر زمین دنیا کا ایک آدمی ہے ۔ جانسن ۔ وہ ایک مجرم تنظیم بلیو آئی سے متعلق ہے ۔ ایک کیس کے دوران میں نے اس پر ایک احسان کیا تھا —— بلیو آئی کا تعلق صرف منشیات سے ہے ۔ لیکن جانسن بے حد خبردار آدمی ہے ۔ میں نے اس سے بات کی تو اس نے مجھے راجہ کی ٹپ دی ۔ اور پھر راجہ سے بات چیت بھی اسی نے کرائی ۔"

میجر عدنان نے جواب دیا ۔

" یہ راجہ وہی ہے جس کا دفتر سن رائز کمرشل سنٹر کی تیسری منزل پر ہے ۔ سن رائز ٹریڈرز " عمران نے کہا ۔

" جی ہاں —— بالکل وہی جناب —— کیا آپ اسے جانتے ہیں سر " میجر عدنان کا چہرہ حیرت سے مسخ ہونے کے قریب ہو گیا ۔

"وہ مجھے جانتا ہے اور تم اس جاسوس کی بات کر رہے ہو جس کی ایک آنکھ پتھر کی ہے"۔ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ یس سر ۔۔۔ یس سر ۔۔۔ بالکل وہی سر"۔

میجر عدنان کی آنکھیں اب اس حد تک حیرت سے پھیل گئی تھیں کہ شاید اب مزید پھیلنے کی گنجائش نہ تھی۔ ورنہ وہ لازماً عمران کی بات سن کر مزید پھیل جاتیں۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں ایکسٹو کو رپورٹ کر دوں گا۔ اس کے بعد اگر ایکسٹو نے اس کیس میں دلچسپی لی تو ٹھیک ورنہ وہ خود ہی صدر مملکت سے بات کر لیں گے ۔۔۔ آپ بہرحال فارغ ہیں"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور فائل تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لی۔

"اگر آپ کو میجر عدنان یا کیپٹن آصف کی خدمات کی ضرورت ہو تو یہ ہر وقت حاضر ہیں۔ میں اس لئے انہیں ساتھ لایا تھا"۔ کرنل واسطی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اس کا فیصلہ بھی ایکسٹو ہی کر سکتا ہے۔ میری حیثیت تو آپ اس شخص جیسی سمجھ لیں کہ بس رابطہ کا کام کرتا ہوں اور اسی رابطے کی تنخواہ لیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"اچھا سر سلطان ۔۔۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے ابھی جا کر اس کیپٹن ہاشم کے بارے میں مفصل انکوائری کرنی ہے"۔ کرنل واسطی نے کہا۔

"کیپٹن ہاشم کے علاوہ آپ کے دفتر کے کتنے افراد کو معلوم ہے

کہ آپ سر سلطان کے پاس آئے ہیں"۔ عمران نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"کسی کو معلوم نہیں۔ صرف کیپٹن ہاشم کو علم تھا کیونکہ وہ میرا پی اے تھا۔ ورنہ تو میں نے اتنی احتیاط کی ہے کہ کار بھی خود ڈرائیو کی ہے۔ اور ان دونوں کو بھی میں نے ان کی رہائش گاہوں سے پک کیا ہے"۔ کرنل واسطی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ میجر عدنان اور کیپٹن آصف اس کا ذکر کسی سے نہ کریں گے"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ سر ہم سمجھتے ہیں سر ۔۔۔ ویسے سر میری ذاتی درخواست ہے سر۔ اگر اس مشن پر ہمیں بھی سیکرٹ سروس کے ساتھ بھجوا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے فخر کی بات ہو گی"۔ میجر عدنان نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ۔۔۔ یہ سب ایکسٹو کی مرضی پر منحصر ہے"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب سلام کر کے واپس مڑے۔ ویسے میجر عدنان اور کیپٹن آصف کی نظروں میں عمران کے لئے جو تحسین کے آثار نمایاں تھے، وہ عمران سے بھی پنہاں نہ تھے۔

"یہ تم نے ڈکٹافون لگانے والے کا قد جسم اور دیگر تفصیلات کیسے معلوم کر لیں ۔۔۔ کیا تم نے اسے دیکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ وہ ملٹری انٹیلیجنس میں کسی

سے ملا ہوگا" سر سلطان نے کرنل داسطی اور اس کے ساتھیوں
کے دروازے سے باہر نکلتے ہی تیزی سے کہا۔
ان کا انداز ایسا تھا جیسے نجانے کتنی دیر سے وہ یہ سوال پوچھنے
کے لئے بے چین تھے۔
"کبھی کبھی میرے اندر شرلاک ہومز کی روح داخل ہو جاتی ہے"
عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ ــــ تم نے واقعی مجھے
حیرت زدہ کر دیا ہے" سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن ان
کے غصے میں بھی پیار اور عمران پر فخر کرنے کا انداز جھلک رہا تھا۔
"جس طرح کوئی نجوم کا ماہر ہوتا ہے کوئی رمل کا۔ کوئی خارجہ پالیسی کا
اسی طرح میں ایک علم کا ماہر ہوں جسے علم اندازہ کہا جاتا ہے۔
اس علم کے ذریعے سوپر فیاض کی جیب سے رقم نکلواتا ہوں اور
اسی علم سے بڑے بڑے اکڑے ہوئے سروں کو جھکنے پر مجبور کر
دیتا ہوں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"علم اندازہ ــــ یہ کیا بات ہوئی۔ تم مجھے ٹال رہے ہو"
سر سلطان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"شرلاک ہومز کو بھی یہی علم آتا تھا۔ آپ ناراض ہو رہے
ہیں تو تفصیل بتا دوں ــــ ویسے تفصیل بتانے کے بعد علم اندازے
کے ماہر کا سارا رعب ختم ہو جائے گا ۔ بس یہی کمزوری ہے اس
علم میں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"پھر وہی بکواس" سر سلطان نے کہا۔

"اچھا ــــ تو آپ علم اندازے کو بکواس کہہ رہے ہیں۔ میں
علم اندازے جیسے مقدس علم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا"
عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے ارے بیٹھو ــــ اچھا سنو اب۔ تمہارا علم واقعی
مقدس ہے بڑا شاندار ہے۔ بس اب تو بتاؤ ــــ مجھے خواہ مخواہ
خلجان سا رہے گا" سر سلطان نے بے چین سے لہجے میں کہا اور
عمران سر سلطان کی ذہنی حالت کو سمجھ کر بے اختیار ہنس پڑا۔
"آپ واقعی بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔ بہر حال بوڑھا ہونا
کوئی جرم نہیں ہے بلکہ اس کے تو بڑے فائدے ہیں۔ خضاب
کے خرچ سے بچ جاتا ہے ــــ لوگ عزت سے بات کرتے ہیں۔
غلطیاں بزرگ سمجھ کر نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اور نوجوان لڑکیاں
انکل کہہ کر بڑی بے تکلفی سے بات کر لیتی ہیں اور......"
عمران کی زبان ایک بار پھر چل پڑی۔
"توبہ ــــ تم سے تو بات کرنا بھی ایک مصیبت ہے"
سر سلطان نے بری طرح زچ ہوتے ہوئے کہا۔
"ہر بزرگ نوجوانوں سے بات کرتے ہوئے یہی کچھ کہتا ہے۔
بہرحال آپ کے وقت کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ میرا وقت بیحد
قیمتی ہے۔ اس لئے مختصر طور پر بتا دیتا ہوں ــــ اس رضوان
نامی آدمی کے قد کا اندازہ میں نے اس طرح لگایا تھا کہ قدرتی طور
پر لمبے قد کے آدمی کے بازو بھی لمبے ہوتے ہیں اور یہ بھی نفسیاتی
بات ہے کہ جب کوئی آدمی کسی چیز کو چھپانے کے لئے کسی جگہ سے نیچے

رکھتا ہے تو وہ اسے زیادہ سے زیادہ دور کرنے کی کوشش
کرتا ہے۔ اور جس جگہ یہ میز کے نیچے یہ ڈکٹافون لگا ہوا تھا اس
فاصلہ سے میں نے اس کے لگانے والے کے بازو کی لمبائی اور
بازو کی لمبائی سے اس کے قد کا اندازہ کیا تھا۔ اور جہاں تک چال
میں لنگڑاہٹ کا تعلق ہے تو یہ بڑی سیدھی سی بات تھی۔ اس میز کی
طرف عام طور پر سوائے صفائی کرنے والے کے کوئی نہیں جاتا اور
صفائی شام کو دفتر بند ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

جس جگہ پر میز موجود ہے وہاں آپ کے آفس قالین پر قدموں
کا دباؤ موجود ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا لیکن غور سے دیکھنے پر اس
کا احساس ہو جاتا ہے۔ اور یہ دباؤ دروازے سے میز تک موجود
ہے۔ جس میں ایک جگہ دباؤ زیادہ اور دوسری جگہ نسبتاً کم ہے یہی
صورت حال پورے فاصلے میں ہے۔ اس طرح چال میں ہلکی سی
لنگڑاہٹ کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور جو دباؤ ہے وہ
اپنی ماہیت کے مطابق بتا رہا ہے کہ جس پیر کا دباؤ ہے وہ پیر کسی
بھاری جسم سے متعلق ہے۔

اب رہی یہ بات کہ یہ آدمی ملٹری انٹیلیجنس میں کسی سے ملنے گیا
ہوگا تو اتنا زیادہ اندازہ آپ بھی لگا سکتے ہیں کہ ڈکٹافون کا مقصد
کرنل واسطی اور آپ کی گفتگو سننا تھا اور یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں
کہ تھری ٹو ڈکٹافون طویل فاصلے کے لئے کام کرتا ہے۔ اب باقی
تفصیل بھی بتاؤں یا...... "
عمران نے مسکرا کر کہا۔

" اوہ ـــــ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ـــــ واقعی تم اندازے
کے علم میں ماہر ہو ـــــ مجھے تم پر فخر ہے " سر سلطان نے بڑے
عقیدت بھرے انداز میں کہا۔

" خالی فخر سے پیٹ نہیں بھرتا بیچارے عالم کا ـــــ کچھ
فیس وغیرہ بھی دے دیجئے " عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور
سر سلطان ہنس پڑے۔

" تم نے شاید اب مجھے بھی سپرنٹنڈنٹ فیاض سمجھ لیا ہے۔ اچھا
اب اس کیس کا کیا کرنا ہے ـــــ میں صدر مملکت کو کیا رپورٹ
دوں " سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" فی الحال میں سوچوں گا پھر آپ سے بات ہوگی۔ خدا حافظ "
عمران نے یکلخت سنجیدہ ہو کر کہا۔ اور تیزی سے مڑ کر بیرونی
دروازے کی طرف مڑ گیا۔

" سیکرٹریٹ سے باہر نکل کر عمران نے کار کا رخ سر داور
کی لیبارٹری کی طرف موڑ دیا۔ اس نے سر سلطان سے بھی سوچ
کرنے کی بات اس لئے کی تھی کہ وہ پہلے اس سارے معاملے کو
سر داور سے اچھی طرح ڈسکس کر لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ جس پاؤڈر کی
اس فائل میں تفصیلات دی گئی تھیں وہ اس کے علم کے مطابق
سر داور کافی عرصہ پہلے تیار کر چکے تھے۔ کیونکہ ایکبار سر داور نے
اس کے متعلق عمران کو تفصیلات بتائی تھیں۔ اس لئے اس نے سوچا
تھا کہ ہو سکتا ہے سر داور نے اس پاؤڈر کے متعلق حکومت کو مطلع
نہ کیا ہو۔

جولیا آج شاپنگ کے سلسلے میں مین مارکیٹ میں گھومتی پھر رہی تھی۔ تنویر اس کے ساتھ تھا۔ جولیا کی عادت سی بن گئی تھی کہ وہ جب بھی شاپنگ کے لئے جاتی، تنویر کو اپنے ہمراہ ضرور لے جاتی تھی۔ حالانکہ باوجود کوشش کے وہ تنویر کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہونے دیتی تھی۔ بلکہ شاپنگ کے علاوہ اس روز چائے اور کھانے کا خرچ بھی جولیا خود کرتی تھی۔ لیکن تنویر کے ساتھ شاپنگ کرتے ہوئے اسے نفسیاتی طور پر بے حد لطف آتا تھا۔ کیونکہ پاکیشیا کے لوگوں کے مزاج کو اب اچھی طرح جان گئی تھی۔ کہ وہ خوبصورت لڑکی کو اس وقت تک دیکھتے رہنا جب تک کہ وہ نظر آتی رہے یہاں کے مردوں کی عادت ثانیہ سی بن گئی تھی۔ اور ان مردوں میں نوجوان ہی نہیں، بڑی عمر کے اور اچھے معزز افراد تک شامل تھے۔ اس نے ایک بار عمران سے یہی بات کی تھی تو عمران نے اسے بتایا

تھا کہ یہ تو پاکیشیا کا دارالحکومت ہے جو ایک لحاظ سے بین الاقوامی شہر بن چکا ہے۔ بلکہ باقی ملک کی نسبت یہاں کے لوگ اس معاملے میں خاصے ترقی یافتہ ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ دارالحکومت سے نکل کر کسی چھوٹے شہر میں چلی جائے گی تو پھر اسے نہ صرف دیکھا جائے گا بلکہ لوگ پورے جلوس کی صورت میں اپنے کام چھوڑ کر اس کے پیچھے چلتے رہیں گے۔ اور جولیا نے بے اختیار کانوں کو ہاتھ لگا لیا تھا۔

لیکن دارالحکومت میں بھی اسے لوگوں کا اس طرح ایکس ریز نظروں سے دیکھنا بڑا برا لگتا تھا۔ اور جب تنویر ساتھ ہو تو جولیا کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی مضبوط پناہ میں آگئی ہو۔ تنویر کا قد و قامت، جسم اور پھر اس کا ان لوگوں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنا جو کہ جولیا کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، اپنے اندر ایک عجیب سا لطف رکھتا تھا اور بعض اوقات تو تنویر لوگوں پہ ہاتھ بھی چھوڑ دیتا تھا۔

اور جولیا نے بھی محسوس کیا تھا کہ اکیلے کی بجائے تنویر کی ہمراہی میں لوگ ڈر کے مارے بھی اسے کم دیکھتے تھے۔ ویسے تو اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ عمران کے ساتھ بھی اسی طرح گھوم پھر کر شاپنگ کرے لیکن وہ عمران کی عادت سے ڈرتی تھی کیونکہ عمران کے ساتھ چلنے سے وہ خود تماشہ بن جاتی تھی۔ عمران حرکتیں ہی ایسی کرتا تھا اس لئے شاپنگ کے موقع پر وہ تنویر کو ساتھ رکھنے کی عادی سی ہو گئی تھی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کے ساتھ بھی وہ ایک دو بار

شاپنگ کے لئے گئی تھی لیکن سکندر بے حد سنجیدہ رہتا تھا۔ جیسے اسے زبردستی اس کام میں گھسیٹا جا رہا ہو اور کیپٹن شکیل، وہ تو اس طرح چلتا تھا جیسے جولیا اس کی واقف ہی نہ ہو۔ بے نیاز سے انداز میں وہ بس ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

اور نعمانی، چوہان، صدیقی اور خاور کا مسئلہ ہی الگ تھا۔ وہ اس کے ساتھ ایسے چلتے تھے جیسے وہ جولیا کے ملازم ہوں، مودبانہ انداز میں اور اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور اس بات سے جولیا خار کھاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پوری ٹیم میں اس نے شاپنگ کے لئے تنویر کو مخصوص کر رکھا تھا۔ اور جولیا کی عادت تھی کہ وہ جب بھی فارغ ہوتی شاپنگ کے لئے نکل پڑتی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی شاپنگ خریدنے سے زیادہ گھومنے پھرنے اور شوکیسوں میں سجی ہوئی نئی نئی چیزیں دیکھنے تک محدود رہتی تھی۔ ایسی شاپنگ کو عام طور پر ونڈو شاپنگ کہتے ہیں۔ اور ونڈو شاپنگ جولیا کی ہابی سی بن گئی تھی۔

" یہ سینٹ دیکھا ہے تنویر —— نیا آیا ہے" جولیا نے ایک شوروم کے شوکیس کے سامنے رکتے ہوئے کہا۔

" تو خرید لیتے ہیں" تنویر نے فوراً ہی کہا۔

" خواہ مخواہ خرید لیتے ہیں —— نئے آنے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اسے فوراً خرید لیا جائے" جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور شوروم کے اندر داخل ہو گئی۔

تنویر بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا۔ شوروم میں اس

وقت خاصا رش تھا۔ جولیا اس کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی جس میں سینٹ اور عطریات وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک دیوہیکل آدمی جس نے گہرے سرخ رنگ کا کوٹ پہن رکھا تھا۔ جس کا چہرہ کسی بلڈاگ کی طرح بھاری تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی قطب شمالی سے قطب جنوبی تک پھیلی ہوئی گھنی مونچھوں نے اسے عجیب ہونق سا بنا رکھا تھا، اپنے سامنے سینٹ کی بے شمار شیشیاں رکھے بڑے اطمینان سے ایک ایک شیشی کھول کر سونگھ رہا تھا اور کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی سیلز گرل بڑے سہمے ہوئے انداز میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

اس آدمی نے پورا کاؤنٹر گھیر رکھا تھا۔ اس لئے جولیا کے کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی جولیا نے ساتھ کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ اس مونچھوں والے نے جولیا کی طرف دیکھا اور پھر اور زیادہ جولیا کی طرف پھیل گیا۔ اس کے لبوں پر بڑی غلیظ سی مسکراہٹ رینگنے لگی تھی۔

" پلیز ذرا ہٹ جائیں۔" جولیا نے بڑے با اخلاق لہجے میں کہا۔

" آپ سینٹ خریدنا چاہتی ہیں —— آپ جیسی خوبصورت لڑکی کو خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ساری شیشیاں میں آپ کو تحفے کے طور پر پیش کر سکتا ہوں" اس آدمی نے بڑے شیطانی انداز میں کہا۔

" ذرا اپنی شکل دیکھنا مسٹر حاتم طائی کی اولاد" تنویر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

وہ کوئی آئیٹم دیکھنے رک گیا تھا اس لئے ابھی پہنچا تھا۔ لیکن اس آدمی کا فقرہ اس کے کانوں میں پڑ گیا تھا۔

وہ آدمی اپنی پشت پہ تنویر کا فقرہ سن کر تیزی سے گھوما۔

"یہ تم بول رہے تھے مچھر شارٹن کے ساتھ"۔ مونچھوں والے نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

"مچھر شارٹن ——— واہ کیا خوبصورت نام رکھا گیا ہے تمہارا۔ ایک طرف ہٹو ——— مس صاحبہ نے شاپنگ کرنی ہے"۔ تنویر نے بڑے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ اور مونچھوں والے شارٹن کا چہرہ یکلخت آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔

"تم ——— تمہاری یہ جرأت کہ شارٹن پر فقرہ کسو"۔ شارٹن نے بری طرح بھڑکتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور تنویر بے اختیار لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

تنویر کو شاید اس کے اس حد تک جانے کا اندازہ نہ تھا، اس لئے شارٹن کا خوفناک مکہ اس کی گردن پر پڑا تھا۔ اور مکے کی بے پناہ طاقت نے تنویر کو بے اختیار دو قدم پیچھے لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں تمہارا خون پی لوں گا سور کی اولاد ——— تم نے شارٹن پر فقرہ کس کر اپنی موت کو آواز دی ہے"۔ شارٹن نے مکہ مارتے ہی بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ مت لڑو"۔ جولیا نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

لیکن ظاہر ہے ایک مکہ کھانے کے بعد تنویر جیسا آدمی بھلا کہاں رکنے والا تھا۔ چنانچہ وہی ہوا جیسے ہی تنویر کے قدم رکے وہ یکلخت بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے شارٹن بری طرح چیختا ہوا شیشیوں سے بھرے ہوئے کاؤنٹر پر پشت کے بل گرا اور کاؤنٹر ایک زوردار کڑکڑاہٹ کے ساتھ ٹوٹ گیا۔

سیلز گرل بری طرح چیخنے لگی اور اس کے ساتھ ہی سٹور میں افراتفری مچ گئی۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ"۔ تنویر نے یکلخت آگے بڑھ کر شارٹن کو گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا گھٹنا پوری قوت سے شارٹن کی ناف پر پڑا۔ اور شارٹن کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے یکلخت تنویر کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر فرش پر نیچے مارا اور کسی عقاب کی طرح اس پر جھپٹا۔

شارٹن نہ صرف جسمانی طور پر خاصا طاقتور تھا بلکہ وہ لڑائی بھڑائی کا فن بھی جانتا تھا لیکن ظاہر ہے تنویر جیسے آدمی کا تو مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

چنانچہ جیسے ہی وہ تنویر پر جھپٹا، تنویر نے بجلی کی سی تیزی سے الٹی قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے شارٹن کا بھاری جسم اس کے پیروں پر اٹھتا ہوا پوری قوت سے ایک اور شوکیس سے جا ٹکرایا۔

"تنویر ——— رک جاؤ۔ کیا فائدہ اس لڑائی کا" جولیا نے کہا

"آپ ہٹ جائیں —— سب ہٹ جاؤ۔ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے" تنویر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

اسی لمحے شارٹن بجلی کی سی تیزی سے تڑپا اور اس نے اٹھتے ہوئے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ لیکن تنویر نے یکلخت اچھل کر ٹانگ گھمائی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلتا چلا گیا۔

"ہاتھوں سے لٹ کھا کھا کر بھینسا بنا ہوا ہے۔ نسخے" تنویر نے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس کا مکہ پوری قوت سے شارٹن کے جبڑے پر پڑا۔ اور شارٹن بری طرح چیختا ہوا فرش پر گرا ہی تھا کہ تنویر کی ٹانگیں کسی مشین کی طرح حرکت میں آ گئیں۔ اور پھر شارٹن کے پاس سوائے تڑپنے اور چیخنے کے اور کوئی گنجائش نہ رہی۔

تنویر کے بوٹ کی ٹھوکریں کسی مشین کی طرح پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑ رہی تھیں۔ شارٹن نے پہلے تو اپنے آپ کو بچا کر تنویر کی ٹانگیں پکڑنی چاہیں لیکن دو تین ضربوں کے بعد اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کا جبڑا ٹوٹ چکا تھا۔ کنپٹی سے خون فوارے کی طرح نکلنے لگا تھا۔ پیشانی پر زخم آ گیا تھا۔

"رک جاؤ —— یہ مر جائے گا" جولیا نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے یکلخت جھک کر اسے گریبان سے پکڑا اور دوسرے لمحے اسے یوں ہاتھوں پر اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ جیسے بچے کسی کھلونے کو پھینکتے ہیں۔ اور شارٹن کے حلق سے اس قدر زوردار چیخ نکلی جیسے اس کی روح نکل رہی ہو۔ وہ انتہائی

خوفناک دھماکے کے ساتھ فرش پر گرا تھا اور اس بار وہ بری طرح تڑپنے لگا۔

اسی لمحے تنویر نے جھک کر ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑا اور اسے کھینچ کر یکلخت ایک طرف کھڑی جولیا کے قدموں میں پھینک دیا۔

"معافی مانگو —— ناک رگڑو مس کے سامنے ورنہ ایک ایک ہڈی توڑ دوں گا۔" تنویر نے غراتے ہوئے کہا اور شارٹن بے تحاشا جولیا کے قدموں میں گر کر گڑگڑانے لگا۔ اس کی ساری اکڑ ختم ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے —— ٹھیک ہے —— آؤ تنویر" جولیا نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنے پیر ہٹا لیے وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی جہاں اب بے شمار لوگ اکٹھے ہو کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔

"اس سور سے اپنا نقصان لے لینا" تنویر نے ایک طرف کھڑے منیجر سے کہا۔ اور پھر جولیا کے ساتھ دکان سے باہر نکل گیا۔ ان کو آتے دیکھ کر سب لوگ تیزی سے دائیں بائیں سمٹ گئے تھے۔

"تمہاری یہ عادت بری ہے۔ ہر جگہ لڑ پڑتے ہو اب چلو یہاں سے" جولیا نے باہر نکلتے ہی کہا۔

"تو اور کیا اسے تمہاری بے عزتی کرتے دیکھتا رہتا ——— بھی شکر کرو وہ مرا نہیں ہے۔ ورنہ میں ایسے آدمیوں کو تو زندہ چھوڑنے کا ہی قائل نہیں ہوں" تنویر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

جولیا اسے ساتھ لئے تیزی سے چلتی ہوئی بائی روڈ پر مڑ گئی اور اس طرف کو بڑھنے لگی جہاں اس کی کار موجود تھی۔

"وہ مجھے کینہ پرور آدمی لگتا ہے۔" جولیا نے کہا

"ہوتا رہے" تنویر نے بڑی بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں تک وہ کار تک پہنچ گئے۔ جولیا نے کار کا دروازہ کھولا اور خود سٹیرنگ پر بیٹھ کر اس نے تنویر کی طرف کا دروازہ ہاتھ بڑھا کر کھول دیا۔ تنویر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"اب کہاں چلنا ہے ——— اگر تم اس سے ڈر کر جا رہی ہو تو پھر مت جاؤ۔ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" تنویر نے کہا

"مجھے معلوم ہے" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور تنویر کا پھولا ہوا سینہ اور پھول گیا۔

جولیا نے کار ایک سڑک پر دوڑاتے ہوئے ایک ریستوران کے سامنے روک دی۔

"آؤ تمہیں اس خوشی میں کافی پلواؤں" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور تنویر بے اختیار ہنس پڑا۔ اس کے چہرے پر مسرتوں کے گلاب پھوٹ پڑے تھے۔ ظاہر ہے جولیا کے یہ الفاظ اس کی تعریف میں ہی تھے۔

ریستوران میں رش تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا۔

وہ ایک میز کے گرد جا کر بیٹھ گئے۔ اور جولیا نے ویٹر کو بلیک کافی لانے کا آرڈر دے دیا۔

"یہ شارٹن وغیرہ کوئی غنڈہ وغیرہ ہے" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عورتوں کو دیکھ کر یہ سب خواہ مخواہ کے غنڈے بن جاتے ہیں" تنویر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تمہارا اپنے متعلق کیا خیال ہے۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو غنڈہ لگتا ہوں" تنویر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسے جولیا کا یہ فقرہ بُرا لگا تھا۔

"غنڈہ لڑنے والے کو کہتے ہیں اور لڑنا تم خوب جانتے ہو" جولیا نے ہنس کر کہا۔

"اوہ ——— تو آپ غنڈہ لڑنے والے کو سمجھتی ہیں۔" تنویر نے چونک کر پوچھا۔

"تو اور کون ہوتا ہے؟" جولیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا، وہ جان بوجھ کر تنویر کو چھیڑ کر لطف لے رہی تھی۔

"غنڈہ ہمارے ہاں بُرے آدمی کو کہتے ہیں۔" تنویر نے کہا۔

"اوہ ——— اچھا۔ یہ بات ہے" پھر تو تم غنڈے نہیں ہو سکتے" تم تو اچھے آدمی ہو" جولیا نے سر ہلاتے ہوئے

کہا اور تنویر ہنس پڑا۔
"تعریف کا شکریہ ——— لیکن ایک بات پوچھوں مس جولیا" تنویر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں ہاں ——— پوچھو" جولیا نے مسکرا کر کہا۔
"اسی لمحے ویٹر نے کافی کے برتن لاکر میز پر سرو کر دیئے۔
"کوئی اور حکم" ویٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
"بس ٹھیک ہے ——— جاؤ" تنویر نے تیز لہجے میں کہا۔ اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا جب کہ جولیا کافی بنانے لگی
"ہاں ——— تم کیا پوچھ رہے تھے؟" جولیا نے کافی بناتے ہوئے کہا۔
"آپ ناراض تو نہ ہو جائیں گی۔" تنویر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
"ناراض اور تم سے ——— یہ کیسے سوچ لیا تم نے" جولیا نے چونک کر کہا اور تنویر کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی
"آخر آپ نے اپنے متعلق کیا سوچا ہے؟" تنویر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
"اپنے متعلق ——— کیا مطلب ——— میں نے کیا سوچنا ہے" جولیا نے چونک کر پوچھا۔
"میرا مطلب ہے شادی کے سلسلہ میں" تنویر نے جلدی سے کہا۔
"اوہ ——— اچھا تو تمہارا کیا خیال ہے مجھے شادی کر لینی

چاہیئے" جولیا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"ظاہر ہے ایک روز تو آپ نے کرنی ہی ہے۔" تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"میں نے تو سنا ہے یہاں بزرگ شادی ارینج کرتے ہیں" جولیا نے کہا۔
"پہلے زمانے میں کرتے تھے اب نہیں ——— اور پھر آپ تو خود مختار ہیں" تنویر نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔
"تو تمہارا کیا خیال ہے مجھے کس سے شادی کرنی چاہیئے۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ تو آپ کی اپنی مرضی ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں" تنویر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"جس سے میں شادی کرنا چاہتی ہوں وہ اگر شادی پر تیار نہ ہو تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے۔" جولیا نے کہا اور تنویر یکلخت ہونٹ کاٹنے لگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جولیا کا اشارہ عمران کی طرف ہے۔
"تو آپ اس سے شادی کر لیں جو آپ سے شادی کرنا چاہے" تنویر نے کہا اور جولیا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"بڑا خوبصورت جواب دیا ہے تم نے ——— لیکن ایسا کون ہو سکتا ہے" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو اب تک آپ کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ سے کون

شادی کرنا چاہتا ہے۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے واقعی معلوم نہیں ہو سکا" جولیا نے لطف لینے کے انداز میں کہا۔ نسوانی جبلت کے تحت وہ تنویر کے اپنے منہ سے یہی بات سننا چاہتی تھی۔

"اگر میں اپنے آپ کو پیش کروں تو آپ کا کیا خیال ہے؟" تنویر نے آخر کار کہہ دیا۔

"کیا مطلب —— کیا واقعی تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو" جولیا نے اس طرح چونک کر پوچھا جیسے اسے تنویر کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں مس جولیا" تنویر نے جواب دیا۔

"اچھا میں مان بھی لوں کہ تم مذاق نہیں کر رہے ہو تو یہ بتاؤ کیا ایکسٹو اس شادی کی اجازت دے دے گا۔" جولیا نے کہا۔

"اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" تنویر نے بھڑک کر کہا۔

"ہو سکتا ہے اسے اعتراض ہو۔ اس صورت میں کیا ہو گا؟" جولیا نے کہا۔

"آپ صرف ہاں کہہ دیں باقی میں خود باس کو منا لوں گا" تنویر نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"سنو۔ میری ہاں دو شرائط پر منحصر ہے۔ ایک تو یہ کہ ایکسٹو اس کی باقاعدہ اجازت دے دے لیکن تم نے میری طرف سے کوئی بات نہیں کرنی۔ اگر تم نے میرا حوالہ دیا تو پھر میں تمہاری شکل

بھی کبھی نہ دیکھوں گی —— اور دوسری شرط یہ ہے کہ تم عمران کو مقابلے میں شکست دے دو"

جولیا نے باقاعدہ کہانیوں والی شہزادی کی طرح شرطیں عائد کرتے ہوئے کہا۔

"مقابلے میں شکست —— کیا مطلب —— یہ کیسی شرط ہوئی" تنویر نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ میری خواہش ہے کہ میرا شوہر دنیا کا سب سے بہادر انسان ہو۔ اس قدر بہادر کہ وہ ناقابل تسخیر ہو اور میں سمجھتی ہوں کہ جو شخص عمران کو شکست دے دے گا وہ میرے مطلوبہ معیار پر پورا اترے گا۔ لیکن ایک بات ہے تم نے عمران کو یہ بات نہیں بتانی —— اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم نے عمران کو یہ بات بتائی ہے تو پھر میری طرف سے انکار سمجھ لینا۔"

جولیا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے —— مجھے دونوں شرطیں منظور ہیں۔ میں یا اپنی جان دے دوں گا یا پھر عمران کو شکست دے دوں گا۔ اب یہ میرا فیصلہ ہے۔" تنویر نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

"اور سنو —— جب تک یہ دونوں شرطیں پوری نہ ہو جائیں تم نے آئندہ یہ شادی والی بات منہ سے نہیں نکالنی۔ بس ہم اسی طرح ملتے رہیں گے جیسے اب تک ملتے آ رہے ہیں۔ اگر تمہارے رویے میں ذرا بھی فرق پڑا تو پھر بات ہمیشہ کے لئے

بگڑ جائے گی۔" جولیا نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا اتنا کہہ دینا ہی میرے لئے کافی ہے۔" تنویر نے مسرت بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آؤ پھر چلیں۔" جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا اور تنویر بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

جولیا نے کاؤنٹر پر جا کر بل ادا کیا اور ویٹر کو ٹپ بھی دی اور پھر وہ دونوں چلتے ہوئے ریستوران سے باہر آ گئے۔ البتہ تنویر کی چال میں فرق آ گیا تھا۔ وہ اب اس طرح چل رہا تھا جیسے اسے دنیا کی سب سے بڑی دولت مل گئی ہو۔

ریستوران کے برآمدے سے نکل کر وہ دونوں جیسے ہی اپنی کار کی طرف بڑھنے لگے۔ اچانک ان دونوں کے سروں پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔

ستونوں کے پیچھے چھپے ہوئے چار افراد نے یکلخت جھپٹ کر ان کے سروں پر اتنی قوت سے ریوالوروں کے دستے مارے تھے کہ ایک ہی ضرب ان کے لئے کافی ہو گئی۔ اور وہ لہرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ لیکن حملہ آوروں نے واقعی بجلی کی سی تیزی سے کام لیا اور انہیں اٹھا کر اس طرح دوڑ پڑے جیسے قیامت آ رہی ہو۔

چند لمحوں بعد وہ ایک سائیڈ پر کھڑی بڑی سی ویگن میں انہیں ڈال کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سارا کام اس قدر

تیزی، پھرتی اور مہارت سے ہوا کہ سڑک پر چلنے والے لوگ جب تک اس سارے معاملے کو سمجھتے، ویگن انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

عمران نے کار روکی اور پھر وہ تیزی سے نیچے اتر کر ریستوران کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سردار داؤد سے ان کی لیبارٹری میں مل کر واپس دانش منزل کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ریستوران کے سامنے جولیا کی کار کھڑی ہوئی نظر آئی تو وہ سمجھ گیا کہ جولیا ریستوران میں بیٹھی ہو گی۔

چونکہ جولیا سے ملے ہوئے چند دن ہو گئے تھے اس لئے اس نے سوچا کہ سردار داؤد سے ہونے والی خشک ملاقات کا اثر جولیا کے ساتھ گپ شپ لگا کر زائل کرے۔ اس لئے اس نے کار روکی اور ریستوران کے اندر داخل ہوا۔

لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ریستوران میں جولیا موجود نہ تھی۔ البتہ ایک پولیس افسر سامنے موجود مینجر کے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈائری

تھی۔ پولیس آفیسر کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران بھی چونکہ کاؤنٹر ہی کی طرف جا رہا تھا اس لئے وہ پولیس آفیسر سے ایک لمحہ پہلے وہاں پہنچ گیا۔

عمران کا مقصد کاؤنٹر کلرک سے جولیا کے متعلق پوچھنا تھا۔

"میں یہ کار تھانے لے جا رہا ہوں۔ اگر کوئی پوچھنے آئے تو اسے تھانے بھجوا دینا۔" پولیس آفیسر نے کاؤنٹر کلرک سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ عمران پر اچٹتی سی نظریں ڈالتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"کس کار کی بات ہو رہی ہے؟" عمران نے چونک کر کاؤنٹر کلرک سے پوچھا۔

"سر ——— ابھی اغوا کی واردات ہوئی ہے۔ ایک غیر ملکی لڑکی اور اس کے مقامی ساتھی کو باہر برآمدے سے کچھ لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ ان کی کار باہر کھڑی ہے۔ اسی سلسلہ میں پولیس آفیسر کہہ رہے تھے۔" کاؤنٹر کلرک نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور اس کا جواب سنتے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور گیٹ کراس کر کے باہر آیا تو پولیس آفیسر جولیا کی کار کا دروازہ کھول کر سٹیئرنگ پر بیٹھ رہا تھا۔ عمران کو کاؤنٹر کلرک کی بات سن کر شک تو پڑا تھا لیکن اب پولیس آفیسر کو جولیا کی کار میں بیٹھتے دیکھ کر اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"مسٹر آفیسر ——— ایک منٹ" عمران نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پولیس آفیسر چونک کر عمران کو دیکھنے لگا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ نکال کر پولیس آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ پولیس آفیسر نے جیسے ہی کارڈ دیکھا وہ نہ صرف بجلی کی سی تیزی سے کار سے باہر نکلا بلکہ اس نے زوردار انداز میں سیلوٹ بھی مار دیا۔

"یس سر ——— یس سر" ——— پولیس آفیسر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا کیونکہ کارڈ کے مطابق عمران اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلیجنس بیورو تھا اور ظاہر ہے پولیس آفیسر بیچارے کو سیلوٹ بھی مارنا تھا اور یس سر یس سر بھی کرنا ہی تھا۔

"سنو ——— یہ کار ہمارے محکمے سے متعلق ہے اس لئے تم اسے تھانے مت لے جاؤ۔ اور مجھے تفصیلات بتاؤ کیا ہوا ہے" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ ——— سر منیجر نے تھانے فون کیا تھا کہ ایک غیر ملکی لڑکی اور ایک مقامی آدمی ریسٹوران سے کافی پی کر جیسے ہی باہر نکلے، چار پانچ افراد نے اچانک ان کے سروں پر ریوالوروں کی ضربیں لگا کر انہیں بے ہوش کیا اور ان دونوں کو ایک براؤن رنگ کی ویگن میں ڈال کر لے گئے۔ ویگن پر کوئی نمبر پلیٹ موجود نہ تھی۔ میں نے منیجر کا اور ایک ویٹر کا بیان لکھا ہے جو اس وقت ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے۔" پولیس آفیسر نے جلدی سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا حلیہ بتایا ہے انہوں نے ان دونوں کا" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔ اور جواب میں پولیس آفیسر نے ڈائری کھول کر جلدی

سے ویٹر کا بتایا ہوا حلیہ بتا دیا۔ اور حلیہ سنتے ہی عمران سمجھ گیا کہ جولیا کے ساتھ تنویر ہو گا۔

"ان حملہ آوروں کے متعلق ویٹر نے کچھ بتایا ہے" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"نو سر ــــ اس نے کہا ہے کہ وہ پانچ افراد تھے، سیاہ لباسوں میں۔ وہ انہیں نہیں جانتا" پولیس آفیسر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم جاؤ۔ ہمارا محکمہ خود اس کیس کو ڈیل کرے گا" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر ــــ" پولیس آفیسر نے دوبارہ سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اس ویٹر کا کیا نام ہے جس نے بیان دیا ہے" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر ــــ اس کا نام اسلم ہے" پولیس آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور عمران سر ہلاتا ہوا واپس کیفے کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ کیفے میں داخل ہو کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ اس نے وہی کارڈ کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھا۔

"اسلم ویٹر کو بلاؤ جلدی" عمران کا لہجہ بے حد تحکمانہ تھا۔

"اوہ ــــ یس سر ــــ یس سر ــــ" کاؤنٹر بوائے نے بری طرح بوکھلاتے ہوئے کہا اور خود تیزی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر دوڑتا ہوا سائڈ والی راہداری میں چلا گیا۔

عمران ہونٹ کاٹتا ہوا کاؤنٹر کے قریب کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ

آخر جولیا اور تنویر کو اس طرح کس نے اغوا کیا ہو گا اور کیوں کیا ہو گا۔ آجکل سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس بھی نہ تھا کہ وہ سمجھتا کہ اس کیس کے سلسلہ میں یہ واردات ہوئی ہے۔

اسی لمحے کاؤنٹر بوائے ایک ادھیڑ عمر ویٹر سمیت واپس آیا۔

"یہ اسلم ہے سر" ــــ کاؤنٹر بوائے نے ادھیڑ عمر ویٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران کے متعلق وہ شاید پہلے ہی اسے بتا چکا تھا۔

"حکم سر" ــــ اسلم ویٹر نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"تم نے پولیس آفیسر کو بتایا ہے کہ تم حملہ آوروں کو نہیں جانتے حالانکہ میری اطلاع کے مطابق تم انہیں جانتے ہو۔ پھر تم نے جھوٹ کیوں بولا۔"

عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا۔

"مم ــــ مم ــــ سر ......" اسلم ویٹر نے بری طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دیکھو جھوٹ مت بولنا ــــ ورنہ بہت بڑے پرابلم میں تمہاری گردن پھنس جائے گی" عمران کا لہجہ اور زیادہ کرخت ہو گیا۔

"سس ــــ سر ــــ وہ شارٹن کے آدمی تھے سر ــــ وہ بہت خطرناک آدمی ہے جناب ــــ وہ مجھے قتل کر دے گا" ویٹر نے بری طرح گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ــــ تمہارا نام درمیان میں نہ آئے گا۔

کون ہے یہ شارٹن ؟" عمران نے پوچھا۔
" سر وہ بہت بڑا غنڈہ ہے ——— جناب کسی غیر ملک سے
آیا ہے۔ اس نے بلیو این بار بنایا ہے جناب ڈیکارا روڈ پر
جناب " ویٹر اسلم نے کہا۔
" ہونہہ ——— ٹھیک ہے ——— تم بے فکر رہو، تمہیں کچھ
نہیں ہوگا " عمران نے کہا اور اس نے ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھا
دیا۔ رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ملائے
" ایکسٹو ——— " دوسری قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے
بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔
" عمران بول رہا ہوں ڈی لکس ریستوران سے ——— جولیا اور
تنویر کو یہاں سے جبراً اغوا کر کے لے جایا گیا ہے۔ جولیا کی کار
ریستوران کے باہر موجود ہے۔ کسی کو بھیج کر اسے منگوا لیں۔ میں
پھر بات کروں گا " عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔
اور رسیور کریڈل پر ڈال کر وہ تیزی سے دروازے کی طرف
مڑا اور دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ دروازے میں سے
ٹائیگر اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔
" عمران صاحب ——— میں نے آپ کی اور جولیا کی کار دیکھی
تھی " ٹائیگر نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
" تو تم چھاپہ مارنے آئے تھے " عمران نے بگڑے ہوئے
لہجہ میں کہا۔
" اوہ ——— نہیں جناب ——— میں روزانہ یہاں اس وقت

چائے پینے آتا ہوں " ٹائیگر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔
" اچھا ——— آؤ میرے ساتھ " عمران نے سر ہلاتے
ہوئے کہا اور پھر وہ اسے لئے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔
" شارٹن کو جانتے ہو " ——— عمران نے اسے کار میں سائیڈ
سیٹ پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔
" شارٹن ——— جی ہاں ——— جانتا ہوں۔ بلیو این بار کا
نیا مالک ہے۔ ایکریمین ہے اور زیر زمین دنیا میں اس کے
متعلق آجکل خاصی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں " ٹائیگر نے جلدی
سے جواب دیتے ہوئے کہا۔
" کس دھندے میں ملوث ہے " عمران نے سنجیدہ لہجے
میں پوچھا۔
" ہر قسم کے دھندے میں جناب ——— اس کی کوئی مخصوص
لائن تو سننے میں نہیں آئی " ٹائیگر نے جواب دیا۔
" ہونہہ ——— اس کے آدمیوں نے ریستوران کے باہر
سے جولیا اور تنویر کو ایک ویگن کے ذریعے اغوا کر لیا ہے حالانکہ
آجکل کوئی کیس بھی نہیں ہے " عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے
کہا۔
" اوہ ——— ویگن ——— اس کی براؤن سی ویگن۔ میں نے
اسے پارلر جھیل کی طرف جاتے دیکھا ہے اور وہ لازماً انہیں
جھیل میں بنے ہوئے ہٹ میں لے گیا ہوگا۔ میں نے سنا تھا کہ
وہ ہٹ اس نے مستقل طور پر ریزرو کرایا ہوا ہے۔" ٹائیگر

نے کہا اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے اگلے ہی چوک سے کار کا
رخ پارلر جھیل کی طرف جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔
ٹائیگر میں یہی صفت تھی کہ وہ زیر زمین دنیا کے ان افراد
کے ساتھ ساتھ ان کے مخصوص اڈوں سے بھی واقف رہتا تھا۔
ورنہ ظاہر ہے عمران کو پہلے بلیو این جانا پڑتا پھر وہاں سے
نجانے وہ کس وقت جھیل کی طرف پلٹتا۔

پارلر جھیل کی پارکنگ میں عمران نے کار روکی اور نیچے اتر آیا۔
ٹائیگر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اس
کے عقب میں موجود درختوں کے ذخیرے میں بنے ہوئے ہٹ
کی طرف بڑھنے لگے۔

ابھی وہ ہٹ سے کچھ دور ہی تھے کہ اچانک انہوں نے ہٹ
کی طرف سے چیخوں کی آوازیں سنیں اور وہ دونوں ہی بے اختیار
ہٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ کیونکہ چیخیں واضح طور پر جولیا کی تھیں۔

ابھی وہ ہٹ کے قریب پہنچے نہ تھے کہ یکلخت ایک درخت
کے پیچھے سے ایک مسلح نوجوان ہاتھ میں مشین گن اٹھائے نکل
کر ان کے سامنے آگیا۔

" واپس جاؤ ——— یہ پرائیویٹ علاقہ ہے" اس نے
غراتے ہوئے کہا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا
گھاس پر جا گرا۔ عمران کے ایک ہی تھپڑ نے اسے زمین چاٹنے
پر مجبور کر دیا تھا۔

" اسے سنبھالو" عمران نے ٹائیگر سے کہا اور خود دوبارہ

ہٹ کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا
تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ ہٹ کے قریب پہنچا اسے ایک اور چیخ
سنائی دی۔ یہ چیخ نامانوس تھی۔ اس لئے عمران سمجھ گیا کہ یہ
چیخ لازماً شارٹن یا اس کے ساتھی کی ہو گی۔

ہٹ کی کھڑکی آدھی کھلی ہوئی تھی۔ عمران جب اس کے قریب
پہنچا تو اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھر آئی۔ ہٹ
کے بڑے سے ہال میں ایک بھاری جسم اور لمبی لمبی مونچھوں والا
آدمی پشت کے بل گرا پڑا تھا اور جولیا ہاتھ میں مشین گن پکڑے
اس کے سر پر موجود تھی۔ ایک طرف تنویر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔
اس کا جسم رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

" اب بولو ——— اڑا دوں تمہاری کھوپڑی" جولیا نے
غراتے ہوئے کہا۔

" ارے ارے گولی چلانے کی کیا ضرورت ہے۔ بس تمہاری
ایک نظر ہی کافی ہے" عمران نے اونچی آواز سے کہا اور تیزی
سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

" تم اور یہاں" ——— جولیا نے عمران کو دیکھ کر حیرت بھرے
لہجے میں کہا اور اس کی توجہ بٹتے ہی وہ لمبی مونچھوں والا یکلخت
بجلی کی سی تیزی سے نہ صرف اچھل کر کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے
انتہائی پھرتی سے جولیا کو اپنے بازو میں جکڑ کر اپنے سامنے کر
لیا۔ لیکن دوسرے لمحے جولیا یکلخت پہلے پیچھے ہٹی، اور پھر وہ اتنی
ہی تیزی سے یکلخت آگے کی طرف جھک گئی۔ اور بھاری جسم والا

ایک بار پھر چیختا ہوا پہلو کے بل گھوم کر فرش پہ جا گرا۔

" ویل ڈن ___ ویل ڈن " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جولیا نے اس دوران بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر اس مونچھوں والے شارٹن کی پسلیوں میں کک لگائی اور اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکلی اور وہ بری طرح تڑپنے لگا۔

جولیا نے دوسری کک لگائی تو شارٹن کے حلق سے چیخ تو نکلی لیکن اس نے بری طرح تڑپ کر جولیا کی لات پکڑنی چاہی، لیکن جولیا تو بجلی بنی ہوئی تھی۔ اس کی ٹانگیں اور زیادہ تیزی سے چلنے لگیں اور شارٹن کے منہ سے خون کی لہر سی بہہ نکلی۔

" بس بس ___ عورت کی اتنی ہی مار کافی ہے " عمران نے آگے بڑھ کر جولیا کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ شارٹن کا جسم ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

" یہ سمجھتے ہیں کہ لمبی مونچھیں رکھ کر یہ مرد بن جائیں گے ہونہہ" جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

" اسی لئے تو میں نے مونچھیں رکھنے کا تکلف آج تک نہیں کیا ورنہ مجھے معلوم ہے مار کھانی پڑتی ہے " عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ٹائیگر کاندھے پر ایک آدمی کو اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے باہر عمران اور ٹائیگر کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

" یہی ہے شارٹن " عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو

کر کہا۔

" جی ہاں ___ یہی شارٹن ہے " ٹائیگر نے کندھے پر لدے ہوئے بے ہوش آدمی کو نیچے فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔

" تم تنویر کو کھول کر ہوش میں لے آؤ " عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تنویر کی طرف بڑھ گیا۔

" تم دونوں یہاں کیسے پہنچ گئے " ___ جولیا نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔ غصے کی شدت سے تپا ہوا جولیا کا چہرہ اب نارمل ہو گیا تھا۔

" کیا کریں ___ یہ اللہ میاں نے حفاظت کا کام شوہروں کے ذمہ جو لگا دیا ہے " عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" بکواس مت کرو ___ سیدھی طرح بتاؤ " جولیا نے غصے سے کہا۔

" ذرا میں اس کا انٹرویو کر لوں ___ پھر بتاتا ہوں یہ تو گھر کی بات ہوئی " عمران نے مسکراتے ہوئے فرش پر پڑے شارٹن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ___ اس نے انتقامی کارروائی کی ہے لیکن اب یہ زندہ یہاں سے نہیں جا سکتا۔ یہ میرا فیصلہ ہے " جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

" انتقامی کارروائی ___ کیا مطلب " عمران نے چونک کر پوچھا۔ تو جولیا نے سٹور میں تنویر کے ساتھ ہونے والی جھڑپ

کے بارے میں عمران کو بتا دیا۔

" اوہ ۔۔۔ تو آجکل تنویر کے ساتھ شاپنگیں ہو رہی ہیں۔ خیریت ہے "۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" تمہیں کوئی اعتراض ہے "۔ جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" ظاہر ہے۔ اعتراض مجھے نہیں تو کس کو ہوگا ۔۔۔ غضب خدا کا ۔۔۔ جوان جہان لڑکی ایک غیر مرد کے ساتھ بازار میں کھلے عام شاپنگ کرتی پھرے اور ہونے والے شوہر کو پتہ ہی نہ ہو۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" منہ دھو رکھو ۔۔۔ میں اب تمہاری باتوں سے بیوقوف نہیں بن سکتی "۔ جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

" تو عملی طور پر بن جاؤ "۔ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ جولیا کا گھومتا ہوا ہاتھ اس کی گردن پر پڑتا۔

" ارے ارے ۔۔۔ سب کے سامنے مجھ کو ۔۔۔ خدا کا خوف کرو ورنہ مجھے بھی لمبی لمبی مونچھیں رکھنی پڑیں گی "۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے تنویر کی کراہ سنائی دی اور جولیا تنویر کی طرف مڑ گئی جو اب آنکھیں کھولے حیرت بھرے انداز میں ارد گرد کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کی جھلکیاں تھیں۔

" یہ ہم کہاں ہیں "۔ تنویر نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" یہاں سے ہم کو ہماری خبر نہیں ہوتی۔ اس طرح حفاظت کیا کرتے ہیں بہنوں کی کہ اطمینان سے بے ہوش ہو کر لیٹ گئے اور بہن بیچاری اپنی عزت کی حفاظت کے لئے غنڈوں سے لڑتی پھرے "۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" یو شٹ اپ " ۔۔۔ تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

" کیسے یو شٹ اپ ہو جائے ۔۔۔ دیکھو یہ پڑا ہے غنڈہ اگر میں جولیا کی چیخوں کی آواز سن کر نہ آجاتا تو معلوم نہیں کیا ہو جاتا۔ کم از کم تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے "۔ عمران نے کہا۔

" تم بکواس بند نہیں کرو گے "۔ تنویر نے غضبناک لہجے میں کہا۔ اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر حملہ کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے کہاں اس کے قابو میں آنے والا تھا۔

" بس اب یہی بہادری رہ گئی ہے کہ اپنوں پر چڑھ دوڑو "۔ عمران نے تیزی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اور تنویر جو عمران کے اچانک ہٹ جانے کی وجہ سے تیزی سے آگے دوڑتا چلا گیا تھا یکلخت واپس مڑا اور اس نے اس بار بڑے ماہرانہ انداز میں عمران کی پسلیوں پر خوفناک داؤ لگانا چاہا۔

" ارے ارے ۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ میں نے تو

کچھ نہیں کہا۔ بیشک پوچھ لو جولیا سے" عمران نے بجلی کی س
تیزی سے اپنی کمر کو کمان کی صورت میں کرتے ہوئے تنویر
کے خوفناک داؤ سے بمشکل بچتے ہوئے کہا۔

"تنویر ---- کیا تم پاگل ہو گئے ہو" جولیا نے ہونٹ کاٹت
ہوئے کہا۔ اصل بات تو وہ سمجھ ہی گئی تھی کہ تنویر جذباتی ہو
کی وجہ سے پہلی ہی فرصت میں شرط پوری کرنے کی کوشش
میں ہے۔

"میں آج اسے بتاتا ہوں کہ یہ کتنے پانی میں ہے" تنویر
انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
ہوا میں قلابازی کھائی۔ اس کا مقصد عمران کی گردن میں ٹانگیں
ڈال کر اسے پلٹ کر نیچے پھینکنا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کا ج
دھڑ فضا میں ہی رول کرتا ہوا عمران کے سر کی طرف بڑھا۔ عم
کا ایک ہاتھ فضا میں اٹھا اور دوسرے لمحے تنویر بری طرح چیخ
ہوا ایک زوردار دھماکے سے کیبن کے سامنے والی دیوار
سے جا ٹکرایا۔

عمران نے صرف مخصوص انداز میں اس کی پشت پر ہاتھ
تھپکی دی تھی۔ باقی کام تنویر کے اپنے تیزی سے نیچے آتے ہو
جسم نے دکھایا تھا۔

"رک جاؤ تنویر ورنہ" جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا
اسے اب تنویر سے زیادہ اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا کیو
اس نے صرف تماشہ دیکھنے کے لئے تنویر کی حوصلہ افزائی ک

ہی تھی۔ اگر اسے ذرا بھی خیال ہوتا کہ تنویر اس حد تک پاگل ہو جائے
گا تو وہ کبھی بھی اس کی حوصلہ افزائی نہ کرتی۔

ادھر عمران صرف یہی سمجھ رہا تھا کہ جولیا کو تنویر کی بہن کہنے
پر تنویر غصے میں آگیا ہے۔ اسے اصل کہانی کا علم ہی نہ تھا۔

"میں جلد ہی تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیا ہو" ---- تنویر نے
اٹھ کر غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

وہ صرف جولیا کے ورنہ کہنے پر رک گیا تھا کیونکہ اسے معلوم
تھا کہ جولیا نے اگر پہلے سے برعکس فیصلہ کر لیا تو پھر وہ قیامت
تک اس کی بات نہیں مانے گی۔

"اچھا ---- واہ یار جلدی بتانا ---- میں نے شناختی کارڈ
بنوانا ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تنویر ہونٹ
بھینچ کر رہ گیا۔

اسی لمحے شارٹن کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ہوش
میں آرہا تھا۔

"اب اس کا کیا کرنا ہے ٹائیگر۔ ان دونوں کو گولی مار دو"
عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور
خود دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"ٹھہرو ---- رک جاؤ" دروازے کی طرف مڑتے مڑتے
اچانک عمران نے چیخ کر کہا اور ٹائیگر جو ریوالور سیدھا کر چکا
تھا، ٹھٹھک کر رک گیا۔

عمران بجلی کی سی تیزی سے دروازے کے ساتھ موجود

ایک چھوٹی سی میز کی طرف بڑھ گیا۔ میز کے اوپر ایک
خوبصورت سا گلدان رکھا ہوا تھا جس میں گلاب کے نقلی
پھول تھے۔ سب پھول کھلے ہوئے تھے جبکہ درمیان میں بند
کلی تھی۔

پھول بالکل اصلی دکھائی دے رہے تھے۔ عمران قریب
جاکر گلدان اور اس کے پھولوں کو چند لمحے غور سے دیکھتا رہا
اور پھر تیزی سے مڑ کر شارٹن کی طرف بڑھ گیا۔ جواب اٹھ کر
بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن شاید پسلیاں ٹوٹ جانے کی
وجہ سے وہ صحیح طور پر بیٹھ نہ پا رہا تھا۔

"تو تمہارا تعلق ایکریمیا کی ریڈ ایجنسی سے ہے" عمران
نے شارٹن کے سامنے جاکر رکتے ہوئے غرا کر کہا۔

اور عمران کا فقرہ سن کر شارٹن یوں اچھلا جیسے اس کے
جسم میں ہڈیوں کی جگہ سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ وہ بجلی کی سی تیزی
سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم کون ہو؟" شارٹن اضطراری طور پر کھڑا تو ہو گیا تھا مگر
اس کا توازن ابھی تک درست نہ تھا۔ اس لئے یہ
فقرہ کہہ کر وہ لڑکھڑا کر دوبارہ نیچے گر گیا۔

"میں جو بھی ہوں اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہونا
چاہیئے۔ مجھے سیدھی طرح بتا دو کہ تمہارا ریڈ ایجنسی کے
کس شعبے سے تعلق ہے" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں کسی ریڈ ایجنسی کو نہیں جانتا" شارٹن نے دوبارہ

لیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ لیکن اسکے
چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ نہ
بتانے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

"پھر تمہارا زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے تو اس
لئے پوچھا تھا کہ کہیں اپنا ہی آدمی نہ مارا جائے" عمران نے
برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور اس طرح جسم کو حرکت دی،
جیسے دروازے کی طرف مڑ رہا ہو۔

"کک —— کک —— کیا مطلب —— کیا تم بھی"......
شارٹن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں احمق آدمی —— سیکشن
بتاؤ —— یہ روز ٹاپ سے یہ تو یقینی بات ہے کہ
تم بھی ریڈ ایجنسی سے متعلق ہو" عمران نے مڑ کر غراتے
ہوئے کہا۔

"اوہ —— اوہ —— میرا تعلق فارن سیکشن سے ہے۔
اور تمہارا" شارٹن نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"میں بھی فارن سیکشن میں ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں
لیکن تمہیں بتایا نہیں گیا تھا ہمارے متعلق" عمران نے آنکھیں
نکالتے ہوئے کہا۔

"نن —— نن —— نہیں —— مجھے تو یہی بتایا گیا تھا کہ
فارن سیکشن میں مجھے پہلی بار بھیجا جا رہا ہے۔" شارٹن نے
ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تمہارا نمبر ؟ " عمران نے پوچھا۔

" ایف سکیشن " شارٹن نے جلدی سے کہا۔

" کمال ہے —— ایف سکسٹین تو سنا ہے بڑا لڑاکا جہاز ہے لیکن تم تو جولیا جیسے ہلکے پھلکے بم سے ہٹ ہو گئے "
عمران نے یکلخت مسکراتے ہوئے کہا۔

" کک —— کک —— کیا مطلب ؟ " شارٹن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مطلب ذرا دیر میں سمجھ میں آئے گا مسٹر ایف سکسٹین .."
عمران نے کہا اور اس نے یکلخت اچھل کر پوری قوت سے شارٹن کے سینے پر فلائنگ کک جما دی اور بھاری بھرکم شارٹن چیختا ہوا ایک زوردار دھماکے سے پشت کے بل فرش پر گرا اور صرف چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

" تنویر اسے اٹھا کر دانش منزل لے جاؤ۔ وہ ویگن لازما ادھر اُدھر موجود ہو گی اور جولیا تم بھی ساتھ جا سکتی ہو۔ فکر نہ کرو یہ اب تمہاری پوری طرح حفاظت کرے گا۔ ٹائیگر تم میرے ساتھ پہلے اس کیبن کی تلاشی میں مدد کرو۔ پھر ہم بلیو این بار اس کے دفتر جائیں گے۔ میں فوری طور پر اس کے دفتر کی تلاشی بھی لینا چاہتا ہوں "

" یہ ریڈ ایجنسی کیا ہے " جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

" کسی زمانے میں ہمارے ہاں ایک سگریٹ بہت پیا

جاتا تھا ریڈ لیمپ —— یہ اسی کی ایجنسی ہے " عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ اور اس گلدان کی طرف مڑ گیا جسے دیکھ کر وہ چونکا تھا۔ اور جولیا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نقاب پوش نے چونک کر سر اٹھایا۔

" یس کم ان کارٹر " نقاب پوش نے آنے والے سے سرد لہجے میں کہا اور آنے والا نوجوان مودبانہ انداز میں میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یہ فائل دیکھو " نقاب پوش نے میز کی ایک سائیڈ پر پڑی ہوئی سرخ رنگ کے کور والی فائل اٹھا کر کارٹر کے سامنے بڑھا دی۔ اور کارٹر نے مودبانہ انداز میں فائل لی اور پھر اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ فائل میں تین چار ٹائپ شدہ کاغذ تھے جو مکمل طور پر کوڈ میں تھے لیکن کارٹر انہیں اس طرح پڑھ رہا تھا جیسے وہ عام زبان میں لکھے گئے ہوں۔

نقاب پوش خاموش بیٹھا کارٹر کو دیکھتا رہا۔

"یس باس ——— اس کا مطلب ہے کہ پاکیشیا میں ہمارے فارن ایجنٹ ٹریس کر لئے گئے ہیں" کارٹر نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— نہ صرف ٹریس کر لئے گئے ہیں بلکہ وہ ختم بھی ہو گئے ہیں ——— اور یہ کام علی عمران کا ہے ——— جانتے ہو علی عمران کو" نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔

"ذاتی طور پر تو نہیں جانتا لیکن اس کے متعلق سنا بہت کچھ ہے" کارٹر نے جواب دیا۔

"ہونہہ ——— اس کا مطلب ہے کچھ نہیں جانتے۔ تمہیں یاد ہے تم نے پہاڑیوں پر سرخ رنگ کی کار پر ہیلی کاپٹر سے میزائل فائر کیا تھا" نقاب پوش نے پوچھا۔

"یس باس ——— یاد ہے" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ یقیناً اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اب میں نے اس کیس کا چارج تمہارے سپرد کر لے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے تم تفصیلات جان سکتے ہو۔ پاکیشیا کی ملٹری انٹیلی جنس میں ہمارا ایک ایجنٹ کیپٹن ناشم تھا۔ اس نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ حکومت پاکیشیا کسی مخصوص دفاعی ہتھیار کے لئے ایک خاص پاوڈر ایکریمیا سے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جس کے لئے انہوں نے تاجرانہ انداز میں اسے حاصل کرنا چاہا لیکن ناکامی کی صورت میں یہ مشن ملٹری انٹیلی جنس کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ ملٹری انٹیلیجنس

کے دو ایجنٹ میجر عدنان اور کیپٹن آصف یہاں پہنچے۔ میری اعلیٰ حکام سے اس سلسلہ میں بات ہوئی تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت بظاہر اس میں آڑے نہیں آئے گی۔ کیونکہ اس طرح ایکریمیا کی خارجہ پالیسی میں پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ یہ مشن ریڈ ایجنسی کے ذمہ لگایا گیا۔

ریڈ ایجنسی نے ان دونوں ایجنٹس کو مارک کیا۔ انہوں نے راجر گروپ کے ذریعے اس پاوڈر کے حصول کے لئے کام کیا اور راجر گروپ نے بڑی کامیابی سے سودا مکمل کر لیا۔ ہم صرف چیک کرتے رہے۔

جب سودا تکمیل پذیر ہونے لگا تو میں نے تمہیں حکم دیا کہ اس کار کو اڑا دیا جائے۔ جس میں وہ مخصوص سلنڈر تھا۔ جس میں وہ پاوڈر رہ سکتا تھا۔ یہ کاریں راجر گروپ کی تھیں۔ ہمارا خیال تھا کہ راجر گروپ دوبارہ ٹرائی کرے گا۔ لیکن راجر گروپ پیچھے ہٹ گیا اور یہ دونوں ایجنٹ بھی فوری طور پر واپس چلے گئے۔

اس کے بعد ہم نے راجر گروپ کا خاتمہ کیا اور ساتھ ہی پاوڈر فیکٹری میں وہ لوگ بھی پکڑے گئے۔ جنہوں نے راجر گروپ سے یہ سودا کیا تھا۔ اس طرح اصل افراد جو شاید ویسے سامنے نہ آ سکتے تھے۔ سامنے آ گئے۔

میں نے راجر پر تشدد کر کے معلوم کرایا کہ حملہ ہونے کے بعد راجر گروپ یکلخت کیوں پیچھے ہٹ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ راجر نے اس ہیلی کاپٹر کے متعلق چھان بین کر کے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس

ہیلی کاپٹر کا تعلق ریڈ ایجنسی سے ہے۔ اس طرح ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ریڈ ایجنسی میں بھی کوئی غلط آدمی موجود ہے۔ اس کی چھان بین ہوئی تو وہ آدمی بھی سامنے آ گیا جسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ادھر پاکیشیا کے ملٹری ایجنٹس کے واپس جانے کے بعد میں نے فارن ایجنٹ کیپٹن ہاشم کو الرٹ کر دیا تھا کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ شاید حکومت پاکیشیا اب یہ مشن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سپرد کر دے گی۔ لیکن کیپٹن ہاشم نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ایک ایجنٹ کے ذریعے سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کے دفتر میں ڈکٹافون نصب کرا دیا۔ کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو سر سلطان ڈیل کرتے ہیں۔ پھر یہ اطلاع ملی کہ مشن سیکرٹ سروس کے سپرد ہو رہا ہے اور پاکیشیا کے ملٹری انٹیلیجنس کے سربراہ کرنل واسطی ان دونوں ایجنٹس کے ہمراہ جو یہاں آئے تھے، سر سلطان سے ملنے گئے ہیں لیکن ایکسٹو کے نمائندے کے نہ آنے کی بنا پر وہ واپس چلے گئے۔

لیکن پھر صدر مملکت کے حکم پر وہ دوبارہ گئے۔ لیکن اس سے پہلے علی عمران جو کہ سیکرٹ سروس کے چیف کا نمائندہ ہے حالانکہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے براہ راست متعلق نہیں ہے، وہاں پہنچا اور اس نے جاتے ہی وہ ڈکٹافون ٹریس کر کے اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد

ہمارے فارن ایجنٹ کیپٹن ہاشم کے بارے میں اطلاع ملی کہ سیکرٹ سروس کے چیف کے حکم پر اسے گرفتار کیا جا رہا تھا کہ اس نے زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی۔ یقیناً علی عمران نے اسے ٹریس کیا ہو گا۔

اس کے فوراً بعد یہ اطلاع ملی ہے کہ ریڈ ایجنسی کے فارن ایجنٹ شارٹن کو بھی علی عمران نے گرفتار کر لیا ہے۔ اس نے ریڈ روز کو بھی ٹریپ کرنے کی کوشش کی جس سے ہمیں اطلاع مل گئی اور شارٹن کو ریڈ ریز کے ذریعے فوری طور پر ہلاک کر دیا گیا۔ اور ریڈ روز تباہ کر دیا گیا۔

اس صورت حال پر میں نے فوری طور پر پاکیشیا میں موجود ایکریمیا کے عام ایجنٹوں سے رابطہ قائم کیا تو وہاں سے معلوم ہوا ہے کہ علی عمران وہیں پاکیشیا میں موجود ہے۔ پھر سرکاری سطح پر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے چھان بین کرائی گئی تو معلوم ہوا کہ پاؤڈر والا مشن نامعلوم وجوہات کی بنا پر ڈراپ کر دیا گیا ہے حالانکہ ہماری اطلاعات کے مطابق بغیر اس پاؤڈر کے حصول کے ان کا وہ دفاعی ہتھیار بیکار رہے۔

چنانچہ ہماری حکومت کو اس بارے میں تشویش پیدا ہوئی اور ریڈ ایجنسی کے ذمہ یہ مشن لگایا گیا کہ ہم ان وجوہات کو ٹریس کریں۔ بڑی لمبی چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ پاکیشیا کے ایک سائنسدان سردار داؤد نے وہ پاؤڈر پہلے سے ہی تیار کیا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے حکومت کو سپلائی کر دیا ہے۔ اس طرح بظاہر

یہ کیس ختم ہو گیا ہے لیکن اس سے پہلے حکومت ایکریمیا اسلئے
بے فکر تھی کہ وہ اہم دفاعی ہتھیار پاکیشیا تیار نہیں کر سکتا کیونکہ
مخصوص پاؤڈر کے بغیر وہ تیار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب حکومت
پاکیشیا وہ ہتھیار تیار کر لینے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اور اگر
حکومت پاکیشیا نے یہ ہتھیار تیار کر لیا تو اس سے طاقت کا توازن
ان کے حق میں چلا جائے گا۔ اور ایکریمیا نہیں چاہتا۔ اس لئے
حکومت ایکریمیا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکیشیا کو اس ہتھیار کی
تیاری سے روک دیا جائے۔

اس سلسلہ میں جب معلومات حاصل کی گئیں تو یہ ڈیٹس میں آیا
ہے کہ اس ہتھیار کے پیچھے پاکیشیا کے ایک سائنسدان ڈاکٹر
رشید کا ذہن کام کر رہا ہے اور ڈاکٹر رشید کو درمیان سے ہٹا
دیا جائے تو یہ ہتھیار پاکیشیا کسی صورت تیار نہیں کر سکتا کیونکہ
اس کا فارمولا باقاعدہ بلیک اینڈ وائٹ میں نہیں لایا گیا۔ چنانچہ
یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ریڈ ایجنسی اس سلسلہ میں کام کرے۔"
نقاب پوش نے پوری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر —— یہ کام ریڈ ایجنسی کی لائن کا نہیں ہے۔ یہ
ایکریمیا کی سیکرٹ سروس کرتی ہے۔" کارٹر نے کہا۔

"میں جانتا ہوں —— لیکن اس کے باوجود یہ کام
ریڈ ایجنسی کے سپرد کیا گیا ہے۔ کیونکہ حکومت ایکریمیا کسی
صورت سامنے نہیں آنا چاہتی۔ سیکرٹ سروس کے سپرد یہ
کام کرنے سے روسیاہ اور شوگران دونوں ملک بھی اس

ہتھیار سے واقف ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ
ایکریمیا کی خارجہ پالیسی بھی متاثر ہو گی۔ اس لئے یہ کام
انتہائی خفیہ انداز میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ریڈ ایجنسی کا
نام تو یقیناً سیکرٹ سروس اور علی عمران کے نوٹس میں ہو گا
لیکن وہ ریڈ ایجنسی کے کسی ٹاپ ایجنٹ کو نہیں جانتے ہوں گے
اس طرح روسیاہ اور شوگرانی ایجنٹ بھی ریڈ ایجنسی کے ایجنٹس
سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے یہ مشن ریڈ ایجنسی کے سپرد کیا
گیا ہے۔

اور اب میں یہ مشن تمہارے سپرد کر رہا ہوں کیونکہ تم نمبر ون
ہو —— اور یہ مشن انتہائی مشکل ہے۔" نقاب پوش نے کہا۔

"مشکل کیسے باس —— لیبارٹری کا محل وقوع بھی معلوم ہو گا
اور اس سائنسدان کا بھی —— اس کے بعد اس سائنسدان کے
خاتمے میں کیا مشکل رہ جاتی ہے۔" کارٹر نے منہ بناتے ہوئے
کہا۔

"سب سے بڑی مشکل پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران
ہے۔ ان کی موجودگی میں اگر لیبارٹری کو شہر کے وسط میں اوپن
کر دیا جائے اور اس سائنسدان کو چوک پر بٹھا دیا جائے تب
بھی تم اسے انگلی لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ سیکرٹ سروس
کا خفیہ چیف ایکسٹو اور علی عمران دونوں انتہائی خطرناک حد تک
ذہین، تیز اور عیار ہیں۔ اس لئے یہ انتہائی کٹھن کام ہے۔
چنانچہ میں نے اس سلسلے میں بہت غور و فکر کے بعد ایک

لائحہ عمل تیار کیا ہے ۔ ہیری اپنے گروپ کے ساتھ پاکیشیا جائے
گا اور وہ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو الجھائے گا ۔ اس
کے ذمہ خصوصاً علی عمران کا قتل ہے ——— اور تم علیحدہ جاؤ
گے اور تمہارے ذمہ ڈاکٹر رشید کا اغوا ہے "۔
نقاب پوش نے کہا۔
" اغوا یا قتل " ——— کارٹر نے چونکتے ہوئے کہا۔
" کوشش اغوا کی ہو گی ——— کیونکہ ڈاکٹر رشید کی صلاحیتوں
کو ایکریمیا اپنے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے لیکن دوسری
صورت میں اس کا قتل لازمی ہے ۔"
نقاب پوش نے جواب دیا۔
" ایک فیصلہ کریں ——— وہ اغوا بھی ہو سکتا ہے اور قتل
بھی " کارٹر نے کہا۔
" جو تمہیں آسان لگے ——— یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے ۔
بس فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ زندہ رہے تو ایکریمیا کے لئے
ورنہ مر جائے " نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔
" ٹھیک ہے باس ——— ہو جائے گا " کارٹر نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔
" ہیری کل پاکیشیا روانہ ہو جائے گا ۔ اس میں بے پناہ
صلاحیتیں ہیں ۔ وہ لازماً سیکرٹ سروس کو بُری طرح الجھائے
گا ۔ تم بھی کل روانہ ہو جاؤ ——— لیکن تم نے انتہائی خفیہ طور پر
کام کرنا ہے " نقاب پوش نے کہا اور دراز کھول کر اس میں

سے ایک فائل نکال کر کارٹر کے سامنے رکھ دی ۔
" اس میں لیبارٹری اور ڈاکٹر رشید کے بارے میں تفصیلات
موجود ہیں ——— تم اس مشن کے متعلق کیا لائحہ عمل اختیار کرتے
ہو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے " نقاب پوش نے کہا۔
" یس سر " ——— کارٹر نے کہا اور فائل کھول کر پڑھنے میں مصروف
ہو گیا ۔
" اوہ ——— باس یہ تو بڑا آسان کام ہے ۔ آپ نے خواہ مخواہ
اسے پرابلم بنا لیا ہے ——— اگر آپ اجازت دیں تو میں اکیلا
ہی یہ کام کر سکتا ہوں ۔ ہیری کو بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ
ہو سکتا ہے اس کے وہاں جانے سے پاکیشیا سیکرٹ سروس
مزید محتاط ہو جائے ۔ میں ان کی غفلت میں یہ شکار کھیلنا چاہتا ہوں "۔
کارٹر نے کہا۔
" کیا مطلب ——— میں سمجھا نہیں " نقاب پوش نے
کرخت لہجے میں پوچھا۔
" باس ——— اس فائل کے مطابق ڈاکٹر رشید اتوار کے
روز اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے ساحل سمندر پر واقع اس کے گھر
جاتا ہے جہاں وہ ——— لڑکی اکیلی نوکروں کے ساتھ رہتی ہے ۔
میں اس لڑکی کے گھر سے ڈاکٹر رشید کو آسانی سے اغوا کر کے
لا سکتا ہوں " کارٹر نے کہا اور نقاب پوش طنزیہ انداز میں ہنس
پڑا ۔
" تم نے پوری فائل نہیں پڑھی ۔ جب سے اس ہتھیار کی تیاری

شروع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر رشید اپنی لڑکی کے پاس نہیں آتا۔ وہ
اب مستقل طور پر لیبارٹری میں ہی رہتا ہے۔"
نقاب پوش نے کہا۔
" تو پھر بھی کوئی بات نہیں —— انہیں تو یہ اندازہ بھی نہ ہو
گا کہ ہمارا مشن کیا ہے۔ میں اس لڑکی کی طرف سے ایمرجنسی
کال کر کے ڈاکٹر رشید کو بلوا سکتا ہوں۔ اور اگر ہو سکا تو یہ بھی
کر سکتا ہوں کہ اس کی جگہ اپنا کوئی ایجنٹ ڈال دوں۔ اس طرح
زیادہ آسانی ہو جائے گی۔" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
" لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر رشید نہ آئے۔ اس
صورت میں وہ چونک پڑیں گے۔ اور پھر یہ مشن مکمل ہونا بے حد
مشکل ہو جائے گا۔"
نقاب پوش نے کہا۔
" نہ آنے والا کیا سوال ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ مشن کو جس
قدر سادہ رکھا جائے وہ اتنا ہی آسانی سے مکمل ہو جاتا ہے۔
لیکن اگر اسے پیچیدہ بنا دیا جائے تو پھر اس میں واقعی پیچیدگیاں
پیدا ہو جاتی ہیں —— آپ بے فکر رہیں میں زیادہ سے
زیادہ دو روز میں یہ مشن آسانی سے مکمل کر لوں گا۔ البتہ آپ
سے ایک اجازت لینا ہو گی کہ میں اس مشن میں اپنے ساتھ اپنی
منگیتر کو لے جانا چاہتا ہوں۔ پس ماندہ ملک کے لوگوں کی
نفسیات میں جانتا ہوں۔ وہ اکیلے آدمی کے خلاف مشکوک ہو سکتے
ہیں لیکن جوڑے کے متعلق وہ مشکوک نہیں ہو سکتے۔ ہم دونوں

نئے شادی شدہ جوڑے کے روپ میں جائیں گے اور اس طرح
ڈاکٹر کی لڑکی کو بھی ہینڈل کرنے میں آسانی رہے گی۔
کارٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" ٹھیک ہے —— تم اسے لے جا سکتے ہو۔ میں ہیری کو
روک لیتا ہوں۔ لیکن وہاں جا کر اگر تمہیں یہ محسوس ہو کہ کوئی
الجھن ہو رہی ہے تو تم مجھے سپیشل کاشن کے ذریعے مطلع کر دینا۔
پھر نیا لائحہ عمل تیار کر لیا جائے گا۔ بہرحال یہ مشن ہر صورت میں مکمل
ہونا چاہیے۔ یہ ریڈ ایجنسی کی عزت کا سوال ہے۔"
نقاب پوش نے کہا۔
" آپ قطعاً بے فکر رہیں باس —— لیکن ڈاکٹر رشید کو
پہنچانا کہاں ہو گا۔" کارٹر نے پوچھا۔
" تم اسے کس طرح وہاں سے نکالو گے۔" نقاب پوش نے پوچھا۔
" ظاہر ہے خفیہ طریقے سے ہی کام کرنا ہو گا۔" کارٹر نے کہا۔
" اس سلسلہ میں تمہاری مدد کی جا سکتی ہے۔ وہاں پاکیشیا کے
دارالحکومت میں ایکریمیا کا ایک ایسا ایجنٹ موجود ہے جو کہ کسی طرح
آج تک مارک نہیں ہو سکا۔ اس کا نام براؤن ہے۔ وہ وہاں
ناجائز سمگلنگ کا دھندہ کرتا ہے۔ ویسے بظاہر ساحل پر اس کا
بار ہے۔ براؤن بار۔ اسے مطلع کر دیا جائے گا۔ تم نے اس سے
مل کر یا اسے ٹیلیفون کر کے صرف کوڈ بتا دینا ہے۔ ریڈ روز اور
ڈاکٹر رشید کو اس تک پہنچا دینا۔ باقی کام وہ کرے گا۔" نقاب پوش
نے کہا۔

"یعنی مطلب یہ ہوا کہ میں ڈاکٹر رشید کو اغوا کر کے براؤن تک پہنچا دوں —— اس کے بعد میرا کام ختم" کارٹر نے کہا۔

"ہاں بالکل —— براؤن بے حد سمجھدار اور باوسائل آدمی ہے۔ اس کے سپرد ہوتے ہی ڈاکٹر رشید ہم تک بحفاظت پہنچ جائے گا۔" نقاب پوش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"او کے باس —— اب مجھے اجازت۔ میں تفصیلی پروگرام بنا لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ دو تین روز کے اندر ہی کامیابی کی خبر آپ کو مل جائے گی"

کارٹر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور نقاب پوش نے سر ہلا دیا۔

کارٹر نے لیبارٹری اور ڈاکٹر رشید کی فائل تہہ کر کے جیب میں رکھی اور پھر تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"عمران صاحب —— ریڈ ایجنسی کا نام پہلی بار سامنے آیا ہے۔" بلیک زیرو نے سامنے بیٹھے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہارے سامنے پہلی بار آیا ہوگا" تم اپنے سامنے کسی کو آنے ہی کب دیتے ہو۔ مجھ غریب کے سامنے تو ہر کوئی سینہ تان کے آجاتا ہے۔ اسی طرح ریڈ ایجنسی کے متعلق مجھے معلومات پہلے سے ہیں۔ لیکن صرف معلومات کی حد تک۔ تمہیں زیرو ٹاپ کیس کے متعلق معلوم ہوگا۔ اس کیس کے دوران میری نظروں سے ایک فائل گزری تھی جس میں ریڈ ایجنسی کے بارے میں کچھ اشارات موجود تھے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ —— اچھا —— لیکن آپ نے ذکر تو کبھی نہیں کیا تھا" بلیک زیرو نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"لائبریری میں اس کی فائل موجود ہے ——— لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ایکسٹو تو سب کچھ جانتا ہے، اسے بھلا لائبریری کی فائلیں پڑھنے سے کیا واسطہ" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سوری عمران صاحب ——— مجھے خیال نہیں رہا ورنہ میں ان فائلوں کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا رہتا ہوں" بلیک زیرو نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا جا کر لائبریری کی بارہ نمبر الماری کے تیسرے خانے میں سے یہ فائل اٹھا لاؤ اور اسے پڑھ لو پھر میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں۔"

عمران نے کہا اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اٹھا اور لائبریری کی طرف جانے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"جولیا سپیکنگ" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ——— عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" ——— جولیا کا لہجہ یکدم مودبانہ ہو گیا۔

"تم تیار رہو کہ شام چھ بجے ایئرپورٹ پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں کاغذات بھی مل جائیں گے اور تمہیں ایک خصوصی مشن کے لئے بریف بھی کر دیا جائے گا۔ تم نے ایکریمیا جانا ہے"

عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ایکریمیا سر" جولیا کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں ——— شام چھ بجے پہنچ جانا" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ بلیک زیرو اسی دوران فائل لے کر واپس آ چکا تھا۔

"جولیا کو آپ ایکریمیا بھیج رہے ہیں ——— کیوں" بلیک زیرو نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا

"ہاں ——— موجودہ کیس سے متعلق ایک ضروری بات معلوم کرنی ہے" عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"موجودہ کیس ——— کیا مطلب ——— میں سمجھا نہیں سر"

بلیک زیرو نے دوبارہ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ریڈ ایجنسی کی بات کر رہا ہوں ——— پاؤڈر والا مسئلہ تو سردار داؤد نے حل کر دیا ہے لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ایکریمیا چونکہ اس ہتھیار کے سلسلہ میں واقف ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ لازماً اس ہتھیار کے سلسلہ میں کام کریں گے۔ کیونکہ اس ہتھیار کی تیاری ایکریمیا کے مخصوص مفادات کے خلاف ہے"

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر انہوں نے ہتھیار کی تیاری رکنی ہوتی تو وہ پہلے ہی اس سلسلہ میں کام شروع کر دیتے" بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے فائل پڑھ لی ہے" عمران کا لہجہ سرد ہو گیا۔

"جی ہاں ——— اس میں صرف ایک کاغذ ہے، وہ میں نے پڑھ لیا ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اس میں ریڈ ایجنسی کا سربراہ کون ہے ——— یہ پڑھ لیا تم نے؟" عمران نے پوچھا۔

"فائل کے مطابق سربراہ کرنل مارکر کا اشارہ ملتا ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کرنل مارکر کو جانتے ہو؟" عمران پوری طرح انٹرویو لینے پر اتر آیا تھا۔

"اوہ — مجھے یاد آیا۔ یہ کرنل مارکر وہی تو نہیں جو پہلے ایکریمیا کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا سربراہ تھا" بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بالکل وہی ہے —— یہ نسلاً یہودی ہے اور اس لئے یہ پاکیشیا کے سخت خلاف ہے۔ پاکیشیا کو ختم کرنا یا اسے ترقی کرنے سے روکنا اس کا مذہبی مشن ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی اس کے نوٹس میں اس ہتھیار کی تیاری کی بات آئے گی یہ لازماً اس ہتھیار کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کرے گا۔ اور ریڈ ایجنسی ایکریمیا کی نئی ایجنسی ضرور ہے لیکن مجھے اس کے کارناموں کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔

کرنل مارکر نے اس ایجنسی میں ایکریمیا کے انتہائی ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ بھرتی کر رکھے ہیں۔ ان میں ایک ایجنٹ کارٹر بھی ہے۔ کارٹر پاکیشیا کبھی نہیں آیا اور نہ ہمارے پاس اس کی کوئی تفصیل موجود ہے لیکن کارٹر نے تاراکی میں ایک مشن پر کام کیا ہے۔ وہاں اس نے حکومت تاراکی کے ایک اہم ترین منصوبے کو بڑی ذہانت سے تباہ

کر دیا تھا۔ وہیں پہلی بار ریڈ ایجنسی کے نام کے ساتھ کارٹر کا نام بھی سامنے آیا تھا۔ تاراکی والا منصوبہ اس قدر اہم تھا کہ اس پر کارٹر کو بھیجنے کا مطلب یہی لیا جا سکتا ہے کہ کارٹر ریڈ ایجنسی میں انتہائی اہم پوزیشن کا مالک ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اگر کرنل مارکر نے پاکیشیا کے خلاف کوئی مشن بھیجا تو وہ لازماً کارٹر کو یہاں بھیجے گا۔

لیکن اب ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جولیا کو ایکریمیا بھیج کر اس کارٹر کی مصروفیات کا پتہ چلایا جائے اور اگر ہو سکے تو اس کے ذریعے اس بات کا پتہ چلایا جائے کہ کیا کرنل مارکر پاکیشیا کے خلاف کوئی منصوبہ بندی کر رہا ہے یا نہیں" عمران نے کہا۔

"لیکن جولیا یہ سب کچھ کیسے معلوم کرے گی" بلیک زیرو نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"کارٹر کی ایک منگیتر ہے مارگریٹ۔ وہ لارڈ کی اکلوتی بیٹی ہے وہ تاراکی والے کیس میں اس کے ہمراہ تھی۔ اس کا فوٹو حکومت تاراکی کے ہتھے چڑھ گیا تھا لیکن وہ اسے ٹریس نہ کر سکے تھے لیکن میں نے وہ فوٹو دیکھتے ہی اسے پہچان لیا تھا کیونکہ یہ لڑکی ایکریمیا کے ایک مشہور مجرم آرنلڈ کی دوست رہی ہے۔ آرنلڈ پچھلے دنوں ایک ایکسیڈنٹ میں مارا گیا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ آرنلڈ میرا دوست تھا۔ ایک بار میں نے اس لڑکی کو آرنلڈ کے ساتھ دیکھا تھا۔

چنانچہ فوٹو دیکھتے ہی میں نے آرنلڈ سے بات کی تو پتہ چلا ——

کہ اس کا نام مارگریٹ ہے اور یہ لارڈ کی بیٹی ہے۔ آرنلڈ نے ہی مجھے بتایا تھا کہ اس کی منگنی کسی بزنس مین کارٹر سے ہوئی ہے لیکن وہ کارٹر کے بارے میں تفصیلات نہ جانتا تھا اور میں نے بھی زیادہ چھان بین نہ کی۔ لیکن اب اس کیس میں جب میرا خیال کارٹر کی طرف گیا تو مجھے یہ لڑکی بھی یاد آ گئی۔

جولیا کو میں اس لئے وہاں بھیج رہا ہوں کہ جولیا اس مارگریٹ کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتی ہے"

عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— ایسی صورت میں تو آپ کو خود وہاں جانا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے جولیا یہ کام صحیح طور پر نہ کر سکے" بلیک زیرو نے کہا۔

"جولیا سیکنڈ چیف ہے ——— تم اس کو کیا سمجھتے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ آسانی سے سب کچھ معلوم کر لے گی اور پھر میرا ابھی یہاں رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے"

عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ویسے کیوں نہ ہم اس لیبارٹری کی نگرانی شروع کر دیں جہاں یہ ہتھیار تیار ہو رہا ہے تاکہ اگر کوئی سلسلہ ہو تو ہمارے نوٹس میں آ جائے"

بلیک زیرو نے کہا۔

"میں نے ٹائیگر کو وہاں ایڈجسٹ کر دیا ہے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے" عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جولیا کے کاغذات الماری سے نکال کر مجھے دے دو۔ میں شام کو خود ایئر پورٹ جا کر اسے بریف کر دوں گا" عمران نے کہا اور بلیک زیرو اٹھ کر ملحقہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ——— عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سر میں ٹائیگر بول رہا ہوں ——— عمران صاحب سے ضروری بات کرنی ہے۔ وہ کسی نمبر پر ٹریس نہیں ہو رہے" دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ہولڈ کرو۔ میں اس سے رابطہ کرا دیتا ہوں" عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کے نیچے لگے ہوئے دو بٹن دبا دیئے۔

"ٹائیگر ——— عمران فلیٹ میں موجود ہے۔ تم اسے فون کر لو"

عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

اسے معلوم تھا کہ اب جیسے ہی ٹائیگر فلیٹ پر فون کرے گا کال خود بخود یہاں رسیو ہو جائے گی۔ اور وہی ہوا چند لمحوں بعد گھنٹی دوبارہ بج اٹھی۔

عمران کی نظریں ان بٹنوں کے ساتھ لگے ہوئے نمبر بتانے والے چھوٹے سے میٹر پر جمی ہوئی تھی۔ اس پر جو نمبر ابھرا اس سے معلوم ہوا کہ کال عمران کے فلیٹ میں موجود فون سے ڈائریکٹ ہو رہی ہے۔

"اب کس کی زبان کھجلائی ہے" عمران نے اپنی اصل آواز اور مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ عمران صاحب میں ٹائیگر بول رہا ہوں ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے فون کیا تھا تو سلیمان نے بتایا تھا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ پھر میں نے ایکسٹو کو رنگ کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ فلیٹ پر موجود ہیں" ٹائیگر نے کہا۔

"ارے مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے فلیٹ پر آنے سے پہلے تمہیں اطلاع کرنی چاہیئے تھی" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ یہ بات نہیں جناب ۔۔۔ میں تو دراصل ...."

ٹائیگر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا

"مطلب کی بات کرو ٹائیگر ۔۔۔ فضولیات میں وقت ضائع مت کیا کرو" عمران کا لہجہ اور سخت ہو گیا۔

"سوری سر ۔۔۔ میں نے یہ اطلاع دینی تھی کہ ڈاکٹر رشید کو ان کی بیٹی کی طرف سے فون آیا ہے اور ڈاکٹر رشید ایمرجنسی حالت میں لیبارٹری سے اپنی بیٹی کے پاس گئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھنا بھی چاہا لیکن وہ اس قدر پریشان لگ رہے تھے کہ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا" ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ کتنی دیر ہوئی ہے انہیں گئے ہوئے" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے ہیں" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ میں چیک کر لیتا ہوں کہ اس کی بیٹی کو کیا ایمرجنسی پڑ گئی ہے"

عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نہ صرف کریڈل دبا دیا بلکہ اس نے وہ دو بٹن دبا کر فون کو ڈائریکٹ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے انکوائری کے نمبر ڈائل کیے۔

"یس انکوائری پلیز" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر رشید کی رہائش گاہ کا نمبر بتا دیں۔ ساحل سمندر پر ہے یہ" عمران نے کہا۔

"پورا نام بتایئے ۔۔۔ ڈاکٹر رشید تو کئی ہیں" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ ڈاکٹر رشید الحسن جو سائنسدان ہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈبل ون ڈبل زیرو تھری" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے تھینک یو کہہ کر کریڈل دبایا اور آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے مسلسل گھنٹی بجتی رہی اور کسی نے رسیور نہ اٹھایا تو عمران کی پیشانی پر شکنیں سی ابھر آئیں۔ اس نے جلدی سے کریڈل دبایا اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ۔۔۔ پی اے ٹو سیکرٹری امور سائنس" چند لمحوں بعد ہی ایک آواز سنائی دی۔

"مسٹر عالم سے بات کرائیں" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ — یس سر — یس سر — ہولڈ آن کریں" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔ پی اے عمران کے تحکمانہ لہجے سے ہی گھبرا گیا تھا۔

"یس — عالم خاں بول رہا ہوں" چند لمحوں بعد سیکرٹری امور سائنس عالم خاں کی بھاری آواز سنائی دی۔

"چیف آف سیکرٹ سروس ایکسٹو سپیکنگ" عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر — حکم سر" سیکرٹری نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دفاعی لیبارٹری نمبر تھری کے سائنسدان ڈاکٹر رشید الحسن کے گھر کا فون نمبر اور پتہ مجھے فوری چاہیے" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر رشید الحسن — جی ان کا نمبر تو ذاتی طور پر مجھے معلوم ہے۔ ان کی بیٹی رضیہ میری بیٹی کی فرینڈ ہے" سیکرٹری عالم خاں نے جواب دیا۔

"وقت ضائع مت کریں اور پتہ بتائیں" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوری سر — نمبر نوٹ کریں۔ ڈبل ون ڈبل زیرو تھری۔ اور پتہ تھرٹی ون لگژری بیچ ہے۔" سیکرٹری عالم خاں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لگژری بیچ" — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس — لگژری بیچ بار" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون بول رہا ہے؟" عمران نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"میں کاؤنٹر سے بول رہا ہوں خالد" دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"مسٹر خالد — میں ڈائریکٹر انٹیلیجنس بول رہا ہوں، آپ کے قریب ہی ڈاکٹر رشید الحسن کی رہائش گاہ ہے، تھرٹی ون نمبر ہے کوٹھی کا۔ آپ کسی کو بھیج کر معلوم کریں کہ وہاں سے فون کا جواب کیوں نہیں آ رہا — ذرا ایمرجنسی" عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ — اچھا جناب ساتھ ہی ہے میں خود جاتا ہوں" دوسری طرف سے خالد نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں پانچ منٹ بعد دوبارہ کال کروں گا" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ہو سکتا ہے ٹیلیفون خراب ہو" بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں خراب فون کی ٹون اور ہوتی ہے — فون ٹھیک ہے لیکن کوئی اٹھا نہیں رہا۔"

اور پھر ابھی پانچ منٹ — پوری طرح گزرنے بھی نہ پائے تھے

کہ عمران نے ریسیور اٹھا کر دوبارہ لگژری بیچ بار کے نمبر
ڈائل کیے۔

"لگژری بیچ بار"۔ دوسری طرف سے خالد کی آواز سنائی
دی۔

"مسٹر خالد ـــــ آپ نے معلوم کیا۔" عمران نے کرخت
لہجے میں پوچھا۔

"سر ـــــ میں خود گیا ہوں۔ کوٹھی کا پھاٹک بند ہے لیکن
اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔

کاؤنٹر بوائے خالد نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ ٹھیک ہے ـــــ تھینک یو" عمران نے کہا
اور کریڈل دبا کر اس نے جلدی سے صفدر کے نمبر ڈائل
کرنے شروع کر دیئے۔

"صفدر سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی صفدر کی
آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو ـــــ صفدر تم فوراً لگژری بیچ کی کوٹھی نمبر تھرٹی
ون پر جاؤ۔ یہ ایک سائنسدان ڈاکٹر رشید الحسن کی رہائش گاہ
ہے لیکن ـــــ وہاں سے ٹیلیفون کا جواب نہیں آ رہا ہے اور اس کا
پھاٹک بھی بند ہے۔ تم اندر جا کر صورت حال معلوم کرو اور
وہیں سے مجھے فون پر رپورٹ دو ـــــ فوراً جاؤ۔"

عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"۔ صفدر نے جواب دیا اور عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

"میری چھٹی حس خطرے کا سائرن بجا رہی ہے۔ ٹائیگر کے
مطابق ڈاکٹر رشید اپنی بیٹی کی ایمرجنسی کال پر لیبارٹری سے گھر گیا
ہے اور اب وہاں سے جواب نہیں آ رہا۔"

" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمران بار بار
کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید
بے چینی کے آثار تھے۔

"اور پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے
ریسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں جناب ـــــ کوٹھی خالی پڑی ہوئی ہے
کوئی آدمی بھی کوٹھی میں موجود نہیں ہے۔ البتہ پھاٹک اندر سے
بند تھا"۔ صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ہونہہ ـــــ ٹھیک ہے تم وہیں رکو۔ میں عمران کو تمہارے
پاس بھیج رہا ہوں"۔ عمران نے خود ہی کہا اور ریسیور رکھ کر وہ
جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ بلیک زیرو سے بغیر کوئی بات
کیے تقریباً بھاگتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔

"چیف باس خواہ مخواہ اس مشن کو پہاڑ بنائے ہوئے تھا
ہونہہ"۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے کارٹر نے کہا اور پھر سامنے میز پر
رکھے ہوئے ایک جدید ساخت کے ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبانے
میں مصروف ہو گیا۔

"چیف باس اگر اسے پہاڑ بنا رہا تھا تو لازماً یہ پہاڑ ہی ہو گا۔
لیکن یہ اور بات ہے کہ تم نے اس پہاڑ کو چیونٹی میں بدل دیا"۔
ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور کارٹر نے سر ہلا دیا۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے
لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو —— نمبر ون کالنگ چیف باس ریڈ کاشن اوور"۔
کارٹر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ — یس چیف باس اٹنڈنگ —— اوور"۔ دوسری
طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

"باس —— مشن مکمل ہو گیا ہے"۔ —— اوور"۔ کارٹر نے
منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تفصیل بتاؤ —— اتنی جلدی کیسے مکمل ہو گیا —— اوور"۔
دوسری طرف سے بولنے والے چیف باس کے لہجے سے
حیرت نمایاں تھی۔

"باس —— میں اور مارگریٹ آج صبح یہاں پاکیشیا پہنچے
یہاں کچھ دیر ہوٹل میں آرام کرنے کے بعد ہم بظاہر سیر کرنے ساحل
سمندر پر گئے۔ وہاں ہم نے پہلے تو ہر قسم کی نگرانی کو اچھی طرح
چیک کیا لیکن کوئی نگرانی نہ ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں ڈاکٹر
رشید کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ کوٹھی پر توقع کے مطابق ڈاکٹر رشید کی
بیٹی موجود تھی۔

ہم نے کوٹھی کی خوبصورتی کا بہانہ بنایا کہ ہمیں کوٹھی کا ڈیزائن
بے حد پسند آیا ہے۔ اس سے وہ لڑکی بہت خوش ہوئی اور
ہمیں اندر لے گئی۔ کوٹھی میں کوئی ملازم نہ تھا۔ وہ خود ہی ہمارے
لئے مشروبات لے آئی۔ جس پر میں نے اس سے نوکروں کے
بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک نوکر کے عزیز کی شادی تھی
اس لئے سب نوکر آج چھٹی کر کے وہاں گئے ہوئے ہیں۔ رات
کو واپس آئیں گے۔

چنانچہ ہم نے اسے ریوالور سے کور کیا اور پھر اس سے زبردستی

ڈاکٹر رشید کو لیبارٹری میں فون کرایا۔ ڈاکٹر رشید نے بیٹی کے
ساتھ باقاعدہ کوڈ طے کیا ہوا تھا۔ ریوالور کی وجہ سے اس سیدھی سادی
لڑکی نے کوڈ بھی بتا دیا۔ اور ہمارے کہنے پر اس نے ڈاکٹر کو بتایا
کہ اس کی حالت اچانک خراب ہو گئی ہے اور فیملی ڈاکٹر دستیاب
نہیں ہے۔ اس پر ڈاکٹر رشید نے فوراً آنے کو کہا۔

لڑکی کی ریوالور دیکھ کر ویسے ہی حالت خراب ہو رہی تھی اس
لئے ڈاکٹر کو اس پر کوئی شک نہ پڑا۔

فون کے بعد ہم نے اس لڑکی کو بے ہوش کر دیا۔ تھوڑی دیر
بعد ڈاکٹر رشید پہنچ گیا۔ ہم نے پھاٹک کھول دیا تھا۔ اس لئے وہ
سیدھا پورچ میں کار لے آیا۔

اور پھر وہ جیسے ہی نیچے اترا میں نے اس کی گردن دبا کر
اسے بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد میں نے براؤن سے اس
ٹیلی فون پر بات کی۔ براؤن مل گیا اور کوڈ بتانے کے بعد میں نے
اسے فوراً کوٹھی پہنچنے کے لئے کہا۔

دس منٹ بعد براؤن کوٹھی پہنچ گیا۔ اسے شاید آپ بریف
کر چکے تھے۔ اس لئے اس نے فوراً ہی ٹیلیفون پر انتظامات شروع
کر دیئے۔ میں نے اسے کہا کہ ڈاکٹر کے ساتھ اس کی لڑکی کو بھی
کوٹھی سے لے جایا جائے اور بعد میں چاہے وہ اسے قتل کر
دے تاکہ اگر کوئی فوراً آ جائے تو وہ لڑکی کی لاش دیکھ کر کسی کو
اطلاع نہ کر سکے۔

براؤن اس لڑکی اور ڈاکٹر کو اپنی کار میں ڈال کر لے گیا تو میں

نے کوٹھی کا گیٹ اندر سے بند کر دیا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی کو معلوم
ہونے سے پہلے براؤن کو کافی وقت مل جائے۔ اور پھر ہم دونوں
عقبی دیوار پھاند کر باہر آ گئے۔

اس کے بعد ہم دونوں سیدھے ہوٹل پہنچے۔ میں نے براؤن
کو ہوٹل کا نام بتا دیا تھا اور اسے کہہ دیا تھا کہ ڈاکٹر رشید کو محفوظ
جگہ پہنچاتے ہی مجھے اطلاع دے تاکہ میں آپ کو مشن مکمل ہونے
کی رپورٹ دے سکوں۔

ابھی چند لمحے پہلے براؤن کا فون آیا ہے کہ اس کے آدمیوں
نے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی دونوں کو ایک خفیہ جزیرے پر
پہنچا دیا ہے۔ جہاں سے انہیں رات کو خفیہ طور پر کافرستان پہنچا
دیا جائے گا۔ اور پھر وہاں سے وہ آسانی سے ایکریمیا پہنچ جائیں
گے ـــــ اوور" کارٹر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ـــــ تم نے تو واقعی کمال کر دیا ـــ مجھے واقعی
یقین نہیں آ رہا کہ جس مشن کو میں اتنا مشکل سمجھ رہا تھا، وہ تم
اس قدر آسانی سے مکمل کر لو گے" چیف باس کی تعریف بھری
آواز سنائی دی۔

"اب اگر آپ اجازت دیں تو میں آنے سے پہلے اس علی عمران
کا خاتمہ بھی کرتا آؤں ـــــ اوور" کارٹر نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"اوہ ـــ ہرگز نہیں ـــ ایسا سوچنا بھی نہیں۔ اور تم فوراً وہاں
سے واپس آنے کا کرو۔ تمہارا وہاں زیادہ دیر تک رکنا بھی خطرناک

ہو سکتا ہے۔ اگر اس عمران کے کانوں میں معمولی سی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ کسی عفریت کی طرح تمہیں آ دبوچے گا ——— اوور"

چیف باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیسی بھنک باس ——— آپ خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں اسے۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں قیامت تک معلوم نہ ہو سکے گا کہ ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کہاں غائب ہو گئی ہے۔ اوور"

کارٹر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"احمقوں جیسی باتیں مت کرو کارٹر ——— تم نے اس مشن میں کئی حماقتیں کی ہیں۔ تم نے براؤن کو ہوٹل کا منیجر بنایا اور تم ساحل سمندر پر گھومتے رہے۔ عمران ایسے سراغ لگانے میں بہت تیز ہے۔ اسے جیسے ہی ڈاکٹر رشید کے غائب ہونے کی اطلاع ملے گی وہ تفتیش شروع کر دے گا اور پھر تم یقین بھی نہ کر سکو گے کہ وہ کس طرح تم تک پہنچ گیا۔ تم فوراً یہ ہوٹل چھوڑ دو ——— اوور ——— چیف باس نے کہا۔

"سر ——— آپ کمال کرتے ہیں ——— کیا آپ مجھ سے یہی امید رکھتے ہیں۔ ہم دونوں نے راستے میں میک اپ کر لیا تھا اور پھر واپس آنے پر یہ میک اپ صاف کر دیا گیا۔ اس لئے ساحل سمندر پر جانے والے اور تھے اور ہم اور ہیں۔ ویسے بھی ہمارے کاغذات درست ہیں اور ہم صرف تفریح کرنے آئے ہیں۔ باقی رہا براؤن تو میں نے پہلے ہی اسے ہدایت کر دی ہے کہ وہ ڈاکٹر رشید کے ایکریمیا پہنچنے تک انڈر گراؤنڈ

رہے ——— اوور" کارٹر نے بُرا منانے والے لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ ——— دراصل جس قدر آسانی سے یہ مشن مکمل ہو گیا ہے اس نے صحیح معنوں میں مجھے بوکھلا دیا ہے۔ حالانکہ میں تمہاری صلاحیتوں کو پوری طرح جانتا ہوں ——— آئی ایم سوری کارٹر ——— بہرحال اب ہمارا مشن مکمل ہو گیا ہے اس لئے تم اب مزید کچھ نہیں کرو گے۔ البتہ جتنی جلد ممکن ہو سکے واپس آجاؤ ——— اوور"

چیف باس نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ——— میں خیال رکھوں گا ——— اوور"

کارٹر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" دوسری طرف سے کہا گیا اور کارٹر نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"میں اس علی عمران سے ملوں گا ضرور۔ کم از کم پتہ تو چلے کہ آخر چیف باس اس سے اس قدر دہشت زدہ کیوں ہے" کارٹر نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چیف باس تو اس طرح ڈر رہا تھا جیسے وہ عمران مافوق الفطرت ٹائپ کی کوئی چیز ہو۔ مجھے بھی حیرت ہے حالانکہ چیف باس تو بڑوں بڑوں کو اہمیت نہیں دیتا"

مارگریٹ نے بھی منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ اس علی عمران کو ایسا سبق

سکھاؤں گا کہ اس کی ساری وحشت بھاپ بن کر اڑ جائے گی"۔

کارٹر نے ٹرانسمیٹر کو الماری میں موجود بیگ میں رکھتے ہوئے کہا۔ یہ ٹرانسمیٹر کیمرے کے انداز میں بنا ہوا تھا اور اس کو واقعی اس انداز میں بنایا گیا تھا کہ سوائے اس کے آپریٹر کے اور کوئی آدمی بھی اسے ٹرانسمیٹر ثابت نہ کر سکتا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے" مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آج تو تفریح کریں گے۔ کل عمران سے ملاقات ہو گی کیونکہ کل تک ڈاکٹر رشید ایکریمیا پہنچ چکا ہو گا۔ آؤ شہر میں گھومتے پھرتے ہیں۔"

کارٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور مارگریٹ بھی مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

عمران نے کار ڈاکٹر رشید کی کوٹھی کے کھلے پھاٹک سے اندر لے گیا۔ گیٹ کے ستون پر ڈاکٹر رشید الحسن کی نیم پلیٹ موجود تھی۔

اندر پورچ میں ایک کار پہلے سے موجود تھی لیکن یہ کار صفدر کی نہ تھی۔ البتہ صفدر برآمدے میں کھڑا تھا۔ عمران نے اپنی کار پورچ میں روکی۔ اور پھر نیچے اتر آیا۔

"اس دوران کوئی آدمی تو نہیں آیا" عمران نے کار سے اترتے ہوئے صفدر سے پوچھا۔

"نہیں جناب —— نہ ہی کوئی آدمی اور نہ ہی کوئی کال"۔ ویسے میں نے پوری کوٹھی چیک کر لی ہے۔ یہاں کوئی آدمی بھی موجود نہیں ہے۔" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ —— لیکن نوکر کہاں چلے گئے۔ اتنی بڑی کوٹھی میں

ڈاکٹر کی بیٹی اکیلی تو نہیں رہ سکتی"۔

عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس نے بھی صفدر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کوٹھی کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ جس کمرے میں ٹیلیفون موجود تھا، عمران وہاں کافی دیر تک رکا رہا لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے وہاں سے کوئی کلیو نہیں مل سکا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھیک پڑی ہوئی تھی۔

عمران وہاں سے نکل کر باورچی خانے میں آیا تو اسکی نظریں برتن دھونے والے سنک پر پڑیں جہاں مشروبات کی دو خالی بوتلیں پڑی تھیں۔ ان میں مڑے ہوئے سٹرا بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک سٹرا پر لپ سٹک کا دھبہ بھی نمایاں نظر آ رہا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بوتل کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"اوہ ـــ انہیں فریج سے نکلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ یہ ابھی تک ٹھنڈی ہیں"۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک سٹرا کے کنارے پر موجود دھبے کو غور سے دیکھنے لگا۔

"آؤ صفدر ـــ اب ہمیں ارد گرد سے معلوم کرنا پڑے گا کہ آخر یہ سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں"۔ عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

کوٹھی سے باہر نکل کر اس نے ادھر ادھر کے ماحول کا جائزہ

لیا۔ لیکن ساری کوٹھیوں کے پھاٹک بند تھے۔ ذرا دور رگٹزی بار کا بورڈ نظر آ رہا تھا۔

عمران پھاٹک پر کھڑا کافی دیر اِدھر اُدھر دیکھتا رہا جیسے کچھ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ اور پھر اچانک اس کی نظریں خالی پلاٹ پر جم گئیں جہاں دس گیارہ سال کا بچہ جونیئر سائیکل چلاتا پھر رہا تھا۔ عمران تیزی سے اُدھر بڑھ گیا۔

"تو اب کیا آپ اس بچے سے پوچھیں گے"۔ صفدر نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بچوں کی نظریں بڑوں کی نظروں سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ بچہ اس وقت بھی یہاں موجود ہو جب ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کو غائب کیا گیا ہو"۔ عمران نے کہا۔

"غائب کیا گیا ہو ـــ کیا مطلب ـــ کیا انہیں اغوا کیا گیا ہے"۔ صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"تو کیا وہ دھواں بن کر اڑ گئے ہیں"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـ مجھے تو معلوم نہیں ہے ـــ کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے؟"

صفدر نے حیرت بھرے انداز میں کہا لیکن عمران اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے بچے سے مخاطب ہو گیا۔ کیونکہ اس دوران وہ اس خالی پلاٹ کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔

"بیٹے ذرا ایک منٹ بات سننا"۔ عمران نے بڑے نرم

لہجے میں سائیکل چلاتے ہوئے بچے سے پوچھا۔

"یس انکل" — لڑکے نے سائیکل روکتے ہوئے کہا۔

"بیٹے سامنے والی کوٹھی میں رہنے والے ڈاکٹر رشید کو آپ جانتے ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"بالکل جانتا ہوں بلکہ باجی رضیہ کے پاس تو میں پڑھتا بھی ہوں" لڑکے نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ گڈ —— ہم تمہاری مس رضیہ سے ملنے آئے تھے۔ لیکن وہ کوٹھی میں موجود ہی نہیں ہیں۔ کہاں چلی گئی ہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا — مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ سارا دن کوٹھی پر رہتی ہیں" لڑکے نے جواب دیا۔

"تمہیں کتنی دیر ہوئی ہے یہاں سائیکل چلاتے۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ایک گھنٹہ روز سائیکل چلاتا ہوں۔ بس اب میں واپس جا رہا تھا۔ میں نے ہوم ورک کرنا ہے" لڑکے نے کہا اور پیڈل پر دباؤ ڈالنے لگا تاکہ آگے بڑھ جائے۔

"کسی کار کو تم نے کوٹھی میں جاتے یا نکلتے دیکھا ہے؟" عمران نے کہا۔

"آپ پولیس میں ہیں" لڑکے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں پولیس مجھ میں ہے" عمران نے جواب دیا اور

لڑکا ہنس پڑا۔

"دو غیر ملکی تو میں نے اندر جاتے دیکھے تھے جب میں سکول سے واپس آ رہا تھا۔ پھر مجھے معلوم نہیں" لڑکے نے کہا۔

"غیر ملکی" عمران نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں —— سیاح لگتے تھے۔ ایک مرد تھا اور ایک عورت۔ دونوں نے پتلونیں پہنی ہوئی تھیں۔ گورے گورے سے تھے۔ ہاں اس عورت کے بال سرخ رنگ کے تھے۔ ایسے جیسے میری سائیکل کا رنگ ہے۔ اور وہ سگریٹ بھی پی رہی تھی۔ اس لئے میں نے دیکھا تھا" لڑکے نے کہا۔

"وہ کس چیز پر آئے تھے" عمران نے پوچھا۔

"جی پیدل تھے —— ادھر سے آئے تھے" لڑکے نے دائیں طرف شاپنگ سنٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"او کے —— تھینک یو ماسٹر" عمران نے کہا اور اس شاپنگ سنٹر کی طرف بڑھ گیا جس طرف لڑکے نے اشارہ کیا تھا۔

"یہ بوتلیں انہی غیر ملکیوں نے پی ہیں اور ان کے بعد ہی ڈاکٹر رشید کو ایمرجنسی کال ہوئی ہے۔" عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کیسے فیصلہ کیا کہ بوتلیں انہی غیر ملکیوں نے پی

ہیں کوئی اور بھی تو ہو سکتا ہے" صفدر نے کہا۔

"جس سٹرا پر لپ سٹک کا دھبہ تھا وہ دھبہ تم نے غور سے نہیں دیکھا۔ اس کے درمیان ایک جگہ پر دھبہ ہلکا تھا جبکہ باقی دھبہ خاصا گہرا تھا۔ اس وقت تو میں اس پوائنٹ کو سمجھ نہ سکا لیکن اب اس لڑکے کی بات سن کر سمجھ گیا ہوں۔ وہ دھبہ ہلکا سگریٹ پینے کی وجہ سے تھا۔"

عمران نے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

عمران شاپنگ سنٹر کے آگے بیٹھے ہوئے ایک پالش والے لڑکے کے پاس جا کر رک گیا۔

"سنو ——— ایک غیر ملکی مرد اور عورت ادھر آئے تھے۔ تم نے دیکھا ہے انہیں" عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکالتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"جی یہاں تو بے شمار غیر ملکی آتے جاتے رہتے ہیں" پالش والے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی نظریں عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے نوٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"ایک نشانی بتا دیتا ہوں۔ اس غیر ملکی عورت کے بال گہرے سرخ تھے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— اچھا اچھا ——— وہ عورت جو سگریٹ پی رہی تھی جی ہاں وہ کافی دیر پہلے یہاں سے گزرے تھے۔ وہ عورت جس طرح کھلے عام سگریٹ پی رہی تھی اس سے میں چونکا تھا۔" پالش والے نے کہا اور عمران نے مسکراتے ہوئے نوٹ

اس کی طرف بڑھا دیا۔ پالش والے نے جلدی سے نوٹ لے کر جیب میں ڈال لیا۔ اس کے چہرے پر مفت کا نوٹ ملنے سے انوکھی سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ عمران نے جیب سے دوسرا نوٹ نکال لیا۔

"کہاں گئے ہیں وہ دونوں" عمران نے کہا۔

"اوہ ——— وہ ادھر کوٹھیوں کی طرف گئے تھے اتنا تو میں نے دیکھا تھا۔ البتہ یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آئے تھے۔ وہ ادھر ٹیکسی سے اترے تھے اور میں نے دیکھا تھا وہ ٹیکسی اللہ داد کی تھی۔ اس نے مجھے سلام بھی کیا تھا۔" پالش والے نے جواب دیا۔

"اللہ داد ——— وہ کون ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"جی وہ میری منگیتر کا بھائی ہے۔ ٹیکسی چلاتا ہے" پالش والے نے جواب دیا۔

"ٹیکسی کا نمبر بتا سکتے ہو؟" عمران نے کہا اور پالش والے نے جلدی سے نمبر بتا دیئے۔

"کیا وہ ٹیکسی سے اتر کر سیدھے کوٹھیوں کی طرف گئے تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ——— وہ پہلے ادھر بار میں گئے تھے پھر وہاں سے نکل کر میرے سامنے سے ادھر کوٹھیوں کی طرف گئے تھے۔"

پالش والے نے جواب دیا اور عمران نے اسے نوٹ دیا

اور اس بار کی طرف بڑھ گیا۔ جس کا نام پالش والے نے لیا تھا۔

"یہ تو واقعی پولیس والوں کی طرح تفتیش کرنی پڑ گئی۔" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔" عمران نے کہا اور پھر جیسے ہی بار کے سامنے پہنچا۔ وہ بار کے کونے پر بیٹھے ہوئے ایک فقیر کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ فقیر آنکھوں سے اندھا تھا۔ اس نے سامنے چادر پھیلائی ہوئی تھی جس پر سکے اور نوٹ پڑے ہوئے تھے۔

"آج تو دھندہ زوروں پر ہے اسلم" عمران نے قریب جا کر کہا اور صفدر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس اندھے فقیر کی آنکھیں جو سفید اور بے نور نظر آ رہی تھیں یکلخت ٹھیک ہو گئیں۔

"اوہ —— عمران صاحب! آپ اور یہاں" فقیر نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ وہ اب بالکل ٹھیک دیکھ رہا تھا۔ البتہ عمران کو دیکھ کر اس کے چہرے پر دوستانہ سی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"سوپر فیاض کہاں ہے؟" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب —— میں تو یہاں ایک گروپ کی نگرانی کے لئے بیٹھا ہوں۔ وہ ابھی تک پہنچے ہی نہیں۔"

فقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو اس دوران کوئی دھندہ تو ہو گیا۔ ویسے مجھے یہ نوکری بے حد پسند آئی ہے۔ تنخواہ بھی کھری اور اللہ کا فضل بھی" عمران نے کہا اور فقیر ہنس پڑا۔

"آپ آج اس وقت ادھر کیسے آ گئے۔" اسلم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک غیر ملکی جوڑے کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ عورت کے بال گہرے سرخ ہیں اور وہ کھلے عام سگریٹ پیتی ہے" عمران نے کہا۔

"اچھا وہ جوڑا —— ایکریمین سیاح لگتے تھے۔ ادھر کوٹھیوں کی طرف پیدل گئے تھے۔ پھر کافی دیر بعد ادھر سے ایک پیلے رنگ کی کار میں واپس آئے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر براؤن بیٹھا ہوا تھا۔ اس براؤن نے انہیں یہاں اتار دیا اور وہ آگے چلا گیا۔ اور پھر انہوں نے یہیں سے ٹیکسی پکڑی اور واپس چلے گئے۔" اسلم نے جواب دیا۔

"براؤن —— کون براؤن" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا بار ہے —— ادھر گرین ہٹس کی طرف براؤن بار —— ویسے وہ شریف آدمی ہے۔ کسی غلط دھندے کا آدمی نہیں ہے" اسلم نے کہا۔

"اوہ —— اچھا ٹھیک ہے —— تھینک یو" عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"اب ہماری انٹیلیجنس واقعی تیز ہو گئی ہے" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"خاک تیز ہو گئی ہے ——— بس یہی المیہ ہے جو اپنے شوق پر کام کرتا رہتا ہے۔ آؤ اس براؤن کو بھی دیکھ لیں" عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا گرین ہنٹس کے علاقے کی طرف بڑھنے لگا۔

براؤن بار ایک عام سی بار تھی جس میں زیادہ تر غیر ملکی جہازوں کے ملاح بھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کاؤنٹر پر ایک چمکیلی آنکھوں والا نوجوان کھڑا تھا۔

"یس سر ——— فرمایئے" کاؤنٹر بوائے نے عمران کے کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرماتے ہیں یار ——— ذرا دم تو لینے دو۔ ویسے یہ بتاؤ سرمہ کون سا لگاتے ہو آنکھوں میں" عمران نے کہا۔

"سرمہ ——— جی کیا مطلب؟" کاؤنٹر بوائے نے چونکتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آنکھیں بڑی چمکیلی ہیں۔ میری نانی اماں ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ سرمہ لگانے سے آنکھوں میں چمک آ جاتی ہے" عمران نے کہا اور کاؤنٹر بوائے بے اختیار ہنس پڑا۔

"اوہ ——— صاحب ایسی بات نہیں ہے۔ بس قدرتی ہی ایسی ہیں" کاؤنٹر بوائے نے کہا۔

"براؤن کو بھی یہ نسخہ بتا دینا تھا۔ اس کی آنکھیں اکثر خراب ہتی ہیں" عمران نے کہا۔

"نہیں تو۔ اس کی آنکھیں تو ٹھیک ہیں" کاؤنٹر بوائے نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ابھی کل ہی مجھے کہہ رہا تھا کہ آنکھوں میں دھند ہے" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ——— کیا باس آپ کے دوست ہیں یسے میں نے آپ کو پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا" کاؤنٹر لئے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آج سے پہلے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ ویسے ج مجھے حیرت ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آیا حالانکہ لمبا ھندہ تھا۔ موٹی رقم تھی۔ میں نے سوچا کسی چکر میں نہ الجھ لیا ہو" عمران نے کہا۔

"اوہ ——— وہ تو دو گھنٹے پہلے یہاں سے چلے گئے ہیں۔ ر واپس نہیں آئے" کاؤنٹر بوائے نے جواب دیا۔

"اوہ ——— ویری بیڈ ——— دس لاکھ کا نقصان۔ یہ تو ا مسئلہ ہے" عمران نے مایوس لہجے میں کہا۔

"دس لاکھ ——— کیا مطلب؟" کاؤنٹر بوائے دس لاکھ کا ن کر چونک پڑا۔

"ایڈوانس ملے ہیں۔ باقی دھندہ ہو گا تو پچاس لاکھ اور لنے ہیں۔ لیکن کام خراب ہو گیا۔ پارٹی کام فوراً چاہتی ہے"

عمران نے کہا۔ اور جیب سے چھوٹے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر لہرانے لگا۔ لڑکے کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی۔

"معلوم نہیں جناب ـــــ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔ لڑکے نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"چلو میں کسی اور سے بات کر لیتا ہوں ـــــ کسی کو یہ گڈی دے دوں گا تو وہ ملوا دے گا براون سے ـــــ تھوڑی سی رقم خرچ ہونے سے اگر وہ مل سکتا ہے تو گھاٹے کا سودا نہیں"۔ عمران نے گڈی کو مایوسانہ انداز میں جیب کی طرف واپس بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ باس کو بتائیں گے تو نہیں"۔ لڑکے نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ـــــ ایسی باتیں بتانے کی ہوتی ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"باس ایک خصوصی مشن پر زیرو گھاٹ گیا ہے۔ دو آدمیوں کو پاس کرانا تھا۔ وہ وہیں ہو گا"۔ لڑکے نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"زیرو گھاٹ ـــــ وہ کہاں ہے؟" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ارے ـــــ آپ زیرو گھاٹ نہیں جانتے"۔ لڑکے نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اب اس کی آنکھوں میں تشویش کی پرچھائیاں ابھرنے لگیں۔

"میں تو صرف رقم کا لین دین جانتا ہوں۔ مجھے کیا ضرورت ہے گھاٹوں پر گھومنے کی۔ بس ادھر سے نوٹ لئے ادھر دیئے یہ معاملہ کھرا"۔

عمران نے کہا اور لڑکے کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ ذہین آدمی تھا۔ اس لئے عمران کا دیا ہوا اشارہ فوراً سمجھ گیا کہ عمران صرف پارٹیاں پھنساتا ہے۔ عملی کام نہیں کرتا۔

"جزیرہ راں کا [illegible]تی ہے دو میل آگے گھاٹ بنا ہوا ہے اسے زیرو گھاٹ کہتے ہیں۔ وہاں جا کر آپ مراد کا پوچھ لیں۔ مراد وہاں کا دادا ہے۔ اسے لازماً معلوم ہو گا کہ باس کہاں ہے"۔

لڑکے نے جواب دیا اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے نوٹوں کی گڈی لڑکے کی طرف بڑھا دی جس نے انتہائی حیرت انگیز پھرتی سے گڈی کاؤنٹر کے نیچے ڈال دی۔

"بس پلیز میرا نام نہ آئے ورنہ باس مجھے گولی مار دے گا"۔

لڑکے نے عمران سے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"تم کس پر آئے ہو؟" عمران نے باہر نکل کر صفدر سے پوچھا۔

"کار تو ورکشاپ گئی ہوئی ہے ـــــ اس لئے فوراً آنے کے لئے ٹیکسی پر آیا تھا"۔ صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر کوٹھی سے جا کر میری کار لے آؤ۔ میں یہیں ہوں"۔ عمران نے کہا اور صفدر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"عمران ٹہلتا ہوا آگے بڑھا اور ایک بکسٹال پر جا کر رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد صفدر کار لے آیا تو عمران اس پر سوار ہوا۔ اور صفدر نے کار زیرو گھاٹ کی طرف بڑھا دی۔

"یہ دو آدمیوں کے پاس کرنے کا کیا چکر ہے، غیر ملکیوں کو تو اس نے اسلم کے سامنے اتار دیا تھا۔"

صفدر نے کار آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ڈاکٹر رشید اور اس کی لڑکی کو اغوا کیا گیا ہے اور براؤن انہیں ملک سے باہر نکالنے میں مصروف ہے اور یہ غیر ملکی لازماً ریڈ ایجنسی سے متعلق ہیں۔"

عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ریڈ ایجنسی۔" صفدر نے چونک کر کہا۔

"ہاں ـــ ایکریمیا کی ایک خفیہ ایجنسی ہے۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا تو صفدر خاموش ہو گیا۔ عمران کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر الجھا ہوا ہے۔ اس لئے وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔

کار مچھیروں کی بستی سے نکل کر گھاٹ کی طرف بڑھی جا رہی تھی یہاں ایک سرکاری عمارت تھی جس کے گرد مچھیروں کے ساتھ ساتھ دارالحکومت کے اور لوگ بھی گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف مچھلی کی نیلامی ہو رہی تھی۔

صفدر نے ایک سائیڈ پر کار روکی تو عمران نیچے اتر آیا۔

"مچھلی لینی ہے، سستی لینی ہے تو میں دلا دیتا ہوں۔" ان

کے کار سے اترتے ہی ایک ملاح نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"مراد کو جانتے ہو۔ وہ ہمارا گاہک ہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــ مراد دادا ـــ اوہ پھر تو تم اپن کے کام کے نہ ہوئے۔" ملاح نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"سنو ـــ اتنا تو بتا دو کہ مراد کہاں ہے۔" عمران نے کہا۔

"مراد دادا ـــ وہ ادھر اپنی جھونپڑی میں ہوگا۔ وہ جس پر کالا جھنڈا لگا ہوا ہے۔" ملاح نے جلدی سے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا۔

عمران صفدر کے ہمراہ اس جھونپڑی کی طرف بڑھ گیا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر فرش پر ایک پہلوان نما آدمی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بڑے نوابانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں سرخ رومال بندھا ہوا تھا۔ اور وہ چہرے مہرے سے ہی بدمعاش لگ رہا تھا۔ اس کے سامنے دو ملاح بڑے مؤدبانہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"مراد تمہارا نام ہے۔" عمران نے جھونپڑے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور مراد چونک کر سیدھا ہو گیا۔ دوسرے ملاح بھی مڑ کر عمران اور صفدر کو دیکھنے لگے۔

"ہاں ـــ اپن کا نام ہی مراد ہے۔ بولو کیا بات ہے۔" مراد

نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا

" تم سے ایک خاص بات کرنی ہے ۔ ان آدمیوں کو باہر بھیج دو " عمران نے سرد لہجے میں کہا ۔

" یہ ادھر ہی بیٹھیں گے ـــــ یہ میرے آدمی ہیں ۔ بولو کیا بات ہے ؟ " مراد نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔

" سوچ لو ـــــ پھر ایسا نہ ہو کہ براؤن برا منائے ۔ " عمران نے جواب دیا ۔

" براؤن ـــــ اوہ تم براؤن کے آدمی ہو ـــــ کیا بات ہے " مراد نے یکلخت اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا ۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے

" ہم براؤن کے آدمی نہیں ہیں ـــــ براؤن ہمارا آدمی ہے " عمران نے اس طرح کہا جیسے براؤن اس کا حقیر سا ملازم ہو

" اوہ ـــــ اچھا اچھا ۔ سمجھ گیا ۔ ٹھیک ہے ۔ تم دونوں باہر جاؤ " مراد نے سر ہلاتے ہوئے اپنے آدمیوں سے کہا ۔

اور وہ دونوں تیزی سے جھونپڑی سے باہر جمع ہو گئے ۔

" دروازہ بند کر دو " عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا

اور صفدر نے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا ۔

" براؤن کہاں ہے ؟ " عمران نے پوچھا ۔

" اپن کو کیا معلوم ـــــ اپن نے اسے اِدھر دیکھا تو تھا " مراد نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔ وہ شاید عمران کے فقرے کا کچھ اور مطلب سمجھا تھا ۔

" ہم نے اس سے پوچھنا ہے کہ ہمارے آدمی پاس ہو گئے ہیں یا نہیں ۔ اور اگر ہو گئے ہیں تو پھر ہم اس کو باقی ادائیگی کر دیں کیونکہ ہم نے ابھی ایک ضروری کام کے لئے باچان جانا ہے ۔ بس اچانک کام پڑ گیا ۔ ہم اصول کے آدمی ہیں ہو سکتا ہے ہمیں وہاں دس بارہ روز لگ جائیں ۔ لمبا دھندہ ہے ۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ خود جا کر رقم دے دیں ۔ براؤن نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑ جائے تو ہم زیرو گھاٹ پر مراد سے پوچھ لیں ۔ " عمران نے کہا ۔

" تمہارے آدمی ـــــ کون ہیں ۔ وہ غیر ملکی ہیں " مراد نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا ۔

" نہیں ـــــ مقامی ہیں ۔ ایک مرد اور ایک لڑکی ہے " عمران نے جواب دیا ۔

" وہ پاس ہو گئے ہیں ـــــ رقم ہمیں دے دو ۔ ہم امانت پہنچا دے گا ۔ " مراد نے سر ہلاتے ہوئے کہا ۔

" مراد کیا تم ہمیں احمق سمجھتے ہو ـــــ براؤن کا سارا دھندہ ہمارے سر پہ چل رہا ہے ۔ ٹھیک ہے پھر ہم جا رہے ہیں ۔ براؤن کو کہہ دینا کہ ماسٹر کوبرا آیا تھا لیکن تم نہیں ملے ۔ اب ہم باچان سے واپس آ کر اسے رقم دیں گے " عمران نے کہا اور واپس مڑنے لگا ۔

" ماسٹر کوبرا ـــــ اوہ ۔ کتنی رقم دینا ہے ۔ " مراد نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا ۔

" لمبی رقم ہے ——— کیوں " عمران نے چونک کر پوچھا۔

" رقم لے آئے ہو " مراد نے پوچھا۔

" ہاں ——— لیکن اگر تم سوچ رہے ہو کہ ہم سے رقم حاصل کر لو گے تو پھر پہلے براؤن سے ہمارے متعلق پوچھ لینا۔ تمہاری ہڈیاں بھی قبر میں صدیوں تک چٹختی رہیں گی۔"

عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" اوہ ——— اپن یہ نہیں سوچ رہا " مراد نے عمران کے لہجے سے ہی جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

" تو پھر کیوں پوچھ رہے ہو " عمران نے اسی لہجے میں پوچھا۔

" اپن اس لئے پوچھ رہا تھا کہ اپن نے آدمی پاس کئے ہیں اور اپن کو ابھی آدھی رقم ملی ہے " مراد نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

" تو پھر تو تمہیں بھی انتظار کرنا پڑے گا۔" عمران نے دروازے کی طرف دوبارہ بڑھتے ہوئے کہا۔

" سنو ——— براؤن یہاں نہیں آ سکتا وہ ٹاپو پر ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں۔" مراد نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں " عمران نے کہا۔

" اوکے ——— آؤ میرے ساتھ " مراد نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا جھونپڑی کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

" وہ رقم لے لو ——— ہمیں لانچ پر جانا ہو گا " مراد نے

باہر نکل کر کہا۔

" جیک جا کر کار سے رقم لے آؤ " عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور صفدر سر ہلاتا ہوا کار کی طرف بڑھ گیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

" آؤ ادھر لانچ ہے " مراد نے کہا اور وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔

اس نے چلتے چلتے کسی کو ہاتھ سے مخصوص اشارہ کیا تو صفدر نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا لیکن عمران نے بے نیازی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس لئے صفدر مطمئن ہو گیا۔

"ارے ——— یہ تو وہی روڈ ہے جس پر اس عمران کا فلیٹ ہے۔ مجھے باس نے اس روڈ کا بتایا تھا" کارٹر نے یکلخت ایک دکان کے بورڈ کو پڑھتے ہوئے چونک کر کہا۔

"تو کیا مطلب ہے ——— کیا تم اس سے ابھی ملنا چاہتے ہو"۔ ساتھ چلتی ہوئی مارگریٹ نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اب ادھر آ ہی نکلے ہیں تو یہ کام بھی ہو جانا چاہیے۔" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— لیکن سوچ لو چیف باس نے سختی سے منع کیا ہے" مارگریٹ نے کہا۔

"ارے چیف باس تو یونہی ہر بات میں الجھ جاتا ہے۔ اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ میں نے کیا کرنا ہے۔ بس ایک گولی اس کے سینے میں اتارنی ہے اور مسئلہ ختم" کارٹر نے کہا اور آگے

بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ عمران کے فلیٹ کے سامنے رک گیا۔

"ہاں یہی نمبر ہے ——— ٹھیک ہے آؤ میں بھی دیکھوں کہ آخر یہ ہے کیا شے؟" کارٹر نے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مارگریٹ اس کے پیچھے تھی۔ اوپر فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ کارٹر نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد اندر سے آتے ہوئے قدموں کی آواز ابھری تو کارٹر نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال لیا۔

"کون ہے؟" دروازہ کھولنے سے پہلے ایک مردانہ آواز ابھری۔

"دروازہ کھولو ——— ہم بڑی دور سے آئے ہیں" کارٹر نے کہا تو دروازہ کھل گیا۔

"علی عمران کا فلیٹ یہی ہے" کارٹر نے دروازے میں کھڑے ہوئے ادھیڑ عمر آدمی سے پوچھا جو ان دونوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں یہی ہے لیکن وہ موجود نہیں ہیں" دروازہ کھولنے والے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم نے انہیں ضروری ملنا ہے۔ ہم ناڈا سے آئے ہیں صرف انہی کو ملنے کے لئے" کارٹر نے کہا۔

"آپ اپنا پتہ بتا جائیں جب وہ آئیں گے تو انہیں بتا دوں گا" دروازہ کھولنے والے نے کہا۔

"اگر وہ گھنٹے تک آ سکتے ہیں تو ہم یہیں انتظار کر لیتے ہیں" کارٹر نے کہا۔

"ان کا کچھ پتہ نہیں۔ آجائیں تو ابھی آجائیں، نہ آئیں تو دس دن تک نہ آئیں" دروازہ کھولنے والے نے کہا۔

"اوہ —— تم ان کے ملازم ہو —— کیا نام ہے تمہارا" کارٹر نے کہا۔

"میرا نام سلیمان ہے —— اور میں ان کا ملازم نہیں وہ میرے ملازم ہیں" دروازہ کھولنے والے نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟ وہ تمہارا ملازم ہے" کارٹر سلیمان کی بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔

"مطلب اسی سے پوچھ لینا اور جو کچھ کہنا ہے جلدی بتاؤ، میں ضروری کام میں مصروف ہوں۔" سلیمان نے کہا۔

"فون نمبر بتا دو —— ہم فون پر پوچھ لیں گے" کارٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اور سلیمان نے جلدی سے فون نمبر بتایا اور پھر ایک دھماکے سے دروازہ بند کر دیا۔

"بڑا انک چڑھا آدمی ہے" مارگریٹ نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرا دل تو کرتا تھا کہ ایک گولی اس کے سینے میں اتار دوں لیکن میں اس عمران کو چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ کارٹر نے کہا اور

تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

"میں اب بور ہو گئی ہوں —— کسی بار میں چلو" مارگریٹ نے کہا اور کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے ایک خالی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔

"کسی اچھے سے بار میں چلو" کارٹر نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور نے نصیر اللہ بار کے سامنے ٹیکسی روکتے ہوئے کہا۔

"یہ دارالحکومت کی سب سے اچھی بار ہے جناب۔"

"اوہ۔ تھینک یو" کارٹر نے کہا اور پھر نیچے اتر کر اس نے ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا اور بغیر کچھ واپس لئے بار کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

بار واقعی شاندار اور وسیع تھی اور وہاں بیٹھے ہوئے افراد بھی خاصے معزز لگ رہے تھے۔

"یہ تو واقعی اچھی بار لگتی ہے" کارٹر نے ایک میز کے گرد رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور مارگریٹ نے بھی سر ہلا دیا۔ وہ بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

کارٹر نے ویٹر کو وہسکی لانے کے لیے کہا اور ویٹر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی میز پر وہسکی سرو کر دی گئی اور وہ اس کے پینے میں مصروف ہو گئے۔

اسی لمحے ویٹر تیزی سے ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"سر آپ کا نام کارٹر ہے" ویٹر نے قریب آکر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں —— کیوں" کارٹر ویٹر کی زبان سے اپنا نام سن کر بری طرح چونک پڑا۔ مارگریٹ بھی چونک گئی تھی۔

"آپ کا فون ہے کاؤنٹر پر" ویٹر نے جواب دیا۔

"میرا فون —— کسی اور کا ہوگا" کارٹر نے یقین نہ کرنے والے لہجے میں کہا۔

"آپ کا ہی ہے —— کوئی براؤن صاحب ہیں" ویٹر نے جواب دیا تو کارٹر یکلخت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ —— ٹھیک ہے" کارٹر نے کہا اور پھر وہ تقریباً دوڑتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو" —— کارٹر نے ایک طرف رکھا ہوا رسیور اٹھا کر کہا۔

"مسٹر کارٹر" —— دوسری طرف سے براؤن کی آواز سنائی دی۔

"یس —— تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں" کارٹر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"اوہ —— سر میں نے آپ کی حفاظت کے لئے اپنے آدمی تعینات کر دیئے ہیں۔ کیونکہ آپ میرے مہمان ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے معلوم ہوا ہے —— آپ کے لئے ایک

خبر ہے جناب —— دو مقامی آدمی ان آدمیوں کے متعلق پوچھتے ہوئے زیرو گھاٹ پہ پہنچے ہیں جنہیں میں نے پاس آن کیا ہے۔ انہیں میرے متعلق بھی علم ہے لیکن وہ وہاں میرے خاص آدمی سے ٹکرا گئے تو وہ آدمی انہیں لے کر ایک پوائنٹ پہ پہنچ گیا ہے اور مجھے خبر دی ہے۔ میں تو مال کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ انہیں چیک کر لیں کہ یہ کون ہیں" دوسری طرف سے براؤن نے کہا۔

"کیا مطلب —— میں سمجھا نہیں تمہاری بات" کارٹر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو مال آپ نے مجھے پاس آن کرنے کے لئے دیا تھا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے" براؤن نے کہا۔

"ہاں —— تم نے تو بتایا تھا کہ وہ محفوظ جگہ پہنچ گیا ہے" کارٹر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ واقعی محفوظ ہیں —— اس کے متعلق تو آپ بے فکر رہیں۔ اس مال کے متعلق پوچھتے ہوئے دو مقامی آدمی جن میں سے ایک کا نام ماسٹر کوبرا اور دوسرے کا نام جیک ہے، زیرو گھاٹ پہ پہنچے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مال میرے ذریعے سے پاس آن ہوا ہے۔ وہ مجھے ٹریس کرنا چاہتے تھے لیکن وہاں میرا آدمی ان سے ٹکرا گیا۔ اور پھر وہ انہیں کھلے سمندر میں میرے ایک خفیہ اڈے پہ لے گیا ہے۔ پھر میرے آدمی نے مجھے ان کے متعلق خبر دی ہے۔ میں نے اسے انتظار کرنے کے لئے

کہہ دیا ہے۔ لیکن میرا یہ اصول نہیں ہے کہ میں مال کو غیر محفوظ چھوڑ دوں اس لیے میں وہاں خود نہیں جانا چاہتا۔ لیکن یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ چونکہ وہ آپ کے مال کے متعلق ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اگر آپ چاہیں تو ان سے مل کر معلوم کرلیں کہ وہ کون لوگ ہیں"

براؤن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ تو بہت اہم بات ہے۔ کہاں ہیں وہ؟" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ ایک خاص پوائنٹ پر ہیں —— میرا آدمی آپ کو وہاں لے جائے گا۔ آپ اس ہوٹل سے باہر نکل کر اپنے سر پہ دو بار ہاتھ پھیریں تو وہ آپ کے پاس آجائے گا۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے وہ آپ کو وہاں لے جائے گا۔" براؤن نے جواب دیا۔

"میرے پہنچنے تک وہ آدمی نکل نہ جائیں" کارٹر نے کہا۔

"نہیں جناب —— وہ میرے خاص اڈے میں ہیں وہاں سے ان کی لاشیں ہی نکل سکتی ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میرا آدمی جو انہیں وہاں لے آیا ہے اس کا نام مراد ہے۔ وہ وہاں آپ کو ریسیو کرے گا۔" براؤن نے کہا۔

"ٹھیک ہے" —— کارٹر نے کہا اور ریسیور رکھ کر اس نے جلدی سے جیب سے ایک نوٹ نکال کر کاؤنٹر پہ رکھا اور کرسی پر بیٹھی ہوئی مارگریٹ کو باہر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی

کے آثار نمایاں تھے۔

کھلے سمندر میں لانچ خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ عمران اور صفدر بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لانچ مراد خود چلا رہا تھا۔ البتہ عمران نے پیچھے آنے والی دونوں لانچیں دیکھ لی تھیں لیکن وہ مطمئن انداز میں بیٹھا رہا۔

"مجھے اس آدمی کی نیت ٹھیک نہیں لگتی۔" صفدر نے فرانسیسی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"جولیا یہ بات کہتی تو شاید مجھے تشویش ہوتی۔ کیا تم نے اپنے آپ کو جولیا تو نہیں سمجھ لیا" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور صفدر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"میرا یہ مطلب نہ تھا۔" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مطلب کا ہی تو سارا چکر ہے —— لوگ مطلب نکالنے کے بعد آنکھیں پھیر لیتے ہیں لیکن جولیا مطلب سے پہلے ہی آنکھیں پھیرنے لگ گئی ہے"

عمران نے کہا اور صفدر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"آپ خواہ مخواہ جولیا پر اعتراض کر رہے ہیں، آنکھیں تو آپ پھیر لیتے ہیں" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آجکل یہ کام تنویر نے سنبھال لیا ہے۔ شارٹی کے کیبن میں وہ اس طرح مجھ سے لڑنے لگا تھا جیسے میری نیت پر اسے شک پڑ گیا ہو؟" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ سے لڑنے لگ گیا تھا —— وہ کیوں۔ وہ اتنا بھی احمق نہیں ہے۔ آپ نے کوئی بات ایسی کر دی ہو گی۔" صفدر نے کہا۔

"بات تو ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اس بار اس کا انداز بدلا ہوا تھا مجھے تو کوئی اور شک پڑا تھا" عمران نے کہا۔

"کیسا شک؟" صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"شاید جولیا نے اس سے کوئی وعدہ کر لیا ہے؟" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جولیا نے وعدہ کر لیا تو پھر اس سے آپ کے ساتھ لڑنے کی کیا تک نکلتی ہے" صفدر واقعی حیرت بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"تم جولیا کے وعدے کو کیا سمجھتے ہو۔ اس کے وعدے کے بعد تو تنویر پوری دنیا سے لڑنے پر تیار ہو سکتا ہے۔ میری کیا حیثیت ہے؟" عمران نے معنی خیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ —— میں سمجھ گیا۔ آپ کا مطلب —— ہے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ جولیا کا اس طرح کا وعدہ ناممکن ہے"۔ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عورت کے بدلتے دیر لگتی ہے۔ اب دیکھو تم بدل سکتے ہو تو جولیا کیسے نہیں بدل سکتی"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں بدل گیا ہوں —— وہ کیسے"۔ صفدر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ابھی تم مراد کی نیت کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے"۔ عمران نے کہا اور صفدر عمران کی بات سمجھ کر ہنس پڑا۔

اسی لمحے مراد نے لانچ کا رخ موڑا تو وہ دونوں چونک پڑے۔ دور ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ اور مراد نے لانچ کا رخ ادھر ہی موڑا تھا۔

"کیا براؤن اتنی دور رہتا ہے"۔ عمران نے اپنی زبان میں بولتے ہوئے مراد سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیونکہ وہ اب تک مسلسل فرانسیسی زبان میں بات کر رہے تھے۔

"ہاں وہ ادھر ہی ہے"۔ مراد نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے اس جزیرے کا" عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"اس کا کوئی نام نہیں ہے"۔ مراد نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"واہ —— کوئی نام نہیں —— اچھا نام ہے۔ ویسے میری مانو تو اپنے نام پر اس کا نام رکھ لو۔ تاریخ میں نہیں تو

کم از کم جنرل فیے میں تو تمہارا نام آ ہی جائے گا۔"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن مراد نے کوئی جواب نہ دیا۔

لانچ جزیرے کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ لیکن اب اس کی رفتار پہلے کی نسبت خاصی کم تھی۔ پیچھے آنے والی لانچیں جو پہلے کافی فاصلے پر تھیں، اب تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔

"یہ دونوں لانچیں تمہارے ساتھیوں کی ہیں" عمران نے مراد سے کہا۔

"اوہ ہاں —— دراصل یہ ہمارا اصول ہے۔ ہم اکیلے کبھی نہیں چلتے۔" مراد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور عمران خاموش ہو گیا۔

لانچ تھوڑی دیر بعد جزیرے پر پہنچ گئی۔ پیچھے آنے والی دونوں لانچیں بھی ان کے ساتھ پہنچ کر رک گئیں۔ دونوں لانچوں میں چھ افراد تھے۔ جو سب کے سب شکل سے ہی لڑاکے لگ رہے تھے۔

"آؤ جی" مراد نے لانچ ہک کر کے جزیرے کی چٹان پر چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔ اور عمران اور صفدر لانچ پر سے چٹان پر کود گئے۔ دوسری لانچوں پر آنے والے بھی ان کے پیچھے آنے لگے۔

جزیرے کا اندرونی حصہ درختوں سے خالی تھا۔ صرف کناروں

پر اونچے اونچے درخت تھے۔ جزیرے پر پہنچتے ہی درختوں کے پیچھے سے نکل کر مشین گنوں سے مسلح دو آدمی آگے بڑھے۔

"باس موجود ہیں" مراد نے ان میں سے ایک سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ خاصا سخت تھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ مراد اس براؤن کے گروپ میں خاصی اہمیت رکھتا ہے۔

"نہیں —— وہ تو زیرو ونیسنڈ پر ہیں —— کیوں" آنے والے نے کہا۔

"یہ باس کے بھی باس ہیں —— اور انہوں نے باس سے بہت ضروری ملنا ہے۔ میں ان سے ٹرانسمیٹر پر بات کر لیتا ہوں۔" مراد نے مسلح افراد سے کہا اور مسلح افراد نے سر ہلا دیئے۔

کافی آگے جا کر انہیں ایک بڑا کیبن نظر آیا۔ اس کے باہر دو مسلح افراد کھڑے تھے۔ لانچوں سے اترنے والا سارا قافلہ آگے پیچھے چلتا ہوا کیبن میں داخل ہو گیا۔

کیبن کے درمیان میں ایک میز اور اس کے گرد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جبکہ ایک سائیڈ پر فولاد کی بنی ہوئی ایک بڑی سی الماری بھی موجود تھی۔ اندر ایک اور مسلح آدمی موجود تھا۔

"مام —— ٹرانسمیٹر نکالو۔ میں نے باس سے بات کرنی ہے۔" مراد نے اندر موجود آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا اس فولادی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اور صفدر بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

اس آدمی ٹام نے الماری کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا ۔ اور
اسے میز پر رکھ دیا۔ عمران نے دیکھا کہ یہ ٹرانسمیٹر ون سائیڈڈ
تھا یعنی اس کی فریکونسی ایک ہی تھی۔
مراد نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبایا تو ٹرانسمیٹر پر موجود سرخ رنگ
کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔
" ہیلو ____ ہیلو ____ مراد کالنگ باس ___ اوور" مراد
نے بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔
" یس ____ اوور" ____ چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے ایک
آواز ابھری۔ اور ٹرانسمیٹر پر جلنے بجھنے والا بلب اب مسلسل
جلنے لگا تھا۔
" باس ____ میں پوائنٹ زیرو ون سے بول رہا ہوں۔
دو آدمی جو اپنے آپ کو آپ کا باس بتاتے ہیں۔ ان میں سے
ایک کا نام ماسٹر کوبرا ہے اور دوسرے کا نام جیک ہے،
زیرو گھاٹ پر میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپ
سے مل کر آپ کی رقم ادا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ضروری کام
کے لئے باجیان جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے پاس ہونے
والے مال کا بھی صحیح حوالہ دیا ہے ____ اوور"۔ مراد نے کہا۔
" کون ماسٹر کوبرا ____ میں کسی ماسٹر کوبرا کو نہیں جانتا اوور"
دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔
" مسٹر براؤن ____ میرا نام کوبرا ہے۔ تم مجھے نہیں جانتے
شناخت کے لئے اس غیر ملکی کا حوالہ دے رہا ہوں جس نے

مال پاس کرنے کے لئے دیا ہے اور جسے تم اپنی زرد رنگ
کی کار میں ڈاکٹر کی کوٹھی سے لائے تھے۔ ایک اہم ترین بات
کرنی ہے اس مال کے سلسلہ میں۔ اس میں تمہارا بھی اور
اس غیر ملکی دونوں کا فائدہ ہے۔ اگر تم نہیں ملو گے تو پھر لمبا
نقصان ہو جائے گا" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔
" آپ نے اس کی بات سن لی باس ____ اب کیا حکم ہے
اوور"۔ عمران کے فقرہ ختم کرتے ہی ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھے
ہوئے مراد نے کہا۔
" مراد ____ تم اس کا خیال رکھنا میں آ رہا ہوں۔ اور سنو انہیں
یہاں کی بجائے بڑے کیبن میں بٹھاؤ ____ اوور اینڈ آل"
براؤن نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر
کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ براؤن نے سر ہلاتے ہوئے
ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
" آؤ میرے ساتھ" مراد نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
اور عمران خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ صفدر بھی اس کے ساتھ
ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ بیگ بدستور اس کے ہاتھ میں تھا۔
کیبن سے باہر نکل کر مراد انہیں ساتھ لیتا ہوا آگے بڑھتا
چلا گیا۔ کچھ فاصلے پر ایک اور بڑا کیبن نظر آنے لگا۔ لانچوں سے
آنے والے مسلح افراد بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔
بڑا کیبن صرف نام کا ہی بڑا نہ تھا بلکہ درحقیقت پہلے کیبن
سے کافی بڑا تھا اور یہاں کسی قسم کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ صرف

چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

"آپ یہاں بیٹھیں۔ میں باہر جا کر باس کو لے کر آتا ہوں۔" مراد نے کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ اس کے مسلح ساتھی خاموشی سے کیبن کی اندرونی دیواروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔

بظاہر تو وہ بڑے اطمینان سے کھڑے نظر آ رہے تھے لیکن عمران نے مارک کر لیا تھا کہ وہ خاصے چوکنے تھے۔

"اب براؤن کے آنے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہے؟" صفدر نے فرانسیسی زبان میں کہا۔

"بلی تھیلے سے تو باہر آئے۔ پھر دیکھوں گا کہ اس کی مونچھوں کی لمبائی کتنی ہے؟" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفدر سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ وہ عمران کا موڈ سمجھ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد کوئی بات کرنی فضول تھی۔

"یہ کون ہو سکتے ہیں؟" مارگریٹ نے ساتھ بیٹھے ہوئے کارٹر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

وہ اس وقت ایک لانچ میں بیٹھے کھلے سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ بار سے باہر نکل کر جب کارٹر نے مخصوص اشارہ کیا، تو ایک نوجوان ایک ستون کے پیچھے سے نکل کر آگے آ گیا اور پھر وہ نوجوان ہی کار میں بٹھا کر انہیں یہاں ساحل پہ لے آیا۔ اور زیرو گھاٹ پہنچ کر وہ تینوں کار سے نکل کر ایک لانچ کے قریب پہنچے۔

اس نوجوان نے لانچ میں موجود ایک آدمی سے بات کی۔

"آپ اس لانچ پر سوار ہو جائیں ——— یہ آپ کو اس جگہ لے جائے گا جہاں باس نے کہا ہے۔" نوجوان نے لانچ والے سے بات کر کے کارٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور کارٹر

نے سر ہلا دیا۔

چنانچہ اب وہ دونوں لانچ میں بیٹھے کھلے سمندر میں سفر کر رہے تھے۔

کارٹر نے اسے براؤن کے فون کی تفصیلات وہیں اپنے مخصوص کوڈ میں بتا دی تھیں لیکن مارگریٹ کو کارگھاٹ پر پہنچ جانے کی وجہ سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ اس لئے لانچ میں بیٹھتے ہی اس نے پوچھ لیا۔

"مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ ہم نے وہاں کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ اور یہ لوگ براؤن تک کیسے پہنچ گئے۔ بہرحال ان سے مل کر ہی معلوم ہوگا۔" کارٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا ہے۔" کہیں یہ عمران یا سیکرٹ سروس کے لوگ نہ ہوں" مارگریٹ نے کہا۔

"عمران یا سیکرٹ سروس ——— اوہ نہیں۔ انہیں اس سارے کھیل کا علم ہی نہیں ہے۔ بہرحال ہو سکتا ہے، ویسے تم نے اچھا کیا کہ یہ آئیڈیا بتا دیا۔ ورنہ میرے ذہن میں اب تک یہ خیال نہ آیا تھا ——— میں یہی سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ کوئی براؤن کا مخالف گروپ ہو"، کارٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور مارگریٹ سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔

لانچ کھلے سمندر میں سفر کرتی ہوئی ایک چھوٹے سے جزیرے پر پہنچ گئی۔ لانچ چلانے والے نے اسے ہک کیا تو کارٹر

اور مارگریٹ لانچ سے کود کر چٹانوں پر آگئے۔ اسی لمحے اوپر سے ایک مقامی آدمی نیچے اتر آیا۔

"میرا نام مراد ہے ——— میں باس براؤن کا آدمی ہوں۔ باس نے آپ کے متعلق مجھے بتا دیا ہے ——— آیئے۔" آنے والے نے قریب آ کر کارٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ خاصا مودبانہ تھا۔

"اوہ ——— تو تم یہاں ان آدمیوں کو لائے ہو۔ مجھے تفصیل بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا" کارٹر نے مراد کے ساتھ اوپر چڑھتے ہوئے کہا۔ اور مراد نے تفصیل بتانی شروع کر دی۔

جزیرے پر چڑھ کر وہ اب کیبن کی طرف جا رہے تھے۔

"یہ لوگ موجود تو ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ نکل جائیں"، کارٹر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے اجازت کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا جناب۔ وہ بڑے کیبن میں موجود ہیں۔ باس نے انہیں بڑے کیبن میں بٹھانے کے لئے کہا تھا۔ اس کے بعد باس نے مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کیا۔ ٹرانسمیٹر چھوٹے کیبن میں ہے۔ اور مجھے بتایا کہ آپ یہاں پہنچیں گے تو آپ کو ان کے پاس لے جایا جائے"۔

مراد نے جواب دیا اور کارٹر نے سر ہلا دیا۔

چھوٹے کیبن سے گزرتے ہوئے وہ اور آگے بڑھ گئے۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں وہ بڑا کیبن نظر آنے لگا۔

"تم نے ان کی تلاشی لی ہے" کارٹر نے چلتے چلتے اچانک

ایک خیال کے تحت پوچھا۔
"تلاشی ---- نہیں تلاشی تو نہیں لی۔ اس کی کیا ضرورت تھی"
مراد نے چونک کر جواب دیا۔
"یہاں تمہارے آدمی ہیں" کارٹر نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔
"بڑے کیبن کے اندر چھ مسلح افراد موجود ہیں۔ میں انہیں احتیاطاً اپنے ساتھ لایا تھا۔ ویسے یہاں جزیرے پر پانچ مسلح افراد موجود ہیں۔ وہ مستقل طور پر یہیں رہتے تھے" مراد نے جواب دیا۔
"گڈ" ---- کارٹر نے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔ وہ اب بڑے کیبن کے قریب پہنچ چکے تھے۔ کیبن کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ مراد نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور خود ایک طرف ہٹ گیا۔
کارٹر اور مارگریٹ کیبن کے اندر داخل ہوئے اور ان کے پیچھے مراد اندر داخل ہوا۔ سامنے کرسیوں پر دو مقامی افراد بیٹھے ہوئے تھے۔
"یہ دونوں آدمی ہیں جناب" مراد نے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں ---- میں نے دیکھ لیا ہے" کارٹر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کی تیز نظریں ایک آدمی پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے چہرے پر بھی اس کے لئے دلچسپی کے آثار نمایاں تھے۔
"تمہارا نام علی عمران ہے" کارٹر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے

سرد لہجے میں ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"بالکل ہے" اس نوجوان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اور کارٹر کے ساتھ کھڑی مارگریٹ یہ سن کر بری طرح چونک پڑی۔
"لیکن تم نے تو مجھے بلیک کو برا بتایا تھا۔" مراد نے یکلخت غصیلے لہجے میں پوچھا۔
"تم خاموش رہو ---- مجھے بات کرنے دو" کارٹر نے سخت لہجے میں مراد سے مخاطب ہو کر کہا۔
"تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟" کارٹر نے کہا۔
"یہ شخص ہمیں یہاں لے آیا ہے۔ پوچھ لو اس سے۔ بڑی خوبصورت سی لانچ تھی۔ بڑا شاندار سفر طے ہوا اس میں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اور تم اس آدمی تک کیسے پہنچے؟" کارٹر نے سخت لہجے میں کہا۔
"کیسے پہنچے تھے یار صفدر ---- دراصل میری یادداشت اوہ ہاں یاد آ گیا ---- کار پر آئے تھے" عمران نے پہلے قریب بیٹھے آدمی سے مخاطب ہو کر سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر خود ہی بتا دیا۔
"اس کا نام صفدر ہے اور یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں" کارٹر نے کہا۔
"کمال ہے ---- ہمارے ہاں ایک طبقہ ہوتا ہے میراثی بڑا کام کا طبقہ ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف سب کو جانتا ہے بلکہ ان

کے پورے خاندان، ان کے شجرہ نسب سب زبانی یاد ہوتے
ہیں۔ میرا خیال ہے تم بھی اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہو"
عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں تمہیں کیسے پتہ چلا کہ براؤن نے ڈاکٹر رشید
اور اس کی بیٹی کو اغوا کیا ہے" کارٹر نے جھلا کر اس بار سیدھی
بات کر دی۔

"ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی ——— کیا مطلب۔ میں کوئی تمہاری
طرح میراثی تو نہیں ہوں۔ شریف آدمی ہوں۔ مجھے بھلا ان کے
اغوا کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ اور پھر میرا ان سے کیا تعلق ؟
میں تو اپنی پارٹی کے لئے یہاں آیا ہوں براؤن سے ملنے"
عمران کے لہجے میں ایسی بے ساختہ حیرت تھی کہ کارٹر بھی
چونک پڑا۔

"بکواس مت کرو ——— تم ابھی تک صرف اس لئے زندہ
ہو کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے براؤن کا سراغ کیسے لگایا
ہے ؟" کارٹر کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا تھا۔

"تمہیں شاید اپنے متعلق ضرورت سے زیادہ خوش فہمی ہے
مسٹر کارٹر۔ تم نے یہ سمجھا تھا کہ ریڈ ایجنسی یہاں اتنی بڑی واردات
کر گزرے گی اور کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا ——— یہ پاکیشیا ہے
پاکیشیا سمجھے" یکلخت عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے
کہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اور لہجہ اس طرح بدل گیا تھا
جیسے اس کی کایا ہی پلٹ گئی ہو۔ وہ چند لمحے پہلے والا عمران لگ

ہی نہ رہا تھا۔ دوسرا آدمی صفدر بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ ——— مجھے کیسے جانتے ہو" ——— کارٹر نے بری طرح چونکتے
ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے
ریوالور جیب سے نکال لیا۔

"اب یہ بھی بتا دوں ——— چلو تم بھی کیا یاد کرو گے مرنے سے
پہلے۔ یہ بھی تمہیں علم ہو جانا چاہیئے۔ سنو! یہ تمہاری منگیتر مارگریٹ
ہے۔ یہ لارڈ گراہم وڈ کی اکلوتی بیٹی ہے اور تم ریڈ ایجنسی کے سپیشل
ایجنٹ ہے۔ اور ریڈ ایجنسی کا چیف باس کرنل مارکر ہے اور یہ
سن لو کہ یہ جزیرہ سیکرٹ سروس کے گھیرے میں ہے۔ اور ڈاکٹر
رشید اور اس کی بیٹی رضیہ اس براؤن سمیت سیکرٹ سروس
کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ سارا کھیل مجھے اس لئے
کھیلنا پڑا کہ تم سامنے آ جاؤ۔ اور دیکھو تم کتنے اطمینان سے
سامنے آ گئے ہو"
عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو ——— ابھی چند لمحوں بعد تمہاری لاش
یہاں پھڑک رہی ہو گی" کارٹر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یقین نہیں آ رہا تو مراد اور اس کے ساتھیوں سے پوچھ لو،
ان سب کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے" عمران نے تیز لہجے
میں کہا۔

"کیا ———؟" کارٹر عمران کی یہ بات سن کر یکلخت بری طرح
چونک کر پاس کھڑے مراد کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک عمران کا

جسم بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے اس نے
دیوار کے ساتھ کھڑے مشین گن بردار کو یکلخت اچھال کر نہ صرف
اپنے سامنے کر لیا بلکہ اس کی مشین گن بھی اس کے ہاتھوں میں پہنچ
گئی۔ اور جس لمحے عمران اپنی جگہ سے اچھلا اسی لمحے صفدر نے
ہاتھ میں پکڑا ہوا تھیلا پوری قوت سے گھما کر کارٹر پر پھینک مارا۔
وزنی تھیلا کارٹر کے سینے پر پڑا اور وہ چیخ مار کر نیچے گرا ہی
تھا کہ عمران کی مشین گن تڑتڑا اٹھی اور دوسرے لمحے کمرہ انسانی
چیخوں سے گونج اٹھا۔

یہ سب کچھ اس قدر حیرت انگیز تیزی سے ہوا تھا کہ مراد
اور اس کے ساتھی سمجھ ہی نہ سکے اور صفدر کے یکلخت بیگ
مارنے سے کارٹر بھی ریوالور نہ چلا سکا۔

مارگریٹ چیختی ہوئی واپس مڑنے لگی تھی کہ صفدر نے چھلانگ
لگائی اور دوسرے لمحے وہ مارگریٹ کو پکڑ کر اپنے سامنے رکھتے
ہوئے گھسیٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔

مراد اور اس کے ساتھی عمران کے پہلے ہی راؤنڈ میں ختم
ہو گئے تھے۔ صرف وہ آدمی ہی بچا تھا جو عمران کے سینے کے
سامنے تھے اور پہلا راؤنڈ چلا کر عمران نے اسے بھی یکلخت
کارٹر پر اچھال دیا۔ جو نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھ
رہا تھا۔

اس آدمی کے ٹکرانے سے وہ ایک بار پھر چیختا ہوا نیچے
گرا اور اسی لمحے عمران کی مشین گن ایک بار پھر تڑتڑائی اور

آدمی بری طرح چیختا ہوا تڑپنے لگا۔

عمران بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس سے پہلے
کہ کارٹر اٹھتا عمران نے یکلخت مشین گن اچھال کر اسے نال سے
پکڑا اور اس کا دستہ پوری قوت سے اٹھتے ہوئے کارٹر کے
سر پر مار دیا۔ دستہ ایک دھماکے سے اس کی کھوپڑی سے ٹکرایا۔
اور وہ دھڑام سے واپس گرا لیکن اس کے باوجود اس نے
دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے دوسرا وار کر دیا۔ اور
اس بار کارٹر کے ہاتھ پیر سیدھے ہو گئے۔

صفدر کی گرفت سے نکلنے کے لئے مارگریٹ اپنا پورا زور
صرف کر رہی تھی۔ لیکن صفدر نے نہ صرف اسے قابو کر رکھا تھا بلکہ
اس نے ایک ہاتھ اسکے منہ پر اور ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد
لگا کر پوری قوت سے جما رکھا تھا۔

"خبردار۔ اگر تمہاری آواز نکلی" عمران نے کارٹر کے
بے ہوش ہوتے ہی تیزی سے مڑ کر مارگریٹ سے مخاطب ہو کر
غراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔" مارگریٹ نے خوف زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا
ہی تھا کہ صفدر نے یکلخت ہاتھ چھوڑ کر اسے آگے کی طرف
دھکیل دیا اور اس کے ساتھ ہی عمران کا بازو لہرایا اور اس کا مکہ
پوری قوت سے مارگریٹ کی کنپٹی پر پڑا اور وہ اس طرح اچھل
کر فرش پر گری جیسے اس کے جسم میں ہڈیوں کی بجائے سپرنگ
لگے ہوئے ہوں۔ کنپٹی پر پڑنے والی زوردار ضرب نے اسے

چیخنے بھی نہ دیا اور وہ فرش پر گر کر ساکت ہو گئی۔
یہ سارا کھیل زیادہ سے زیادہ دو منٹ میں مکمل ہو گیا اور اب اس کیبن میں عمران اور صفدر کھڑے ہوئے تھے۔ جبکہ مراد اور اس کے چھ ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور کارٹر اور مارگریٹ دونوں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

"باس ۔۔۔ باس"۔ اچانک باہر سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ کیونکہ کیبن کا دروازہ بند تھا اور کیبن کی بناوٹ ایسی تھی کہ اس میں کوئی کھڑکی وغیرہ بھی نہ تھی۔

"کیا بات ہے؟" اچانک عمران نے مراد کے لہجے میں چیختے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔ ٹھیک ہے باس مجھے خیال آ گیا تھا کہ کہیں گڑبڑ نہ ہو"۔ مراد کی آواز سن کر باہر سے مطمئن سی آواز سنائی دی۔

"سنو ۔۔۔ سب ساتھیوں کو چھوٹے کیبن میں جمع کرو اور خود بھی وہاں پہنچو۔ ہم آرہے ہیں ۔۔۔ جلدی کرو"۔ عمران نے چیخ کر مراد کے لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔۔۔ باہر سے آواز سنائی دی اور عمران پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ ذرا سا کھولا اور باہر جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے ایک مشین گن بردار کو ایک سائیڈ سے نکل کر چھوٹے کیبن کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتے جاتے دیکھا۔

"تم ان کا خیال رکھنا صفدر ۔۔۔ میں ابھی آرہا ہوں"۔ عمران

نے کہا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

براؤن بے چینی کے عالم میں غار نما کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ غار کے فرش پر ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور غار کے دہانے کے پاس ہی مشین گنوں سے مسلح دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تم کون ہو اور ہمیں کیوں پکڑ کر لے آئے ہو"۔ ڈاکٹر رشید نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"خاموش رہ بڈھے ۔۔۔ ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا"۔ براؤن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر پوری قوت سے ڈاکٹر کی پسلیوں میں لات جما دی۔ ڈاکٹر بری طرح چیختا ہوا فرش پر گرا تو اس کی لڑکی ایک چیخ مار کر باپ سے لپٹ گئی۔

"مت مارو ۔۔۔ ڈیڈی کو مت مارو"۔ رضیہ نے بری طرح ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب اگر تم دونوں میں سے کسی نے زبان کھولی تو روح نکال

دوں گا۔" براؤن نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔ اور
دوبارہ اس غار کے دہانے میں ٹہلنے لگا۔

"انتھونی ——— کافی دیر سے جزیرے سے کوئی اطلاع نہیں
آرہی حالانکہ مسٹر کارٹر وہاں پہنچ چکے ہیں"۔ اچانک ٹہلتے
ٹہلتے رک کر براؤن نے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے
ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کال کر کے معلوم کرلیں جناب"۔ اس آدمی نے مؤدبانہ
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں ان کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے،
لے آؤ ٹرانسمیٹر ——— میں خود ہی ان لوگوں سے پوچھ لیتا ہوں
بجائے یہ آنے والے لوگ کون ہیں؟

براؤن نے بے چین سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا
اور وہ آدمی سر ہلاتا ہوا غار کے دہانے سے باہر کو مڑ گیا۔

"باس ——— کیا آپ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ ہے"۔
دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"خطرہ — مجھے — کیا مطلب؟" براؤن نے چونک کر پوچھا

"آپ بہت مضطرب اور بے چین نظر آرہے ہیں باس —
اس لئے پوچھ رہا ہوں"۔ دوسرے آدمی نے قدرے سہمے ہوئے
لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں ——— مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اور وہاں جو آدمی
گیا ہے وہ دنیا کا نمبر ون لڑاکا ہے۔ مجھے بے چینی صرف اسلئے

ہو رہی ہے کہ مراد کے پاس پہنچنے والے لوگ کون ہیں اور وہ کس
طرح اس تک پہنچ گئے"۔ براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"چند لمحوں بعد پہلا آدمی واپس غار میں داخل ہوا تو اس
کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا۔ براؤن نے اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر
لیا اور اسے سامنے رکھ کر اس کا بٹن دبانے کے لئے ہاتھ بڑھایا
ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ اور اس کے
ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور براؤن
نے چونک کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ——— ہیلو ——— مراد کالنگ ——— اوور"۔ بٹن دبتے ہی
ٹرانسمیٹر سے مراد کی آواز سنائی دی۔

"یس ——— براؤن بول رہا ہوں ——— کیا رپورٹ ہے اوور"۔
براؤن نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر کارٹر آپ سے بات کریں گے باس ——— اوور"۔ دوسری
طرف سے مراد نے جواب دیا۔

"اوہ ——— اچھا ٹھیک ہے بات کراؤ"۔ براؤن نے چونکتے
ہوئے کہا۔

"ہیلو براؤن ——— میں کارٹر بول رہا ہوں۔ یہاں صورتحال
بدل گئی ہے۔ تم دونوں کو لے کر یہاں جزیرے پر فوراً پہنچ جاؤ
اوور"۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایکریمین ایجنٹ کارٹر کی تیز
آواز سنائی دی۔

"کیا صورتحال بدل گئی ہے ——— میں سمجھا نہیں۔ اوور"۔

براؤن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" اوہ — زبانی بات ہو سکتی ہے۔ فوراً ان دونوں کو لیکر آجاؤ — اوور"۔ کارٹر کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

" ٹھیک ہے میں سمجھ گیا — میں ان کو لے کر آ رہا ہوں۔ وہ آدمی کون ہیں کچھ پتہ چلا — اوور"۔ براؤن نے کہا۔ اسے شاید خیال آگیا تھا کہ کارٹر غیر متعلقہ لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے کھل کر بات نہیں کر رہا۔

" تم پہنچنے کی کرو، دیر مت کرو ورنہ بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ ہری اپ۔ تفصیلات تمہیں یہاں آکر پتہ چل جائیں گی۔ اوور"۔ کارٹر کی غصیلی آواز سنائی دی۔

" او کے — میں آ رہا ہوں — اوور اینڈ آل"۔ براؤن نے جلدی سے کہا۔

" انتھونی — ان دونوں کو لے کر لانچ پر آؤ۔ میں وہیں جا رہا ہوں"۔ براؤن نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہی اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا غار کے دہانے سے باہر آگیا۔

یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس پر گھنے درختوں کا جنگل موجود تھا۔ براؤن تیز تیز قدم اٹھاتا شمالی حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ جزیرے کے کنارے پر پہنچ گیا۔ جہاں ایک جدید قسم کی لانچ لنگر انداز تھی۔

براؤن لانچ میں سوار ہوا اور پھر تیزی سے ایک طرف نیچے جاتی

ہوئی سیڑھیوں پر اترتا گیا۔ نیچے ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کی چھت خاصی نیچی تھی۔ لانچ کے ایک کونے میں ایک مستطیل شکل کی لمبی سی مشین موجود تھی۔ جس کے درمیان مستطیل شکل کی ہی سکرین تھی مشین کے سامنے سٹول پڑا تھا۔ براؤن اس سٹول پر بیٹھ گیا اور اس نے مشین کے بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ مشین پر موجود مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے ڈائلوں پر موجود سوئیاں حرکت میں آگئیں۔

اس کے ساتھ ہی سکرین ایک جھماکے سے روشن ہو گئی اور سکرین پر جزیرہ اور ارد گرد کے سمندر کا منظر واضح ہو گیا۔ جزیرے کے کنارے پر اس کے دو آدمی ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کو ساتھ لئے اتر رہے تھے۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ لانچ پر اتر آئے۔ سکرین کے ایک کونے میں لانچ کا اوپر والا حصہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔

براؤن نے مشین کا ایک بٹن دبایا اور کہنے لگا۔

" انتھونی — تم لانچ چلاؤ گے اور برٹ ان دونوں کا خیال رکھے گا۔ اگر یہ ذرا بھی غلط حرکت کریں تو انہیں گولی مار دینا"۔ براؤن نے تیز لہجے میں کہا۔ اسے معلوم تھا کہ لاؤڈ سپیکر کی مدد سے اس کی آواز اوپر والے حصے میں پہنچ رہی تھی۔

" یس باس — آپ نیچے رہیں گے"۔ انتھونی نے جواب دیا اور اس کی آواز اس مشین سے برآمد ہوئی۔

" ہاں — میں ہر لحاظ سے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ تم

پوائنٹ جزیرے پر چلو" براؤن نے کہا۔ اور دوسرے
لمحے لانچ کو حرکت ہوئی۔ اور پھر وہ تیزی سے سمندر میں سفر
کرنے لگی۔

جیسے جیسے لانچ آگے بڑھ رہی تھی، سکرین پر منظر بدلتا
جا رہا تھا۔ اس مشین کی مدد سے لانچ کے گرد سینکڑوں
فٹ دور اور سو فٹ تک اونچائی پر موجود ہر چیز دیکھی جا سکتی
تھی۔ یہ مشین براؤن کے لئے بے حد فائدہ مند رہتی تھی۔
کیونکہ اگر کوئی خطرہ ہوتا تو وہ پہلے ہی اس سے ہوشیار
ہو جاتا تھا۔

لانچ مسلسل سمندر میں سفر کرتی رہی۔ پھر دور سے ایک
چھوٹا سا جزیرہ نظر آنے لگا۔ تو براؤن تن کر بیٹھ گیا۔

انتھونی لانچ کی رفتار آہستہ کر دو۔" براؤن نے تیز
لہجے میں کہا۔ اور سٹیرنگ کے سامنے کھڑے ہوئے انتھونی
نے سر ہلاتے ہوئے لانچ کی رفتار آہستہ کر دی۔

براؤن نے مشین کے دیگر بٹن دبانے شروع کر دیئے۔
اور سکرین پر نظر آنے والا جزیرہ تیزی سے کلوز اپ میں آنا
شروع ہو گیا۔

لانچ اب آہستہ رفتار سے جزیرے کی طرف بڑھ رہی
تھی اور پھر جزیرے کا سطحی منظر سکرین پر واضح ہونا شروع
ہو گیا۔ جزیرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔
" یہ لوگ کہاں گئے" براؤن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک اور بٹن دبا دیا اور اس بٹن کے
نیچے لگی ہوئی ناب کو تیزی سے گھمانے لگا۔

ناب کے گھومتے ہی جزیرے پر موجود بڑا کیبن تیزی
سے سکرین پر پھیلتا چلا گیا۔ اور دوسرے لمحے کیبن کا دروازہ
کھلا اور ایک آدمی دروازے سے باہر نکلا تو براؤن اس
آدمی اور کیبن کا اندرونی منظر دیکھ کر اس بری طرح اچھلا کر وہ
سٹول سمیت زوردار دھماکے سے نیچے فرش پر جا گرا۔

" کیا ہوا باس ــــ یہ دھماکہ کیسا تھا" انتھونی کی آواز
سنائی دی۔

" روک دو ــــ لانچ روک دو ــــ فوراً روک دو"
براؤن نے فرش سے اٹھتے ہوئے چیخ کر کہا اور دوسرے
لمحے لانچ زوردار جھٹکے سے رکی تو براؤن ایک بار پھر لڑکھڑاتا
ہوا نیچے جا گرا۔

" احمق ــــ اُلو ــــ نان سنس ــــ اس طرح روکتے ہیں
لانچ کو" براؤن نے اٹھ کر کراہتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے
دوبارہ مشین پر جھک گیا۔

کیبن سے نکلنے والا آدمی اب نظر نہ آ رہا تھا البتہ کیبن
کے کھلے ہوئے دروازے سے اندرونی منظر واضح طور پر نظر
آ رہا تھا۔

اور اس آدمی کے ساتھ ساتھ براؤن کیبن کا اندرونی منظر
دیکھ کر ہی اچھلا تھا۔ سکرین پر اسے کیبن کے اندر پڑی ہوئی

اپنے ساتھیوں کی لاشیں صاف دکھائی دے رہی تھیں جس
میں مراد کی لاش بھی شامل تھی۔

اس نے جلدی سے ایک اور بٹن گھمایا اور اس کے ساتھ ہی
اس نے ناب کو دوبارہ گھمانا شروع کر دیا۔ اس بار سکرین پر
چھوٹا کیبن پہلے نظر آیا۔ اور پھر تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ اس کیبن
کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اور باہر دو آدمی کھڑے باتیں کر رہے
تھے۔ ان میں سے ایک آدمی وہ تھا جسے اس نے بڑے
کیبن سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔

کیبن کے اندر اسے دروازے کے سامنے کرسیوں پر
بیٹھے ہوئے کارٹر اور مارگریٹ صاف دکھائی دے رہے تھے
وہ بندھے ہوئے تھے اور ان کو کرسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔

"ہوں ـــ میں نے بروقت چیکنگ مشین آن کر دی تھی۔
ورنہ میں بھی مارا جاتا" براؤن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور
پھر اس نے مختلف بٹن دبا کر مشین آف کی اور دوڑتا ہوا لانچ
کے باہر والے حصہ پر آ گیا۔

"جزیرے پر دشمنوں کا قبضہ ہے انتھونی ـــ مراد سمیت
تمام آدمی مارے جا چکے ہیں۔ وہ غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ کارٹر اور
اور اس کی ساتھی عورت ان لوگوں کی قید میں ہیں۔" براؤن نے
بیخ کر کہا۔

"اوہ باس ـــ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔" انتھونی نے
حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"مجھے خود حیرت ہے ـــ بہرحال وہاں صرف دو آدمی
ہیں اور اب ہم نے ان دو آدمیوں سے اپنے آدمیوں کا
انتقام بھی لینا ہے اور ان غیر ملکیوں کو بھی چھڑانا ہے"
براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر" ؟ انتھونی نے پوچھا۔

"برٹ ـــ تم اور انتھونی دونوں غوطہ خوری کا لباس پہن
کر سمندر میں کود جاؤ اور سمندر کے اندر سفر کرتے ہوئے ٹارچن
لینڈ کے راستے سے جزیرے پر پہنچ جاؤ۔ دونوں غیر
ملکی چھوٹے کیبن میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں اس دوران لانچ
کو جزیرے کے قریب لے جاؤں گا اور وہاں یہ تاثر دوں گا
کہ لانچ خراب ہو گئی ہے۔ پھر جب تم ان غیر ملکیوں کو لے آؤ
گے تو ہم لانچ لے کر واپس چلے جائیں گے اور اس کے بعد
اس جزیرے پر ریڈ کریں گے۔"
براؤن نے تیز لہجے میں پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس ہمارے آدمیوں کی لانچیں تو وہاں موجود
ہوں گی ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ان لانچوں کی مدد سے نکل جائیں"
برٹ نے کہا۔

"اوہ ـــ اس کا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔ ٹھیک
ہے تم پہلے ان لانچوں کی طرف جاؤ اور ان کے ہک کھول
کر انہیں پیچھے سے دھکیلتے ہوئے جزیرے سے دور لہروں
میں پہنچا دو۔ اس طرح وہ واپس جزیرے کی طرف جانے

کی بجائے خود بخود کھلے سمندر میں پہنچ جائیں گی۔"
براؤن نے جواب دیا۔

"ان دونوں کا کیا کرنا ہے؟" انتھونی نے پوچھا۔

"ان کو رسیوں سے باندھ دو اور ان کے منہ میں کپڑا
ٹھونس دو اور انہیں لانچ کے فرش پر لٹا دو ـــــ جلدی
کرو۔ ابھی لانچ جزیرے سے کافی دور ہے اس لئے ان
لوگوں کو پتہ نہیں چلا۔ اگر یہ ذرا بھی احتجاج کریں تو گولی مار کر
سمندر میں پھینک دو۔ جلدی۔" براؤن نے چیختے ہوئے کہا

"سنو ـــــ جلدی سے لیٹ جاؤ ورنہ" انتھونی نے
چیخ کر ڈاکٹر رشید اور رضیہ سے کہا جو سہمے ہوئے اور خاموش
بیٹھے تھے۔

وہ چونکہ ساری باتیں سن رہے تھے اور انہیں معلوم
تھا کہ یہ لوگ کس قدر ظالم ہیں اس لئے انہوں نے تعمیل کرنے
میں ہی عافیت سمجھی۔ چند لمحوں بعد انتھونی انہیں نہ صرف رسیوں
سے باندھ چکا تھا بلکہ اس نے ان کے منہ میں بھی رومال ٹھونس
دیئے تھے۔

برٹ اس دوران غوطہ خوری کا لباس پہن چکا تھا۔ انتھونی
بھی ڈاکٹر رشید اور رضیہ کو باندھنے کے بعد غوطہ خوری کا
لباس پہننے میں مصروف ہو گیا۔

"ابھی تم دونوں لانچ کے عقبی حصے میں چھپ جاؤ۔ میں لانچ
کو جزیرے کی طرف لے جاتا ہوں تاکہ ہم تیز رفتاری سے

سفر کر سکیں۔ ورنہ ہمیں یہاں سے تیر کر جزیرے تک جانے
میں بہت وقت لگ جائے گا۔ جب میں لانچ روکوں تو تم سمندر
میں اتر کر اپنا کام شروع کر دینا۔ سب کام انتہائی احتیاط سے
ہونا چاہیئے۔ سمجھے۔"

براؤن نے انہیں دوبارہ ہدایت دیتے ہوئے کہا اور ان
دونوں نے سر ہلائے اور دوڑتے ہوئے لانچ کے عقبی حصے
میں نیچے کی طرف بنے ہوئے ایک خالی حصے میں چھپ گئے۔

براؤن نے لانچ کو چلایا اور پھر وہ خاصی تیز رفتاری سے
اسے چلاتا ہوا جزیرے کی طرف بڑھتا گیا۔

دور سمندر میں ایک چھوٹے سے نقطے جتنا نظر آنے والا
جزیرہ اب آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔ جب لانچ
جزیرے سے کافی قریب پہنچ گئی تو براؤن نے انجن کے
نیچے ایک بٹن دبایا اور لانچ کا انجن بری طرح جھٹکے کھانے لگا۔
اور پھر یکلخت ساکت ہو گیا۔

لانچ کچھ دیر تو اپنے ہی زور میں آگے بڑھتی رہی، پھر
رک گئی۔ اب جزیرہ یہاں سے کافی قریب آگیا تھا۔ لیکن
اس کے باوجود درمیان میں فاصلہ ابھی کافی تھا۔

براؤن انجن پر جھک گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے انجن
کو چیک کر رہا ہو۔ اور پھر اس نے انجن کا ڈھکن کھولا اور
ایک خانے میں موجود کٹ نکال کر اس نے اسے کھولا اور
اس میں سے سکرو ڈرائیور نکال کر انجن پر جھک گیا۔ اسی لمحے

اس کی آنکھوں پر چمک سی پڑی تو اس نے چونک کر سر اٹھایا تو اس نے دیکھا کہ سامنے جزیرے کے کنارے پر دو آدمی کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک تو غیر ملکی کارٹر تھا جبکہ دوسرا اس کے گروہ کا آدمی تھا۔ اس کارٹر نے آنکھوں سے دوربین لگائی ہوئی تھی۔

"انجن خراب ہو گیا ہے۔ میں ابھی اسے ٹھیک کر لیتا ہوں" براؤن نے ہاتھ لہرایا اور پھر انجن کی سائیڈ میں بنے ہوئے لکڑی کے ایک بڑے خانے کو کھول کر اس میں سے لاؤڈر نکالا اور اس پر کہنے لگا۔

دوسرے لمحے جزیرے پر کھڑے ہوئے کارٹر نے بھی ہاتھ لہرایا اس کا انداز ایسا تھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کتنی دیر لگے گی۔

"صرف پانچ دس منٹ لگیں گے جناب ——— میں اسے ٹھیک کر لیتا ہوں، آپ بے فکر رہیں۔" براؤن نے لاؤڈر میں چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر لاؤڈر نیچے رکھ کر وہ دوبارہ انجن پر جھک گیا۔ اس کے ہاتھ واقعی تیزی سے چل رہے تھے۔ جیسے وہ بڑی تیزی سے انجن کی مرمت میں مصروف ہو۔

صفدر بڑے کیبن میں بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا کہ ——— اسے دور سے گولیاں چلنے کی تیز آوازیں سنائی دیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ صفدر قدم بڑھاتا بڑے دروازے پر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران واپس آتا ہوا دکھائی دیا۔

"میں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب دونوں کو لیکر چھوٹے کیبن میں چلتے ہیں۔ وہاں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اب اس براؤن کو ٹریپ کرنا ہے۔ کہیں وہ ڈاکٹر رشید اور اسکی بیٹی کو لے کر نکل نہ جائے۔"

عمران نے قریب پہنچ کر کہا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے بے ہوش کارٹر کو کاندھے پر لاد لیا۔ صفدر نے آگے بڑھ کر مارگریٹ کو اٹھایا اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے بڑے کیبن سے نکلے اور چھوٹے کیبن میں آ گئے۔

"ان دونوں کو کرسیوں پر بٹھا کر رسیوں سے باندھ دو - میں اس براؤن سے بات کر لوں"۔

عمران نے کارٹر کو فرش پر لٹا کر کہا اور پھر وہ الماری کی طرف بڑھ گیا جس میں وہ سنگل ٹریک ٹرانسمیٹر موجود تھا جبکہ صفدر انہیں کرسیوں پر بٹھا کر ایک طرف پڑی ہوئی کرسیوں کا بنڈل اٹھا کر انہیں باندھنے میں مصروف ہو گیا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور مراد کے لہجے میں کال کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور ٹرانسمیٹر سے براؤن کی آواز ابھری۔ یہ آواز چونکہ وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔ اس لئے وہ آواز سنتے ہی اسے پہچان گیا تھا۔ اس نے کارٹر سے بات کرنے کا کہا اور پھر خود ہی کارٹر کے لہجے میں بات کرنے لگا۔

اور جب اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار تھے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے مشن اب مکمل ہونے کے قریب تھا۔ جیسے ہی براؤن ڈاکٹر رشید اور رضیہ کو لے کر یہاں پہنچے گا وہ براؤن کو قید کر لے گا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر کے کارٹر، مارگریٹ اور براؤن کو لے کر لانچ میں دارالحکومت پہنچ جائیں گے۔

"آپ نے اس قدر تیزی سے آواز اور لہجہ بدلا ہے کہ میں بھی بے اختیار چونک کر دیکھنے لگا تھا"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے عمران سے کہا۔

"اگر تم تعریف کر رہے ہو تو پھر ایسا نہ کریں کہ اس مار دھاڑ والے دھندے کو ختم کر کے آوازوں اور لہجوں کی نقلوں والا دھندہ کر لیں۔ بس اخبار میں شو کا اعلان کرنا پڑے گا، ٹکٹیں دھڑا دھڑ بک جائیں گی۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور صفدر ہنس پڑا۔

"آپ مجھے تو کم از کم تفصیلات بتائیں کہ یہ سارا چکر کیا ہے۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوا اور آپ نے کیس ہی مکمل کر دیا ہے"۔ صفدر نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں یہ ہماری زندگی کا سب سے آسان مشن ثابت ہوا ہے، حالانکہ اس مشن میں ایکریمیا کی سب سے طاقت ور ایجنسی کا سپیشل ایجنٹ کارٹر بھی شامل ہے"۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے صفدر کو پاؤڈر کی سمگلنگ سے لیکر ڈاکٹر رشید کے اغوا تک پوری تفصیل بتا دی۔

"اوہ ۔۔۔ واقعی مشن تو بہت بڑا تھا لیکن بہت آسان بن گیا۔" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران مسکرا دیا۔

"کتنی دیر میں براؤن یہاں پہنچ جائے گا"۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔ بہرحال آ ہی جائے گا ۔۔۔ وہ بیگ کہاں ہے"۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ ــــ وہ تو اس بڑے کیبن میں ہے۔" صفدر نے چونک کر جواب دیا۔

"اس میں میک اپ باکس ہے۔ اور ہمیں براؤن کے آنے سے پہلے میک اپ میں آجانا چاہیئے۔ میں تو کارٹر بن جاؤں گا۔ اس کا قد وقامت مجھ سے ملتا جلتا ہے۔ تم البتہ اس براؤن کے کسی آدمی کو چیک کر لو۔ پہلے وہ بیگ لے آؤ جاکر۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور صفدر اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔

عمران بھی اٹھا اور کیبن کے دروازے کے باہر آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ جزیرے کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ سوچ رہا تھا کہ وہ ــــ حکومت کو تجویز پیش کرے گا کہ کھلے سمندر میں پھیلے ہوتے ان چھوٹے چھوٹے جزیروں کو خصوصی طور پر چیک کرنے کی مہم شروع کرے کیونکہ ان جزیروں میں مجرم اپنے اڈے بنا لیتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد صفدر بیگ اٹھائے واپس آگیا۔

"کوئی آدمی چیک کیا جس کا میک اپ تم نے کرنا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ــــ ایک آدمی میں نے چیک کر لیا ہے میں کر لوں گا میک اپ۔" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ہی کیبن کے اندر داخل ہو گئے۔ عمران نے بیگ کھولا اور اندر سے میک اپ باکس نکال کر

اس نے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ جس آدمی کا میک اپ صفدر نے کرنا تھا، اسے چونکہ صفدر نے ہی دیکھا تھا اسلیئے وہ اپنے چہرے پر خود میک اپ کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بھی میک اپ سے فارغ ہو گئے۔ اور عمران اٹھ کر کارٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھے اس آدمی کا لباس اتارنے کا تو خیال ہی نہیں رہا۔" صفدر نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ــــ تمہارا لباس ان سے تقریباً ملتا جلتا ہے۔ یہی چل جائے گا۔" عمران نے کہا اور کارٹر کا لباس اتارنے لگا۔

"ارے یہ تو ہوش میں آرہا ہے۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے لہرایا اور کارٹر کی کنپٹی پر ایک زوردار پٹاخہ چھوٹا اور کارٹر کی آہستہ آہستہ سیدھی ہوتی گردن دوبارہ ڈھلک گئی اور عمران نے اطمینان سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں بعد وہ اس کا لباس پہن کر پوری طرح کارٹر کے میک اپ میں آچکا تھا۔ عمران الماری میں رکھی ہوئی دوربین دیکھ چکا تھا۔ اس لیئے اس نے آگے بڑھ کر دوربین اٹھائی اور صفدر کو باہر آنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مشین گنیں دونوں کی بغلوں سے لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں چلتے ہوتے جزیرے کے ایک کنارے پر پہنچے لیکن دور دور

تک سمندر میں کوئی لانچ نظر نہ آرہی تھی۔ یہ وہ سائیڈ تھی جس
طرف نیچے لانچیں کھڑی تھیں۔
"میرے خیال میں دوسری سائیڈ پر چلیں۔ وہ لازماً کھلے
سمندر سے آئیں گے۔" عمران نے کہا اور دائیں ہاتھ والی
سمت کی طرف چل پڑا۔ صفدر اس کے ساتھ ساتھ تھا۔
اس طرف پہنچتے ہی یکلخت عمران کی نظریں دور کھلے سمندر میں
سے جزیرے کی طرف آتی ہوئی لانچ پر پڑ گئیں۔ لانچ ابھی جزیرے
سے کافی دور تھی۔
عمران نے گلے میں لٹکی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگائی اور
اب لانچ واضح نظر آنے لگی تھی۔ فرش پر ایک مرد اور عورت
بندھے ہوئے پڑے تھے جبکہ سٹیرنگ پر ایک آدمی تھا۔ باقی لانچ
خالی تھی۔
"یہی لانچ ہے —— میرے خیال میں براؤن اکیلا آرہا ہے"
عمران نے کہا۔
"ظاہر ہے، اسے تو یہی معلوم ہے کہ یہاں اس کے گروپ
کے آدمی موجود ہیں۔ اور پھر اس کے لحاظ سے تو ہم دونوں
شکار ہو چکے ہیں۔" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔
لانچ خاصی تیز رفتاری سے جزیرے کی طرف آرہی تھی لیکن
ابھی لانچ کچھ دور تھی کہ اس کے انجن نے جھٹکے کھانے شروع
کر دیئے اور چند لمحوں بعد لانچ رک گئی۔
"لانچ تو بڑی جدید ہے، پھر اس کے انجن کو کیا ہوا" عمران

نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے دوربین آنکھوں سے
لگا لی۔
لانچ چلانے والا انجن پر جھکا ہوا تھا اسی لمحے وہ چونکا
اور پھر اس نے ہاتھ لہرایا اور اس کے بعد اس نے ایک
جدید قسم کا لاؤڈر انجن کی سائیڈ سے نکال کر منہ سے لگایا۔
دوسرے لمحے براؤن کی آواز لہراتی ہوئی عمران کے کانوں سے
ٹکرائی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ انجن خراب ہو گیا ہے۔ میں ابھی اسے
ٹھیک کر لیتا ہے۔"
عمران نے جواب میں ہاتھ لہرا کر اس قسم کا اشارہ کیا جیسے
پوچھ رہا ہو کہ کیا خرابی ہو گئی ہے۔ لیکن براؤن شاید اس کا اشارہ
نہ سمجھ سکا۔ اس لئے اس نے یہی جواب دیا کہ بس پانچ دس
منٹ لگیں گے۔ اور پھر وہ دوبارہ انجن میں مصروف ہو گیا۔
عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دوربین چھوڑ دی
"اسے کہتے ہیں کہ دو چار ہاتھ جب لب بام رہ گیا" عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کوئی بات نہیں، ابھی لب بام آجائے گا۔ اگر انجن ٹھیک نہ
ہوا تو میں لانچ پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔" صفدر نے کہا
اور عمران نے سر ہلا دیا۔
براؤن مسلسل انجن میں مصروف تھا۔ اب وہ سر اٹھا کر
بھی نہ دیکھ رہا تھا۔
"ایسی کون سی خرابی پیدا ہو گئی ہے جو ٹھیک ہی نہیں ہو

رہی۔" عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کہیں تو میں لانچ میں جاؤں" صفدر نے جواب دیا۔

"لیکن تمہیں اس آدمی اور آواز کا تو پتہ ہی نہیں، پھر کیسے اس براؤن کو ہینڈل کر دو گے۔ میں خود جاتا ہوں" عمران نے کہا۔

"ارے ایک آدمی کو ہینڈل کرنا کون سا مشکل ہے۔ اس لئے کوئی گڑبڑ ہوئی بھی تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

صفدر نے کہا اور عمران کے سر ہلانے پر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف کو چل پڑا۔ جدھر لانچیں موجود تھیں۔ عمران نے دوبارہ دوربین آنکھوں سے لگائی اور براؤن کو کام کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ لیکن وہ پھر بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ براؤن بار بار ایک پیچ کو کھولتا تھا اور کس دیتا تھا۔ اس نے دو تین بار ایسی ہی حرکت کی تھی۔

اسی لمحے دور سے صفدر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب —— عمران صاحب —— لانچیں تو کھلے سمندر میں بہہ رہی ہیں۔ کسی نے ان کے ہک کھول دیئے ہیں۔"

"اوہ —— گڑبڑ۔" عمران نے اچھلتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے اس طرف دوڑ پڑا۔ جدھر صفدر موجود تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اس جگہ پہنچا تو واقعی لانچیں دور کھلے سمندر کی لہروں میں تیرتی پھر رہی تھیں۔ لیکن وہ تھیں خالی۔ ان پر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

"یہ کیسے ہوا —— اوہ —— اوہ —— اب سمجھا۔ کیبن کی

طرف دوڑو۔" اچانک عمران نے ایک خیال کے آتے ہی چیختے ہوئے کہا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس کیبن کی طرف دوڑنے لگا جس میں کارٹر اور مارگریٹ موجود تھے۔ صفدر بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اس نے مشین گن عمران کی طرح ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔

مسلسل بھاگتے ہوئے وہ تھوڑی دیر بعد چھوٹے کیبن کے دروازے پر پہنچ گئے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ دونوں ہی ٹھٹھک گئے کیونکہ کیبن خالی پڑا ہوا تھا۔

کارٹر اور مارگریٹ دونوں ہی غائب تھے۔ کیبن میں اسطرح کے نشانات تھے جیسے پانی سے بھیگے ہوئے جوتے پہنے ہوئے دو افراد اندر داخل ہو کر باہر گئے ہوں۔

"یہ کہاں گئے" —— صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"چوٹ ہو گئی صفدر" عمران نے کہا اور کیبن سے باہر نکل کر دوبارہ اس طرف کو دوڑنے لگا۔ جدھر براؤن کی لانچ موجود تھی

"ادھر سے تو ہم آئے ہیں، ادھر سے جانے والے کیسے جا سکتے ہیں؟" صفدر نے دوڑتے ہوئے کہا۔

"اب ان کے پیچھے بھاگتے رہنا فضول ہے۔ نجانے وہ جزیرے کی کس سمت گئے ہوں گے" عمران نے جواب دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے انہوں نے براؤن کی لانچ دیکھی تھی۔

براؤن ابھی تک انجن کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور ڈاکٹر

رشید اور اس کی بیٹی اسی طرح فرش پر ساکت پڑے ہوئے تھے۔

"تم یہیں رکو صفدر ۔۔۔ مجھے پیچھے سے کور سیچ دینا، میں سمندر میں اترتا ہوں۔" عمران نے دوربین گلے سے اتار کر صفدر کو دیتے ہوئے کہا اور صفدر نے جیسے ہی دوربین پکڑی عمران نے نیچے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہاں سے جزیرے کی سطح کافی بلند تھی۔ اس لئے عمران کا جسم کافی دیر تک نیچے گرتا رہا اور پھر ایک زوردار چھپاکے کی آواز سے وہ سمندر میں غائب ہو گیا۔

صفدر نے دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ چھپاکے کی زوردار آواز شاید براؤن کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے وہ اب چونک کر جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اسی لمحے صفدر نے دو آدمیوں کے جسم سمندر سے اچھل کر لانچ کے فرش پر گرتے ہوئے دیکھے۔ اور اس کے ساتھ ہی دو غوطہ خور بھی لانچ پر چڑھ آئے۔ یہ کارٹر اور مارگریٹ کے جسم تھے جنہیں پہلے لانچ پر پھینکا گیا تھا۔

"اوہ ۔۔۔ تو یہ چکر تھا ۔۔۔ بڑا زبردست ڈاج دیا ہے انہوں نے" صفدر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لانچ کو حرکت میں آتے دیکھا اور پھر لانچ ایک جھٹکے سے چلی اور تیزی سے چکر کاٹتی ہوئی کھلے سمندر میں دوڑتی چلی گئی۔

صفدر نے ایک طویل سانس لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔ جب اس نے لانچ کو تیزی سے ان لانچوں کی طرف بڑھتے دیکھا جو کافی دور سمندر میں ڈولتی پھر رہی تھیں۔ ان کی تعداد چار تھی۔ وہ تقریباً اکٹھی ہی تھیں۔ براؤن کی لانچ ان تک پہنچی اور پھر صفدر کے سامنے ہی دو غوطہ خور دو لانچوں پر گئے اور انہوں نے ایک ایک لانچ کو ساتھ ٹک کیا اور اس کے بعد یہ قافلہ تیز رفتاری سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اس نے دوربین آنکھوں سے ہٹا لی کیونکہ اب دیکھنے کے لئے باقی کیا رہ گیا تھا۔ ساری سچویشن ہی بدل گئی تھی اور پھر اس نے عمران کو سمندر سے نکل کر ایک چٹان پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران چٹانیں پھلانگتا ہوا اوپر صفدر کے پاس پہنچ گیا۔

"ذرا سا وقت اور مل جاتا تو میں پہنچ جاتا۔ لیکن اس کم بخت براؤن نے فوراً ہی لانچ چلا دی۔" عمران نے زور زور سے سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کے لباس سے ابھی تک پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"آپ تو اسے ایزی مشن کہہ رہے تھے۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ یہ ایزی مشن اب ان ایزی بن گیا ہے۔ بہرحال اب یہاں سے نکلیں کیسے ۔۔۔ واچ ٹرانسمیٹر بھی

نہیں ہے" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب تو دوبارہ انہی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ لوگ واپس تو لازماً آئیں گے" صفدر نے کہا۔

"نہیں ——— اب یہ پوری طرح تیار ہو کر آئیں گے اور ہم دو ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اور ویسے بھی اب یہاں رکنا حماقت ہی ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہوگا" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

لیکن یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی کی بیٹری اچانک فیل ہو گئی ہو۔

جزیرے کے گرد چاروں طرف کھلا سمندر تھا، اور ان کے پاس دارالحکومت تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ بھی نہ تھا۔

"آؤ ——— کیبن کی دوبارہ تلاشی لیں، شاید کوئی کام کی چیز مل جائے" عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا اور واپس پلٹ پڑا۔ صفدر بھی اس کے پیچھے تھا۔

چھوٹے کیبن میں پہنچ کر عمران نے پوری تفصیل سے اس الماری کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ گو ایک نظر تو وہ اسے دیکھ چکا تھا لیکن اب وہ اسے ٹھونک بجا کر دیکھنے میں مصروف تھا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے ایک سائیڈ پر ہاتھ مارا، یکلخت الماری کا پچھلا حصہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور دوسری

طرف نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک ناگوار سی بو اس کی ناک سے ٹکرائی۔

"اوہ ——— اندر منشیات کا سٹور ہے ——— آؤ" عمران نے مڑ کر صفدر سے کہا اور پھر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے گیا۔

یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا۔ جو خصوصی طور پر بنایا گیا تھا۔ اور یہاں واقعی منشیات کا اس قدر ذخیرہ تھا کہ عمران جیسے آدمی کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک طرف ایک میز اور چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

عمران تیزی سے ایک سائیڈ پر نظر آنے والی بڑی بڑی دو الماریوں کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اس نے جیسے ہی ایک الماری کو کھولا اس کی نظروں میں چمک سی آ گئی۔ اس الماری میں ربڑ کی بنی ہوئی دو کشتیاں موجود تھیں۔ یہ ایمرجنسی بوٹس تھیں جن میں ہوا بھر کر انہیں کشتیوں کے روپ میں لایا جا سکتا تھا۔

عمران نے ایک کشتی نکالی اور ساتھ ہی دو چپو بھی اٹھا لئے۔

"کم از کم یہاں سے نکلنے کا تو سامان ہو گیا" عمران نے سامان صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور خود دوسری الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں ——— بات ہوئی نا" عمران نے الماری کھولتے ہوئے کہا اور صفدر بھی حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس بڑی الماری میں جدید قسم کا اسلحہ کثیر تعداد میں موجود تھا۔

عمران نے جلدی سے اس میں موجود انتہائی طاقتور
بم نکالے اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر
کشتی اور چپو اٹھائے اس کے پیچھے تھا۔
" تم کنارے پر جا کر اس میں ہوا بھر کر اسے تیار کرو میں
یہ بم ادھر ادھر لگا کر آرہا ہوں۔ عمران نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔
اور پھر تیزی سے بڑے کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔

کارٹر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو چند لمحے تو وہ
لاشعوری کے عالم میں ساکت پڑا رہا لیکن دوسرے لمحے وہ اچھل
کر کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک غار نما کمرہ تھا۔ اسی لمحے اس کے دہانے
سے براؤن اندر داخل ہوا۔
" اوہ ---- آپ کو ہوش آگیا جناب " براؤن نے چونکتے
ہوئے کہا۔
" میں کہاں ہوں ---- اور وہ عمران " کارٹر نے تیز لہجے
میں پوچھا۔
" وہ اسی جزیرے میں قید ہیں اور میں نے آدمی بھیج دیئے ہیں۔
وہ اب ان کی لاشیں لے کر ہی آئیں گے " براؤن نے سر
ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ فرش پر پڑی ہوئی مارگریٹا
کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی براؤن بھی مڑا اور دوسرے

لمحے اس کی آنکھیں ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کو دیکھ کر چمک اٹھیں
وہ دونوں ہی مارگریٹ کے ساتھ فرش پر پڑے ہوئے تھے
اس کا مطلب تھا کہ اس کا مشن محفوظ تھا۔ براؤن مارگریٹ کو
ہوش میں لانے میں مصروف تھا۔

"اسے چھوڑو ——— یہ بعد میں ہو جائے گا، مجھے تفصیل بتاؤ"۔
کارٹر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ ہوش میں آ رہی ہیں"۔ براؤن نے جواب دیا اور اس
کے ساتھ ہی مارگریٹ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے
کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

براؤن اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کال آنے
سے واپس یہاں تک پہنچنے کی پوری تفصیل کارٹر کو بتا دی۔

"اوہ ——— تم نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا ہے
ورنہ اس بار میں ہر صورت میں شکست کھا گیا تھا۔ یہ عمران واقعی
خوفناک آدمی ہے۔ بہرحال اب میں سنبھل گیا ہوں۔ اب میں
دیکھوں گا یہ کتنے سانس اور لیتا ہے"۔ کارٹر نے ہونٹ بھینچتے
ہوئے کہا۔

"کارٹر ——— پلیز یہاں سے نکل چلو ——— یہ لوگ بیحد خطرناک
ہیں۔ چیف باس نے ہمیں اس لئے منع کیا تھا"۔ مارگریٹ نے
اچانک کہا۔

"ارے ہاں ——— چیف باس کال کا منتظر ہو گا۔ تمہارے پاس
لانگ رینج ٹرانسمیٹر ہے"۔ کارٹر نے چونک کر کہا۔

"لانگ رینج ——— کیا آپ ایکریمیا کال کرنا چاہتے ہیں؟
نہیں اتنی لمبی رینج کا تو یہاں نہیں ہے۔ البتہ دارالحکومت میں
ہے"۔ براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو کارٹر کال کو ——— یہاں سے فوراً نکل چلو"۔ مارگریٹ
نے کہا۔ وہ شاید عمران کی کارکردگی سے بری طرح متاثر ہو چکی تھی۔

"ٹھیک ہے ——— میرے خیال میں اس لڑکی کو بھی گولی
مار کر یہیں پھینک دیا جائے اور ڈاکٹر رشید کو ساتھ لے لیا
جائے۔ میں اب اسے ایکریمیا پہنچا کر واپس آؤں گا۔ بہرحال
میں اس عمران کو چھوڑوں گا نہیں"۔
کارٹر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ نے اسے مارنا ہی تھا تو پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔ خواہ
مخواہ اسے لادے لادے پھرا"۔ براؤن نے کہا۔

"کارٹر اسے مارنے کی بجائے ساتھ لے چلو۔ تم نے بتایا
تھا کہ چیف باس ڈاکٹر سے وہاں کام لینا چاہتا ہے۔ اگر
اس نے انکار کیا تو اس لڑکی کی وجہ سے یہ انکار نہ کر سکے گا"۔
مارگریٹ نے کہا۔

"اوہ ——— ہاں واقعی۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا۔ ٹھیک
ہے۔ اچھا براؤن، اب بتاؤ کیا پوزیشن ہے۔ کیا ہم فوری یہاں
سے نکل سکتے ہیں"، کارٹر نے کہا۔

"اگر ہم آدھی رات کے بعد ہی چلیں تو زیادہ محفوظ رہیں گے
ویسے بھی اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی عمران اور اس کے ساتھی کی

لاشیں آجاتی ہیں۔ وہ کسی صورت میرے آدمیوں سے بچ نہیں سکتے۔“ براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں —— میں نے انہیں دیکھ لیا ہے وہ تمہارے آدمیوں کے بس کے نہیں ہیں۔“ مارگریٹ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک ایک کونے سے ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اور براؤن اچھل کر غار کے اس کونے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے ایک کونے میں پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا جس میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ یہ شارٹ رینج ٹرانسمیٹر تھا۔ براؤن نے جلدی سے اس کے بٹن دبانے شروع کر دیئے۔

”ہیلو —— ہیلو —— انتھونی کالنگ باس —— اوور“ بٹن دبتے ہی انتھونی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز سے گہری پریشانی مترشح تھی۔

”یس —— براؤن اٹنڈنگ اوور“ براؤن نے بھی چیختے ہوئے جواب دیا۔

”باس —— جزیرہ تباہ ہو گیا ہے۔ خوفناک دھماکوں کی وجہ سے جزیرہ ختم ہو گیا ہے۔ ابھی تک مسلسل اور خوفناک دھماکے سنائی دے رہے ہیں —— اوور“ دوسری طرف سے انتھونی کی آواز سنائی دی۔

”کک —— کک —— کیا کہہ رہے ہو —— یہ کیسے ممکن ہے۔

اوور“ براؤن نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”باس ہم ابھی جزیرے سے دور ہی تھے کہ جزیرے پر یکلخت تین خوفناک دھماکے ہوئے اور اس کے بعد مسلسل دھماکے ہوتے رہے۔ اب بھی ہو رہے ہیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے پورے جزیرے کو فضا میں اڑتے اور سمندر میں غرق ہوتے دیکھا ہے۔ اب جہاں جزیرہ تھا وہاں سمندر ہے جناب۔ البتہ آسمان پر گرد اور دھوئیں کے گہرے بادل ابھی تک چھائے ہوئے ہیں —— اوور“ انتھونی نے جواب دیا۔

”اوہ —— ویری بیڈ —— ویری بیڈ —— سب کچھ تباہ ہو گیا —— اوہ —— اوہ ......“ براؤن نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ لہراتا ہوا دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

کارٹر نے جلدی سے گرتے ہوئے براؤن کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر چھینا اور پھر چیخنے لگا۔

”ہیلو —— انتھونی میں کارٹر بول رہا ہوں —— تم واپس آجاؤ —— اوور اینڈ آل“ کارٹر نے تیز لہجے میں کہا۔ اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جبکہ اس دوران مارگریٹ فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے براؤن کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں لگ گئی تھی۔ کارٹر ٹرانسمیٹر فرش پر رکھ کر ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد مارگریٹ کی کوششیں رنگ لائیں اور براؤن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ ——— میں تباہ ہو گیا۔ میری زندگی کا سارا اثاثہ اس
اس جزیرے پر تھا۔" براؤن نے ایک طرح سے روتے
ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو براؤن ——— حوصلہ کرو ——— ریڈ ایجنسی
تمہارے نقصانات کی نہ صرف تلافی کر دے گی بلکہ تمہیں مزید بھی
دے گی۔" کارٹر نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"جناب ——— آپ نہیں جانتے۔ اس جزیرے کے خفیہ
تہہ خانوں میں منشیات کے بڑے بڑے سٹور تھے جو جزیرے
کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ کم از کم دو ارب روپے کی منشیات
تھیں ——— اوہ میں لٹ گیا۔" براؤن نے کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ——— ڈونٹ وری۔ تم اب میرے
ساتھ چلو ——— چیف باس تمہیں اس سے زیادہ منشیات دلوا
دے گا۔" کارٹر نے اسے حوصلہ دیا۔

"کیا واقعی میرا نقصان پورا ہو جائے گا۔" براؤن نے امید
بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تم ایکریمیا کو کیا سمجھتے ہو۔ ڈونٹ وری۔ بس اب چیف
باس تک پہنچنے کا مسئلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شیطان عمران
اور اس کا ساتھی لازماً نکل گئے ہوں گے۔ اس لئے اب
ہمیں یہاں سے فوری نکل جانا ضروری ہے۔ ایک بار ہم
ایکریمیا پہنچ جائیں پھر کسی بات کا فکر نہیں ہے۔"
کارٹر نے کہا۔

"ہاں براؤن ——— اب ہر صورت میں یہاں سے نکل چلو۔
پلیز اب مزید انتظار سے سب کچھ تباہ ہو سکتا ہے۔" مارگریٹ
نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— واقعی اب تو ہر چیز خطرے میں ہے۔
میری جان بھی ——— ٹھیک ہے میں بندوبست کرتا ہوں آپ
بے فکر رہیں۔" براؤن نے سنبھلتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر
اٹھ کر تیزی سے دوڑتا ہوا غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا۔

ربڑ کی کشتی ڈولتی ہوئی —— آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اور انہیں عقب میں خوفناک دھماکوں کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔

"جلدی چپو چلاؤ صفدر —— ان دھماکوں کی وجہ سے سمندر کی لہریں غضبناک ہو گئی ہوں گی۔" عمران نے تیز لہجے میں صفدر سے کہا۔ اور صفدر نے اور زیادہ تیزی سے چپو چلانے شروع کر دیا۔

لیکن چند لمحوں بعد دور سے پہاڑ جیسی لہر آتی دکھائی دی۔

"کشتی سے چمٹ جاؤ۔" عمران نے چیختے ہوئے کہا اور جلدی سے کشتی کے کنارے سے چمٹ گیا۔ صفدر نے بھی چپو نیچے رکھے۔ اور خود ان کے اوپر لیٹ کر کنارے کو پکڑ لیا۔

دوسرے لمحے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کی کشتی کسی

جیٹ جہاز کی طرح رن وے سے بلند ہو کر آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگی ہو۔ اور پھر یکلخت کشتی الٹی اور وہ کشتی سمیت واپس خاصی بلندی سے ایک زوردار دھماکے کے ساتھ سمندر میں آگرے اور ایک بار پھر لہر نے انہیں اچھال دیا اور پھر کافی دیر تک وہ مسلسل اسی طرح بلند ہوتے اور گرتے رہے لیکن چونکہ وہ کشتی سے چمٹے ہوئے تھے۔ اس لئے کشتی ان سے علیحدہ نہ ہو سکی البتہ چپو صفدر کے جسم کے نیچے سے نکل کر کہیں سمندر میں گر چکے تھے۔

لہروں کا زور ختم ہوتے ہی انہوں نے کشتی کو سیدھا کیا اور اس پر چڑھ گئے لیکن اب چپوؤں کے بغیر وہ کشتی کو اپنی مرضی سے آگے نہ دھکیل سکتے تھے۔ اور کشتی اب صرف لہروں کے رحم و کرم پر ہی رہ گئی تھی۔

لیکن جزیرے کی تباہی کی وجہ سے لہروں کا زور چونکہ اسی طرف تھا، جدھر وہ جا رہے تھے اس لئے چپوؤں کے بغیر بھی کشتی تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

اور پھر کچھ دیر بعد انہیں دور سے چند دھبے سے دکھائی دیئے اور عمران چونک پڑا۔

"اوہ —— کہیں یہ براؤن کے ساتھی نہ ہوں۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر بھی ہونٹ کاٹنے لگا۔ کیونکہ جس پوزیشن میں وہ تھے ویسی پوزیشن میں اگر براؤن کے مسلح ساتھی ان کے سروں پر پہنچ جاتے تو ان کے لئے

جائیں پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا۔ لیکن اسی لمحے عمران کے کانوں
میں کوسٹ گارڈ کے مخصوص سائرنوں کی ہلکی ہلکی آوازیں ٹکرائیں
تو عمران کا ستا ہوا چہرہ بحال ہو گیا۔

"یہ کوسٹ گارڈ کی لانچیں ہیں۔ وہ ان دھماکوں کی وجہ سے
ادھر آ رہی ہیں۔" عمران نے کہا اور صفدر نے بھی مسکراتے
ہوئے سر ہلا دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد یہ دھبے بڑے ہو کر واقعی کوسٹ
گارڈ کی تیز رفتار اور بڑی لانچوں میں تبدیل ہو گئے۔ ان لانچوں
کی تعداد چھ کے قریب تھی۔

تھوڑی دیر بعد لانچیں مخصوص سائرن بجاتی ہوئی ان کے
قریب پہنچ گئیں۔ عمران ان کے قریب آنے سے پہلے ہی
کھڑا ہو کر ہاتھ سے ان کو روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اور پھر
لانچیں ان کے قریب آ کر رک گئیں

"کون ہو تم" ایک لانچ سے کوسٹ گارڈ آفیسر نے چیخ
کر کہا۔

"اوہ مظفر تم —— میں علی عمران ہوں" عمران اس آفیسر
کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔ اور عمران کا نام اور آواز سن کر وہ
آفیسر بری طرح چونک پڑا۔

"لیکن تم غیر ملکی ہو" آفیسر نے چونک کر پوچھا۔

"میں میک اپ میں ہوں" عمران نے چیخ کر کہا۔

"اوہ —— اچھا اچھا —— آفیسر نے سر ہلاتے ——

ہوئے کہا اور پھر اس نے عمران اور صفدر کو لانچ پر لے آنے
کے احکامات جاری کرنے شروع کر دیئے۔ چونکہ ربڑ کی کشتی
لانچ سے بہت نیچی تھی۔ اس لئے انہیں اوپر لانے کے لئے
رسی والی سیڑھی نیچے پھینکی گئی اور عمران اور صفدر اس رسی
کی سیڑھی کے ذریعے اوپر لانچ پر پہنچ گئے۔

"یہ کیا ہوا ہے —— یہ کیسے دھماکے ہیں؟"

آفیسر نے عمران کے اوپر پہنچتے ہی کہا اور عمران نے اسے
ایک طرف لے جا کر مختصر سی صورتحال بتا دی۔ مظفر اس کا خاصا
پرانا واقف تھا اور مظفر کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ عمران کا تعلق
پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"

"اوہ —— پھر اب کیا کرنا ہے" مظفر نے پریشان ہوتے
ہوئے کہا

"ہمیں فوری طور پر اس براؤن کے دوسرے اڈے کو تلاش
کرنا ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے وہ لوگ نکل جائیں، تب کام
بہت خراب ہو جائے گا۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن سمندر میں تو جگہ جگہ چھوٹے بڑے بے شمار چھوٹے
بڑے جزیرے موجود ہیں۔ ہم کس کو چیک کریں۔" مظفر نے
ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس کوئی نقشہ ہے جس میں ان تمام جزیروں کی
تفصیل موجود ہو" عمران نے کہا۔

"ہاں ہے —— آؤ" مظفر نے کہا اور وہ اسے ساتھ لیکر

ایک کمرے میں آگیا جو اس کا دفتر تھا۔ اس نے لانچوں کو اس وقت تک آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ جب تک کہ وہ کوئی فیصلہ نہ کر لیتے۔

عمران نے نقشہ میز پر پھیلا دیا اور پھر غور سے اسے دیکھنے لگا۔ واقعی سمندر میں دور دور تک بے شمار چھوٹے بڑے جزیرے پھیلے ہوئے تھے۔

"یہ جزیرہ جو تباہ ہوا ہے اس نقشے میں کہاں ہے"۔ عمران نے مظفر سے پوچھا۔ اور مظفر نے ایک نشان پر انگلی رکھ دی۔

عمران نے ایک سائیڈ پر پڑی پنسل اٹھائی اور اس نے اس نشان کے گرد دائرہ ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے فرضی طور پر اندازہ لگانا شروع کر دیا کہ ٹرانسمیٹر کال سے براؤن کی لانچ کتنی دیر میں اس جزیرے تک پہنچی تھی۔ اور اسکی سمت کون سی تھی۔

کافی دیر تک مسلسل سوچنے کے بعد اس نے پنسل اٹھائی اور پھر پہلے نشان سے کافی دور ایک جزیرے کے گرد نشان لگا دیا۔

"یہی جزیرہ ہو سکتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ——— یہ تو میرے خیال میں کافرستان کی سمت کا آخری جزیرہ ہے۔ تو کیا وہاں چلیں"۔ مظفر نے کہا۔

"لیکن کوسٹ گارڈز کی لانچیں دیکھ کر وہ غائب ہو جائیں

گے۔ کیا کوئی پرائیویٹ لانچ کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ طاقتور انجن والی لانچ ——— ارے ٹھہرو۔ لانچ کی بجائے تم ایسا کرو کوسٹ گارڈ چیکنگ ہیلی کاپٹر منگوا لو"۔

عمران نے چونک کر کہا اور مظفر نے سر ہلا دیا اور پھر وہ ایک طرف رکھے ہوئے وائرلیس ٹرانسمیٹر کی طرف مڑ گیا اس نے ٹرانسمیٹر کال کرتے ہوئے اپنے کسی افسر کو ہنگامی صورت حال بتا کر ہیلی کاپٹر بھیجنے کے لئے کہا۔

"نہیں ——— سوائے مخصوص اجازت نامے کے ہیلی کاپٹر نہیں بھیجا جا سکتا۔ مسٹر مظفر ——— اوور"۔ دوسری طرف سے آفیسر نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چیف آفیسر ——— میں علی عمران بول رہا ہوں سپیشل نمائندہ چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس ——— فوراً ہیلی کاپٹر بھجوا دو"۔ عمران نے آگے بڑھ کر انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اچھا ——— اچھا سر ——— ٹھیک ہے سر ——— میں بھی بھجوا دیتا ہوں سر ——— اوور"۔ سیکرٹ سروس کا نام سن کر دوسری طرف سے رعونت سے بولنے والے چیف آفیسر کی گھگھی بندھ گئی۔

"جلدی ——— فوراً ——— اوور اینڈ آل"۔ عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"تمہارے پاس دوربین اور دور مار گنیں تو ہوں گی"۔

عمران نے کہا۔

"ہاں ہیں" مظفر نے کہا۔ اور پھر اس کے حکم پر ایک گارڈ نے دوربین اور گنیں لا کر عمران کے حوالے کر دیں۔

"میک اپ تو صاف نہیں ہو سکتا کیونکہ سامان ہی نہیں چلو یہی ٹھیک رہے گا۔" عمران نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور پھر عرشے پر آگیا۔ جہاں صفدر کرسی پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

عمران کو باہر آتے دیکھ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو۔ بیٹھو۔ میں نے ہیلی کاپٹر منگوایا ہے۔" عمران نے کہا اور خود بھی صفدر کے ساتھ والی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

"لیکن کیا ہمیں سارے جزیرے چیک کرنے پڑیں گے۔ ہیلی کاپٹر سے تو یہ لانچیں زیادہ بہتر ہیں" صفدر نے کہا۔

"میرا آئیڈیا ہے کہ براؤن کو جزیرے کی تباہی کا پتہ لگ گیا ہو گا اور اب کارٹر اور ڈاکٹر رشید کو ساتھ لے کر یہاں سے فوری طور پر بھاگنے کے چکر میں ہو گا۔ میرا خیال ہے وہ کسی لانچ کے ذریعے نکلیں گے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب لانچ جس قدر بھی پاورفل ہو، بہرحال وہ کسی اور ملک کی سرحد تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتی" صفدر نے کہا۔

"ہاں —— یہ بھی درست ہے۔ لیکن فی الحال تو یہی سوچا جا سکتا ہے۔ میں نے اندازے سے ایک جزیرے کو مارک

کیا ہے۔ پہلے میں اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چیک کر دوں گا اور اگر ضرورت پڑی تو مظفر کو کال کر کے ان لانچوں کے ذریعے بھی اسے گھیرا جا سکتا ہے" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد دور سے انہیں کوسٹ گارڈز ہیلی کاپٹر لانچوں کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اور وہ دونوں ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مظفر بھی اب ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"مظفر —— ہم دونوں اس ہیلی کاپٹر پر ہوں گے۔ تم نے اپنی لانچیں لے کر ہمارے ساتھ ساتھ چلنا ہے۔ ٹرانسمیٹر آن رکھنا۔ ہم تمہیں ہدایات دیں گے" عمران نے مظفر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے جناب" مظفر نے سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

اسے معلوم ہو گیا تھا کہ عمران کا رعب داب کتنا ہے کیونکہ اس نے چیف آفیسر جیسے بااصول آدمی کا لہجہ بھی کانپتے ہوئے خود سنا تھا۔ حالانکہ کوسٹ گارڈز کا چیف آفیسر ایسا آدمی تھا جو بڑے سے بڑے افسر کو بھی گھاس نہیں ڈالتا تھا۔

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر لانچ کے کھلے عرشے پر لینڈ ہو گیا۔ اور ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے نیچے اتر کر مظفر کو سلام کیا۔

"یہ پائلٹ بھی تمہارے ساتھ رہے گا۔ ہیلی کاپٹر میں خود

آپریٹ کروں گا"۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر"۔ مظفر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"مسٹر ——— ہیلی کاپٹر میں اسلحہ تو فٹ ہے"۔ عمران نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر ——— مکمل لوڈڈ ہے جناب۔ اس کو آپریٹ کرنے کے لئے ......" پائلٹ نے شاید آپریٹ کرنے کی تفصیلات بتانی چاہی تھیں۔

"مجھے معلوم ہے ——— ڈونٹ وری"۔ عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور اچھل کر پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ملحقہ سیٹ پر صفدر سوار ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

کارٹر اور مارگریٹ بڑی بے چینی سے براؤن کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

"یہ لوگ یقیناً اب براؤن کا پیچھا کریں گے۔ کیا اس کے علاوہ ان لوگوں کو یہاں سے نکالنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے"۔ مارگریٹ نے کہا۔

"نہیں ——— انہوں نے لازماً ہر جگہ سخت چیکنگ کر رکھی ہوگی۔ فی الحال یہ راستہ محفوظ ہے۔ ایک بار ہم کافرستان کی سرحد میں داخل ہو جائیں پھر یہ پاکیشیا والے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن کافرستان کی سمندری حدود تو یہاں سے کافی دور ہے۔ یہ سفر کیا ہم لانچ میں کریں گے۔ لانچ کا سفر تو قطعاً غیر محفوظ ہوگا"۔ مارگریٹ نے بے چینی سے کہا۔

"مصیبت یہ ہے کہ یہاں لانگ رینج ٹرانسمیٹر نہیں ہے ورنہ میں چیف باس سے بات کر کے کوئی اور راستہ نکالتا۔ اب تو ہم سراسر اس براؤن کے رحم و کرم پر رہ گئے ہیں۔" کارٹر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے براؤن اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو مسلح افراد تھے۔

"ان دونوں کو اٹھا لو" براؤن نے اندر داخل ہوتے ہی ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے دونوں آدمیوں سے کہا۔ اور وہ دونوں تیزی سے فرش پر بندھے پڑے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کی طرف بڑھ گئے۔

"آئیے سر ـــــ بندوبست ہو گیا ہے" براؤن نے کارٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا بندوبست کیا ہے۔ پہلے مجھے تفصیل بتاؤ" کارٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــ ہاں۔ چونکہ مجھے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے خطرہ تھا اور ویسے بھی کوسٹ گارڈز کی لانچیں اس وقت ادھر ادھر گھومتی رہتی ہیں۔ اس لئے میں نے بالکل نیا چکر چلایا ہے کافرستان کا وہ مخصوص ٹرالر جو مچھلیاں پکڑتا ہے اور جس نے رات کے وقت کوسٹ گارڈز کو رشوت دے کر ہماری حدود میں آنا تھا۔ پہلے میرا پروگرام یہی تھا کہ آدھی رات کے

وقت وہ ٹرالر یہاں جزیرے کے قریب آجاتا اور ان دونوں کو اس پر شفٹ کر دیتے۔ اس طرح یہ دونوں بالکل آسانی سے کافرستان پہنچ جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ لیکن دن کے وقت چونکہ یہ ٹرالر ہماری حدود میں اتنی دور نہیں آسکتا اور اگر آ بھی جائے تو لازماً مارک ہو جائے گا۔

اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سکس الیون کی ایک مخصوص لانچ بلوائی ہے۔ اس لانچ میں دوہرا طریقہ کار ہے۔ یہ لانچ بظاہر عام سی مچھلیاں پکڑنے والی لانچ ہے۔ لیکن اس کے نیچے ایک خفیہ کیبن بنا ہوا ہے جو اوپر سے کسی طور بھی مارک نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ ضرورت کے وقت یہ کیموفلاج ہو کر صرف آدھے گھنٹے کے لئے سمندر کی سطح کے نیچے بھی اتر سکتا ہے لیکن صرف آدھے گھنٹے کے لئے۔ کیونکہ بہرحال یہ آبدوز تو نہیں ہے بلکہ اس کے اندر آبدوز جیسا مصنوعی سسٹم نصب کیا گیا ہے۔ یہ بہت قیمتی لانچ ہے اور ہمارے پورے ملک میں صرف ایک ہی لانچ ہے۔ اس کے ذریعے انتہائی قیمتی چیز سمگل کی جاتی ہے۔ میں نے اسے ہائر کر لیا ہے لیکن اس کا کرایہ ادا کرنا ہو گا۔ پچاس ہزار ڈالر دینے ہوں گے۔ اس طرح ہم محفوظ طور پر کافرستان میں واقع پہلے جزیرے تک ان لوگوں کو پہنچا سکتے ہیں۔ وہاں سے رات کو ٹرالر کے ذریعے کافرستان پہنچا دیا جائے گا۔"

براؤن نے تفصیلی طور پر بتایا۔

" کیا لانچ کھلے سمندر میں اکیلی چلے گی۔" کارٹر نے پوچھا۔

" نہیں جناب ——— اکیلی تو یہ بہرحال مارک ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے والی لانچیں بالکل نارمل انداز میں آگے بڑھیں گی۔" براؤن نے جواب دیا۔

" گڈ ——— ویری گڈ ——— یہ واقعی ان حالات میں قابل داد انتظام ہے۔" کارٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ براؤن کے ساتھ چلتا ہوا غار کے دہانے سے باہر آیا۔

" ہو سکتا ہے سیکرٹ سروس والے اردگرد پھیلے ہوئے تمام جزیرے چیک کریں۔ اس لئے جب تک ہم کافرستان نہیں پہنچ جاتے، اسے کلوز رکھنا۔" کارٹر نے براؤن کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

" میں نے بندوبست کر لیا ہے۔ اگر کوئی یہاں آکر چیکنگ کرے گا تو یہ بالکل خالی ملے گا۔" براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور کارٹر نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

جزیرے کی جنوبی سمت کھاڑی میں واقعی بالکل نئی ساخت کی لانچ موجود تھی۔ کارٹر اور مارگریٹ لانچ پر پہنچ گئے۔

" میک اپ کا سامان مل سکتا ہے ——— مارگریٹ تو نیچے رہے گی لیکن میں عام مچھیرے کے روپ میں لانچ کے اوپر رہنا چاہتا ہوں۔" کارٹر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

" یس سر ——— میں منگواتا ہوں۔" براؤن نے کہا اور اپنے ایک آدمی کو ہدایت دینے لگا۔

وہ آدمی جلدی سے واپس جزیرے کی طرف بڑھ گیا۔ اور براؤن کارٹر اور مارگریٹ کو لے کر خفیہ راستے سے لانچ کے نچلے حصے میں چلا گیا۔ یہاں ڈاکٹر رشید اور رضیہ موجود تھے۔ کارٹر نے لانچ کے ایک ایک حصے کا بغور جائزہ لیا۔ وہ اب پوری طرح مطمئن نظر آتا تھا۔ براؤن نے یہاں سے نکلنے کا واقعی شاندار انتظام کیا تھا۔

" بس ایک بار ہمارے کافرستان پہنچنے کی دیر ہے پھر تمہارا نقصان بھی پورا ہو جائے گا اور اس لانچ کا کرایہ بھی ادا کر دیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی تمہیں اس قدر انعام بھی ملے گا کہ تم آئندہ پوری زندگی بغیر کچھ کئے لارڈز کی طرح گزار سکو گے۔"

کارٹر نے واپس لانچ کے اوپر والے حصے کی طرف آتے ہوئے کہا۔

" تھینک یو سر ——— ویسے بھی اب میں فوری طور پر پاکیشیا میں نہیں رہ سکتا ——— ورنہ پاکیشیا سیکرٹ سروس مجھے تو کم از کم نہ چھوڑے گی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ پانچ سال میں کافرستان میں رہوں گا۔" براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

" بالکل۔ بالکل ——— تم کسی بات کی فکر نہ کرو۔ سب

ٹھیک ہو جائے گا‘‘۔ کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’’اسی لمحے براؤن کا آدمی میک اپ باکس اور مچھیروں جیسا ایک جوڑا لے کر واپس لانچ پر پہنچ گیا۔ کارٹر نے براؤن کو چلنے کے لئے کہا اور خود وہ میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ لانچ تیزی سے جزیرے کے قریب سے ہٹتی ہوئی کھلے سمندر کی طرف بڑھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد کارٹر بالکل مقامی مچھیروں کے روپ میں آ گیا تھا۔ لیکن وہ ان کی زبان نہ بول سکتا تھا۔ اس لئے وہ صرف براؤن سے ہی بات چیت کرتا اور براؤن اسکی ہدایات کے مطابق آگے ہدایات دیتا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کھلے سمندر میں موجود دس مچھلی پکڑنے والی مخصوص لانچوں کے بیڑے میں شامل ہو گئے۔

’’ہم نے تیز رفتاری سے سفر کرنا ہے البتہ جہاں کوئی مشکوک بات ہو گی وہاں ہم نارمل انداز میں مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں گے‘‘۔ کارٹر نے کہا اور براؤن نے سر ہلا کر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اور یہ قافلہ تیز رفتاری سے کھلے سمندر میں سفر کرتا ہوا کافرستانی حدود کی طرف بڑھنے لگا۔

لیکن ابھی انہوں نے تھوڑا سا سفر طے کیا تھا کہ براؤن نے آسمان پر نمودار ہونے والے کوسٹ گارڈ کے ہیلی کاپٹر کو مارک کر لیا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کی ہدایت پر لانچوں پر موجود افراد بڑے پیشہ ورانہ انداز میں مچھلیاں پکڑنے میں مصروف

ہو گئے۔ براؤن اور کارٹر ان کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ کارٹر کام کرنے کے ساتھ ساتھ چور نظروں سے ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر انہیں کراس کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور پھر کافی دور جا کر وہ چکر کاٹ کر واپس پلٹا تو اس کی بلندی خاصی کم ہو گئی تھی۔ اور پھر وہ لانچوں کے اوپر آ کر معلق ہو گیا۔

دوسرے لمحے کارٹر بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ بلندی کم ہونے کی وجہ سے وہ ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے کیونکہ پائلٹ سیٹ پر اس کا پوری طرح ہم شکل بیٹھا ہوا تھا۔ بالکل کارٹر۔ اس نے کوسٹ گارڈ والی مخصوص یونیفارم پہن رکھی تھی۔ چند لمحے رکنے کے بعد ہیلی کاپٹر آگے بڑھ گیا۔

’’براؤن ——— اس ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر یقیناً عمران ہے اس نے میرا میک اپ کر رکھا ہے۔ کیا تمہارے پاس اس ہیلی کاپٹر کو گرانے والی الفا رینج گن ہے‘‘۔ کارٹر نے تیز لہجے میں کہا۔

’’الفا رینج ——— بالکل ہے۔ لے آؤں‘‘۔ براؤن نے چونکتے ہوئے کہا۔

’’ہاں ——— لے آؤ اور سنو۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ اب کوسٹ گارڈز کی لانچیں لے کر چیکنگ کے لئے آ جائیں۔ اس لئے تم

اپنے آدمیوں کو کہہ دو کہ وہ ہر صورت حال کے لئے تیار رہیں۔"
کارٹر نے تیزی سے کہا اور براؤن اپنے آدمیوں کو ہدایات
دینے میں مصروف ہو گیا۔
اور پھر بہت سے لوگ لانچ کے خفیہ حصوں کی طرف دوڑ
پڑے۔ تھوڑی دیر بعد ان سب نے اپنے اپنے کاغذات
چیک کر لئے تاکہ اگر چیکنگ ہو تو صاف بچ جائیں۔
براؤن بھی اس لانچ کے نچلے حصے میں موجود الفاریج گن
لے کر آ گیا۔ کارٹر نے گن لے کر اسے اچھی طرح چیک کیا۔
"جب یہ لوگ چیکنگ کے لئے آئیں تو کیوں نہ ہم سمندر
کی تہہ میں چلے جائیں۔ اس طرح یہ چیکنگ کر کے مایوس
واپس چلے جائیں گے۔" براؤن نے کہا۔
"اگر کوسٹ گارڈز کی لانچیں آتی دکھائی دیں تو پھر ایسے ہی
کرنا اور اگر صرف ہیلی کاپٹر واپس آیا تو پھر میں اسے گرا لوں گا۔
یہاں سے کافرستانی حدود کتنے فاصلے پر ہے؟" کارٹر
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"اگر پوری رفتار سے سفر کیا جائے تو ڈیڑھ گھنٹے کا سفر
باقی ہے۔" براؤن نے کہا اور کارٹر نے اوہ کہہ کر سر ہلا دیا۔
"باس —— لانچیں آ رہی ہیں۔ میں ان کے سائرنوں کی
آوازیں سن رہا ہوں۔" اچانک ایک آدمی نے چیخ کر کہا۔
"ارے ہاں —— لانچیں آ رہی ہیں" براؤن نے کہا۔
"ٹھیک ہے —— لانچ کو سمندر میں لے جاؤ ان کے

یہاں پہنچنے سے پہلے۔" کارٹر نے تیز لہجے میں کہا اور براؤن
نے ہدایات دینی شروع کر دیں۔
چند لمحوں بعد سرر کی تیز آوازوں کے ساتھ لانچ کی سائیڈوں
سے مخصوص دھات کی چادریں نکلیں اور انہوں نے لانچ کو
پوری طرح سے کور کر لیا۔ اور پھر لانچ تیزی سے سمندر
کی تہہ میں بیٹھتی چلی گئی۔ جبکہ باقی لانچیں اوپر سطح سمندر پر
رہ گئیں۔
"باہر ہم دیکھ سکتے ہیں۔" کارٹر نے کہا اور براؤن سر ہلاتا
ہوا اسے نچلے حصے میں لے گیا۔ یہاں ایک کونے میں ایک
مشین نصب تھی جس کے سامنے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔
کارٹر اور براؤن کے وہاں پہنچتے ہی وہ ہٹ گیا اور براؤن
نے اس کی سیٹ سنبھال لی۔ کارٹر ساتھ والے سٹول پر بیٹھ
گیا۔ مشین چل رہی تھی اور اس کی سکرین پر سطح سمندر کا منظر
صاف دکھائی دے رہا تھا۔
براؤن نے باہر موجود لانچوں کے افراد کو اس مشین
کے ذریعے ہدایات دینی شروع کر دیں۔ اب کوسٹ گارڈز
کی لانچیں واضح طور پر نظر آنے لگ گئی تھیں۔ وہ قوس کی
صورت میں گھیرا ڈالتی ہوئی ان کی طرف بڑھ رہی تھیں
جبکہ اوپر اب ہیلی کاپٹر بھی نظر آنے لگ گیا تھا۔
تھوڑی دیر بعد کوسٹ گارڈز کی لانچوں نے سطح سمندر پر
موجود لانچوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ادھر ہیلی کاپٹر بھی کوسٹ

گارڈز کی ایک بڑی لانچ کے عرشے پر اُتر گیا۔ گارڈز اسلحہ سنبھالے ان لانچوں پر اتر آئے۔ ہیلی کاپٹر سے بھی کارٹر کا ہم شکل نکل کر گارڈز کے ساتھ ان لانچوں پر آ گیا۔ اور گارڈز نے باقاعدہ ان لانچوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

کارٹر کا ہم شکل جو یقیناً علی عمران تھا، گارڈز کے ہمراہ لانچوں کی بڑے محتاط انداز میں تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ اس کی تیز نظریں ہر چیز کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ تقریباً پندرہ منٹ تک لانچوں کے کاغذات کی پڑتال ہوتی رہی اور لانچوں کی تلاشی لی جاتی رہی۔

اس کے بعد عمران نے گارڈ آفیسر سے کوئی بات کی اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے واپس اپنی لانچوں پر چلے گئے۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں اٹھ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کوسٹ گارڈ کی لانچیں واپس چلی گئیں۔

" وہ مارا ——— اب ہم محفوظ ہو گئے ہیں،، " براؤن نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا اور کارٹر بھی اطمینان بھرے انداز میں مسکرا دیا۔

مارگریٹ بھی جو اس دوران سانس روکے بیٹھی تھی جیسے کسی بھی لمحے اس پر قیامت ٹوٹ پڑنے والی ہو، ایک طویل سانس لے کر مسکرانے لگی۔

" جب ہیلی کاپٹر اور کوسٹ گارڈ کی لانچیں نظروں سے اوجھل ہو گئیں تو براؤن نے لانچ کو اوپر لے جانے کے احکامات

صادر کر دیئے۔ اور لانچ دوبارہ تیزی سے سطح سمندر پر ابھرنے لگی۔

" اب یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ "۔ کارٹر نے کہا اور براؤن نے سر ہلا دیا۔

سطح سمندر پر پہنچ کر ان کی لانچ جیسے ہی دوبارہ اصل صورت میں آئی، براؤن نے سفر کرنے کی ہدایات دے دیں۔ اور سب لانچیں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگیں۔

لانچیں اپنی پوری رفتار سے سفر کرتی ہوئی کافرستانی حدود کی طرف بڑھی جا رہی تھیں۔ اور کارٹر بار بار اپنی گھڑی دیکھتا۔ اور اس وقت تمام لانچوں سے مسرت سے بھرپور نعروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں جب دور سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آنے لگا۔

" یہ کافرستانی سرحد کا پہلا جزیرہ ہے۔ یہاں پہنچ کر ہم بالکل محفوظ ہو جائیں گے "، براؤن نے مسرت بھرے لہجے میں کارٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اوہ ——— جزیرے پر کون لوگ ہیں ؟ " کارٹر نے پوچھا۔

" جزیرے پر اپنے ہی آدمی ہیں ——— آپ بے فکر رہیں اس جزیرے تک پہنچنے تک کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد پاکیشیا والے ہم پر ہاتھ نہ ڈال سکیں گے "۔

براؤن نے جواب دیا اور کارٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لانچوں کا یہ بیڑہ خاصی تیز رفتاری سے اس جزیرے کی

طرف بڑھا جا رہا تھا جواب آہستہ آہستہ واضح ہوتا جا رہا تھا
کارٹر کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ کم از کم
وہ اپنا مشن مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ان حالات
میں یہ بھی ریڈ ایجنسی کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" صفدر نے ہیلی کاپٹر کے فضا
میں دوبارہ بلند ہوتے ہوئے پائلٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے
عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
وہ اس وقت دور دراز کھلے سمندر میں مچھلیاں پکڑنے
والے بیڑے کو چیک کر کے واپس فضا میں اڑ رہے تھے۔
"اب یہی ہو سکتا ہے کہ تمام جزیرے چیک کئے جائیں۔
ہو سکتا ہے یہ لوگ کیموفلاج ہو گئے ہوں تاکہ پھر کسی وقت
نکل سکیں۔ اب جو جزیرہ میں نے مارک کیا تھا وہ بھی خالی
ہے۔ کوئی لانچ بھی اکیلی اب تک نظر نہیں آئی۔ اس بیڑے
پر مجھے شک گزرا تھا تو یہ بھی عام مچھیروں کا ہے"
عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے خیال میں ہمیں ایکسٹو سے بات کر کے دارالحکومت
سے نکلنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر لینی چاہیئے۔
یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کھلے سمندر کی بجائے کسی اور
راستے سے نکل جائیں" صفدر نے کہا۔
"ہاں ــــ اب ایسا ہی ہو سکتا ہے" عمران نے کہا اور پھر
تھوڑی دیر بعد ان کا ہیلی کاپٹر ساحل پر موجود کوسٹ گارڈز
کے مین آفس میں اتر گیا۔
"آؤ میں چیف آفیسر سے بات کر کے اسے تمام جزیروں
کی مکمل چھان بین کا حکم دے دوں" عمران نے کہا اور پھر
وہ صفدر کو ہمراہ لئے چیف آفیسر کے کمرے کی طرف بڑھ
گیا۔
"چیف آفیسر کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو وہ ان کے استقبال
کے لئے اپنے دفتر کے دروازے پر آ گیا۔
"آ ـــ آپ تو غیر ملکی ہیں" چیف آفیسر نے حیرت
بھرے انداز میں عمران کو دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ عمران ابھی تک
کارٹر کے میک اپ میں تھا۔
"میں میک اپ میں ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ فوری طور پر
جس قدر بھی گارڈز آپ کے پاس ہیں۔ انہیں حرکت میں لے
آئیں۔ اور کھلے سمندروں میں موجود تمام جزیرے چیک کر
لیں۔ صرف کارروائی کے طور پر نہیں بلکہ پوری چھان بین
کرائیں۔ تاکہ اگر مجرم ان جزیروں میں چھپے ہوئے ہوں تو

توان کا پتہ چلایا جاسکے "۔ عمران نے دفتر میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" یس سر ——— لیکن ہم نے کیا چیک کرنا ہے "۔ چیف آفیسر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے جواب میں ڈاکٹر رشید کا حلیہ بھی بتا دیا اور ساتھ ہی اس نے رضیہ کے متعلق بھی بتایا اور براؤن کا حلیہ خاص طور پر بتایا۔

" اوہ ——— تو براؤن اس واردات میں ملوث ہے۔ ٹھیک ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اسے تلاش کر لوں گا۔ " چیف آفیسر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اسے ایکسٹو کا مخصوص نمبر بتا دیا کہ وہ اس نمبر پر اپنی رپورٹ چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس ایکسٹو کو دے دے۔ اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

چیف آفیسر نے کچھ پینے پلانے پر اصرار کیا۔ لیکن عمران نے سختی سے منع کر دیا۔ وہ ذہنی طور پر الجھا ہوا تھا۔

چیف آفیسر کے دفتر سے نکل کر وہ ساحل کی طرف بڑھنے لگے کہ جس طرح بجلی کا جھٹکا لگتا ہے اس طرح عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

" کیا ہوا ——— ؟ " صفدر نے چونک کر پوچھا۔

" اوہ ——— اوہ ——— بڑی حماقت ہو گئی ——— اوہ "۔ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے وہ آگے بڑھنے کی بجائے بجلی کی سی تیزی سے ادھر دوڑنے لگا جہاں ہیلی کاپٹر انہوں نے

اتارا تھا۔

" ہوا کیا "۔ صفدر نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہا۔

" حماقت ہو گئی ہے ——— عظیم حماقت ——— جلدی کرو جلدی "۔ عمران نے اچھل کر پائلٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور صفدر بجلی کی سی تیزی سے دوسری سیٹ پر بیٹھ گیا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے ہیلی کاپٹر اوپر اٹھایا اور پھر تیز رفتاری سے اسے سمندر کی طرف اڑانے لگا۔

" کیا ہوا عمران صاحب ——— کچھ مجھے بھی بتائیے "۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میرے ذہن میں ایک بات مسلسل کھٹک رہی تھی لیکن شعور میں نہ آ رہی تھی۔ اب اچانک یہ بات شعور میں ابھری ہے جب ہم نے ہیلی کاپٹر سے اس بیڑے کو چیک کیا تھا تو ان لانچوں کی تعداد گیارہ تھی۔ لیکن جب کوسٹ گارڈ کی لانچوں کے ذریعے یہ بیڑہ چیک ہوا تو ان کی تعداد دس تھی۔ گیارھویں لانچ کہاں گئی اور اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ وہ باقی لانچوں سے مختلف تھی۔ بالکل جدید لانچ "۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ——— واقعی مجھے بھی اب خیال آ رہا ہے۔ لیکن وہاں دور دور تک کوئی لانچ نہیں تھی۔ پھر یہ لانچ کہاں گئی "۔ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" یہی تو ڈاج ہوا ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ

خیال تک نہ آیا۔ اب میں اس لانچ کی مخصوص ساخت کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ سکس الیون ٹائپ لانچ تھی۔ یہ لانچ وقتی طور پر آبدوز کی طرح سمندر میں اتر سکتی ہے۔ ہم سطح سمندر پر تلاش کرتے رہے جبکہ اس وقت یہ لانچ سمندر کی تہہ میں موجود تھی اور کارٹر، براؤن اور ڈاکٹر رشید یقیناً اس کے اندر موجود ہوں گے۔" عمران نے کہا اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"اوہ ___ حیرت انگیز ___ مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ عام سی لانچ آبدوز کی طرح سمندر میں بھی اتر سکتی ہے۔" صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں ___ بظاہر تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن سکس الیون لانچ ایسی ہی ہے۔ یہ انتہائی قیمتی لانچ ہے۔ اس لئے مجھے اس کا خیال تک نہ آیا تھا کہ یہ بھی یہاں موجود ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ تھی۔"

ہیلی کاپٹر اس بار اپنی پوری رفتار سے اڑا جا رہا تھا جس طرف انہوں نے مچھلی پکڑنے والے لانچوں کے بیڑے کو چیک کیا تھا۔

لیکن وہاں پہنچ کر انہوں نے جب لانچوں کو نہ دیکھا تو عمران نے سر ہلا دیا۔

"یہاں تو ایک بھی لانچ نہیں ہے۔" صفدر نے حیرت سے ہیلی کاپٹر کے میٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میٹر سے ہی اس جگہ کا تعین ہو سکتا تھا۔

"وہ لازماً کافرستانی سرحد کی طرف گئے ہوں گے۔" عمران نے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ ہیلی کاپٹر مسلسل تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو۔ ہیلو ___ کوسٹ گارڈز کا پٹر نمبر بارہ۔ اوور۔" ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس ___ کیا بات ہے۔ اوور۔" عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو اور کاپٹر کو کافرستانی سرحد کی طرف کیوں لے جا رہے ہو۔" دوسری طرف سے چیختے ہوئے پوچھا گیا۔

"میرے بارے میں چیف آفیسر سے پتہ کر لو۔ میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اوور۔" عمران نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ___ مگر آپ کافرستانی سرحد کی طرف کیوں جا رہے ہیں ___ وہ آپ کو ہٹ کر دیں گے ___ اوور۔" دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا۔

"ڈونٹ وری ___ ہم ایک مخصوص مشن پر ہیں۔ اوور اینڈ آل۔" عمران نے سخت لہجے میں جواب دیا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"عمران صاحب ___ وہ بیڑہ جا رہا ہے۔" یکلخت صفدر

نے چیختے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ لوگ اس جزیرے کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے بلندی کم کرنی پڑے گی ورنہ کافرستانی راڈار ہمیں چیک کر لے گا۔" عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنی شروع کر دی۔

لانچوں کا بیڑہ اب واضح طور پر نظر آنے لگا تھا۔ ان کا رُخ جزیرے کی طرف تھا۔

"یہ واقعی تعداد میں گیارہ ہیں۔" صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"وہ نیلے رنگ کی لانچ ہمارا ٹارگٹ ہے۔" عمران نے کہا۔

لانچیں اب جزیرے سے تھوڑی ہی دور تھیں کہ عمران کا ہیلی کاپٹر تیزی سے اس بیڑے کے تقریباً اوپر پہنچ گیا۔ عمران ابھی ہاتھ بڑھا کر ہیلی کاپٹر کو اس نیلے رنگ کی لانچ پر معلق کرنے والا بٹن دبانے ہی والا تھا کہ یکلخت نیلے رنگ کی لانچ سے ایک نارنجی رنگ کا شعلہ دکھائی دیا۔ اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور ہیلی کاپٹر ایک لمحے کے لئے پلٹا اور دوسرے لمحے وہ کسی بھاری چٹان کی طرح یکلخت نیچے سمندر کی سطح کی طرف منہ کے بل گرنے لگا۔

"سیٹ پش کرو ——— یہ پھٹنے والا ہے۔" عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیٹ کے کنارے

پر موجود بٹن پش کر دیا۔

دوسرے لمحے اس کی سیٹ بجلی کی سی تیزی سے اچھلی اور ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے نکل کر دور سمندر میں جا گری۔

صفدر کی سیٹ دوسری طرف نکلی تھی اور اسی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے ہیلی کاپٹر پھٹ گیا اور اس کے پرزے سمندر کی سطح پر پھیل گئے۔ ہیلی کاپٹر کو آگ لگ گئی تھی اور جس جگہ ہیلی کاپٹر کا ڈھانچہ گرا تھا وہاں آتش فشاں کے لاوے کی طرح آگ سمندر پر پھیل گئی تھی۔

عمران سیٹ سمیت سمندر کی تہہ میں اترتا گیا۔ اور پھر نیچے اترتے ہوئے عمران نے بیلٹ کھولی اور سیٹ سے علیحدہ ہو کر پانی کے اندر کسی مچھلی کی طرح تیرنے لگا۔ اس نے اپنا سانس روک لیا تھا۔ اور وہ اندر ہی اندر بجلی کی سی تیزی سے اس طرف کو تیر رہا تھا۔ جدھر صفدر گرا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کارٹر اور براؤن اسٹین گنیں لئے ان کے سطح پر ابھرنے کے انتظار میں ہوں گے۔

اور پھر اسے صفدر سمندر کے اندر ایک سمت تڑپتا ہوا اوپر سطح کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ صفدر بیلٹ نہ کھول پا رہا تھا۔ عمران نے رفتار بڑھا دی اور پھر چند لمحوں بعد ہی اس نے صفدر کی لات پکڑ لی اور اس کے ساتھ ہی صفدر بیلٹ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کی سیٹ علیحدہ ہو کر سطح کی طرف ابھرتی چلی گئی۔

عمران صفدر کو کھینچتا ہوا تیزی سے تہہ میں اترنے کے ساتھ ساتھ اس طرف کو تیر رہا تھا جدھر وہ لانچیں موجود تھیں۔ اب ایک ہی صورت تھی کہ وہ ان کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف پہنچ جائیں۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ سب لوگ اس طرف ہی ان کے اوپر آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

صفدر کا جسم آہستہ آہستہ ڈھیلا پڑتا جا رہا تھا اس نے بھی یقیناً سانس روک رکھا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اسے سانس روکنے کی اتنی پریکٹس نہیں جتنی عمران کو ہے۔ اس لئے عمران اسے دھکیلتا ہوا جلد از جلد لانچوں کے نیچے پہنچنا چاہتا تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ واقعی لانچوں کے نیچے پہنچ گئے۔ نیچے پہنچتے ہی عمران صفدر کو ہمراہ لئے سطح پر ابھر آیا۔ اور صفدر نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کا چہرہ سانس رک جانے سے خاصا مسخ ہو گیا تھا۔

"اس خالی جگہ پر چڑھ جاؤ۔" عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سہارا دے کر صفدر کو اس نیلے رنگ کی بڑی سی لانچ کے کونے میں موجود ایک خلا میں دھکیل دیا۔

وہ اس وقت بالکل لانچ کی سائیڈ پر تھے۔ یہ لانچ چونکہ سمندر کے اندر بھی خاصی گہرائی تک تھی۔ اس لئے یہی لانچ انہیں مارک ہو سکی تھی۔ باقی لانچیں دوسری سائیڈ پر تھیں۔

ورنہ وہ لازماً چیک ہو جاتے۔ باقی لانچیں اس لانچ کی بیدھ میں قطار کی صورت میں تیر رہی تھیں۔ اور اوپر موجود لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ وہ یقیناً ان کی تلاش میں دوسری طرف متوجہ تھے۔ فائرنگ کی تیز آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ شاید سمندر میں فائرنگ کر رہے تھے۔

صفدر کے اس خلاء میں پہنچتے ہی عمران بھی اچھل کر اس خلا میں داخل ہو گیا۔ اب ان کے جسم پانی سے صرف دو انچ اوپر تھے۔ یہ خلا لانچ کے پچھلے حصے سے ہوا کی نکاسی کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کے اندر گہرائی میں ہوا باہر پھینکنے والا مخصوص پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ لیکن ان دونوں نے مضبوطی سے اس خلا میں اپنے آپ کو پھنسا لیا تھا۔

پھر انہیں پانی میں لوگوں کے اترنے کی آوازیں سنائی دیں لیکن وہ خاموش پڑے رہے۔ وہ چونکہ خلا کی گہرائی میں تھے۔ اس لئے جب تک کوئی شخص ادھر آ کر انہیں خاص طور پر چیک نہ کر لیتا وہ مارک نہ ہو سکتے تھے۔ صفدر تیز تیز سانس لے رہا تھا جبکہ عمران بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

کافی دیر تک لانچ وہاں رکی رہی پھر وہ تیزی سے حرکت میں آ گئی۔ عمران نے خلا سے سر باہر نکال کر دیکھا تو اس نے باقی لانچوں کو وہیں سمندر میں ہی رکے ہوئے دیکھا۔ صرف وہی لانچ جزیرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جس میں صفدر اور عمران موجود تھے۔ اور عمران ان کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ باقی

لانچوں کو وہیں ان کی تلاش میں روک دیا گیا تھا۔ اور صرف
اس لانچ کو اس جزیرے کی طرف لے جایا جا رہا تھا تاکہ
ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کو کسی محفوظ جگہ بھیج دیا جائے۔
لانچ جزیرے میں بنی ہوئی مخصوص کھاڑی میں پہنچ کر
رک گئی۔ عمران اور صفدر وہیں دبکے رہے۔ کچھ دیر بعد
لانچ دوبارہ حرکت میں آنے لگی تو عمران نے صفدر کو اشارہ
کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ خلا سے نکل کر سمندر کے پانی
کے اندر اترتا چلا گیا۔ صفدر نے اس کی پیروی کی اور لانچ
تیزی سے ان کے سروں کے اوپر سے گزرتی ہوئی آگے
بڑھ گئی۔

سمندر کی تہہ میں سانس روکے عمران صفدر کا بازو پکڑے
تیزی سے تیرتا ہوا جزیرے کے دوسری طرف بڑھا جا رہا
تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ کھاڑی کے اوپر مسلح افراد لازماً
موجود ہوں گے۔

کارٹر اب مخصوص لانچ کے نچلے حصے میں مارگریٹ کے
پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ مارگریٹ
بھی ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھی کہ اچانک سیڑھیوں
پر براؤن نظر آیا۔

"جناب وہ ہیلی کاپٹر دوبارہ آ رہا ہے۔ انتہائی تیز رفتاری
سے وہ ہماری ہی طرف آ رہا ہے" براؤن نے چیختے ہوئے
کہا۔

"اوہ —— اکیلا ہے یا لانچیں بھی ہیں" کارٹر نے
اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اکیلا ہے جناب۔" براؤن نے جواب دیا۔

"پھر کوئی بات نہیں —— گن کہاں ہے؟ میں اسے
ہٹ کر لوں گا۔ گھبراؤ مت" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"الفا رینج گن اوپر موجود ہے" براؤن نے جواب دیا۔
اور پھر کارٹر براؤن کے ساتھ بھاگتا ہوا اوپر والے حصے
میں آگیا۔ مارگریٹ بھی ان کے پیچھے اوپر آگئی تھی۔
کافرستان کی سرحد والا جزیرہ اب تھوڑی دور رہ گیا
تھا لیکن لانچوں کا یہ قافلہ رُک چکا تھا۔ شاید ہیلی کاپٹر کو دیکھ
کر براؤن نے انہیں رک جانے کے احکامات دیئے تھے۔
"وہ آرہا ہے" براؤن نے دور آسمان پر نظر آنے
والے دھبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"اوہ ـــــ تم نے اسے دوربین سے چیک کیا ہوگا۔"
کارٹر نے الفا رینج گن ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔
"یس سر" براؤن نے کہا اور کارٹر نے سر ہلا دیا۔ ہیلی کاپٹر
کی رفتار واقعی بے حد تیز تھی۔
"اب تمہاری لاش مچھلیاں ہی کھائیں گی عمران ـــــ اچھا ہوا
تم واپس آگئے۔" کارٹر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور
اس نے گن کو کاندھے سے لگا لیا۔
ہیلی کاپٹر کی بلندی لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی جا رہی تھی اور جیسے
جیسے اس کی بلندی کم ہو رہی تھی۔ ویسے ہی کارٹر کے لبوں پر
مسکراہٹ پھیلی جا رہی تھی۔ کیونکہ اس طرح ہیلی کاپٹر خودبخود
الفا رینج گن کی زد میں آتا جا رہا تھا۔ الفا گن ـــــ مخصوص
قسم کی تھی۔ اس سے نکلنے والی ریز لوہے کو اس حد تک گرم
کر دیتی تھیں کہ ٹینکی کے اندر موجود پٹرول کو آگ لگ جاتی تھی

اور اس طرح ہیلی کاپٹر پھٹ کر تباہ ہو جاتا تھا۔ اس گن کا یہ
فائدہ تھا کہ ریز خاصی چوڑائی میں پھیل کر آگے بڑھتی تھیں۔
اس لئے اس کا نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
تھا۔ ورنہ عام گن سے تیز رفتار ہیلی کاپٹر کو ہٹ کرنا خاصا
مشکل ہو جاتا۔
ہیلی کاپٹر اب خاصا نزدیک آگیا تھا اور اس کی رفتار بھی
کم ہو گئی تھی کہ اچانک کارٹر نے ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے
لمحے گن کی نال سے نارنجی رنگ کا شعلہ سا نکلا۔ یہ شعلہ ریز کے
مرکز سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کو ایک
زوردار جھٹکا لگا اور وہ ہوا میں ہی پلٹا اور پھر منہ کے بل
سیدھا سمندر میں گرنے لگا۔
"وہ مارا" کارٹر نے مسرت بھرے انداز میں کہا اور پھر
اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر سمندر میں گرتا۔ اس کی دونوں سائیڈ
کی کھڑکیوں سے دو افراد سیٹوں سے بندھے ہوئے بندوق
سے نکلنے والی گولی کی طرح مخالف سمتوں میں نکلے اور پلک جھپکنے
میں سیٹوں سمیت سمندر کی تہہ میں غائب ہو گئے۔ اسی لمحے
ہیلی کاپٹر خوفناک دھماکے سے پھٹ گیا۔ اور اس سے نکلنے
والے شعلے سمندر کی سطح پر تیرنے لگے۔
"یہ ابھی باہر آئیں گے۔ ان پر فائر کھول دو۔"
کارٹر نے چیخ کر الفا رینج گن ایک طرف پھینکتے ہوئے
کہا اور پاس کھڑے ایک آدمی سے سٹین گن چھین لی۔ چند

لمحوں بعد دونوں سیٹلیں سطح پر ابھریں اور ہر لانچ سے ان پر فائر کھل گیا۔ لیکن سیٹلیں خالی تھیں۔ ان کے ساتھ بندھے ہوئے دونوں افراد ان کے ساتھ موجود نہ تھے۔ لانچیں ان پر فائر کرنے کے لئے ایک قطار کی صورت میں آگئی تھیں۔

" یہ سیٹوں سے آزاد ہو گئے ہیں لیکن زیادہ دیر سمندر میں نہیں رہ سکتے ——— ہر شخص ہوشیار رہے۔"

کارٹر نے چیخ کر کہا اور براؤن نے چیخ چیخ کر اسکے حکم کے مطابق ہدایات دینا شروع کر دیں۔

کارٹر اور براؤن سمیت لانچوں پر موجود سب لوگوں کی نظریں سمندر پر ہی جمی ہوئی تھیں لیکن وہ دونوں ہی آدمی سطح پر نہ آرہے تھے۔

" اوہ ——— وہ سانس روکے اندر موجود ہیں، چپے چپے پر فائرنگ کرو ——— ابھی ان کی لاشیں اوپر آجائیں گی۔"

کارٹر نے بمشکل چند لمحے انتظار کرنے کے بعد کہا اور تمام لانچوں سے سمندر پر بے پناہ فائرنگ شروع ہو گئی لیکن سطح سمندر پر کوئی لاش نہ ابھر رہی تھی۔

" اوہ ——— آدمی نیچے اتارو ——— آخر یہ لوگ کہاں گئے"

کارٹر نے ہذیانی انداز میں کہا۔

" میرے خیال میں شاید یہ نہر میں کسی جھاڑی میں پھنس گئے ہیں یا پھر کوئی بڑی مچھلی انہیں لے گئی ہے۔ ورنہ بغیر آکسیجن کے اتنی دیر کوئی سمندر کے اندر نہیں رہ سکتا" براؤن نے

سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" ممکن ہے ——— جلدی کرو، بہرحال معلوم تو ہونا چاہیئے"

کارٹر نے کہا اور براؤن نے اپنے آدمیوں کو سمندر میں اترنے کا حکم دیا اور مچھیرے سمندر میں کود گئے۔

چند لمحوں بعد وہ واپس ابھرے۔

" سمندر صاف ہے۔ وہاں کوئی آدمی یا لاشیں موجود نہیں ہے" ایک مچھیرے نے سر باہر نکالتے ہوئے چیخ کر کہا۔

" یہ کیسے ممکن ہے ——— کیسے ممکن ہے" براؤن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوہ براؤن۔ لانچ کو جزیرے کی طرف لے چلو ——— یہ مافوق الفطرت لوگ کہاں گئے ہیں ——— جلدی کرو۔ ہم سمندر کی نسبت وہاں زیادہ محفوظ ہوں گے۔"

کارٹر نے چیختے ہوئے کہا اور براؤن کے حکم پر صرف ان کی لانچ حرکت میں آئی اور تیزی سے جزیرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کارٹر بھاگ کر لانچ کے تمام اطراف کو چیک کر رہا تھا لیکن سمندر صاف تھا۔

کارٹر کا اپنا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر سمندر میں اتر کر یہ لوگ کہاں گئے اور کیسے گئے۔ بغیر آکسیجن کے وہ اتنی دیر بہرحال زندہ تو نہیں رہ سکتے۔ پھر آخر وہ کہاں گئے۔ ان کی لاشیں تو ملنی چاہئیں لیکن سمندر صاف تھا۔ جزیرے پر مسلح افراد کھڑے تھے۔ براؤن نے

پہلے لانچ سے اتر کران سے گفتگو کی اور پھر اس کی ہدایت پر نچلے
حصے سے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ کو بھی نکال کر جزیرے
پر پہنچا دیا گیا۔

کارٹر اور مارگریٹ بھی جزیرے پر پہنچ گئے۔ براؤن نے
دو آدمیوں کو اپنے ساتھ روک لیا اور باقیوں کو واپس جانے
کے متعلق ہدایات دینے لگا۔

اور پھر لانچ تیزی سے واپس چلی گئی۔

"آخر یہ دونوں افراد کہاں گئے۔" کارٹر ابھی تک اسی چکر
میں تھا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ـــــ ہمارے پاس غوطہ خوری کا
مکمل سامان موجود ہے۔ ہم انہیں تلاش کر لیں گے۔ چاہے وہ
کہیں بھی ہوں"۔

جزیرے پر موجود ایک لمبے تڑنگے سے آدمی نے کہا جس
کا تعارف براؤن نے اپنے کافرستانی ساتھی کے طور پر کرایا
تھا۔ اس کا نام گنیش تھا۔

"ضرور چیک کرو ـــــ انہیں زندہ یا مردہ ہر صورت میں
ملنا چاہیے ہر صورت میں"۔ کارٹر نے جواب دیا۔

"وہ مل جائیں گے۔ آپ بے فکر رہیں ـــــ انہیں ڈھونڈنا
اب میری ذمہ داری ہے۔"

گنیش نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ کر
جزیرے پر موجود اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ جبکہ کارٹر

اور مارگریٹ براؤن کے ساتھ چلتے ہوئے جزیرے پر بنے
ہوئے ایک بڑے کیبن میں آگئے۔

ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ کو پہلے ہی وہاں پہنچا دیا
گیا تھا۔ ان دونوں کے چہرے بری طرح لٹکے ہوئے تھے اور
انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ صدیوں سے بیمار چلے
آرہے ہوں۔

"یہ دونوں آخر کہاں غائب ہو گئے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے
یہ انسان ہی نہ ہوں"۔ مارگریٹ کے لہجے میں خوف کی جھلکیاں
نمایاں تھیں۔

"جہاں بھی ہوں۔ بہرحال اب ہم محفوظ ہیں۔ براؤن یہاں
لانگ رینج ٹرانسمیٹر تو لازماً ہوگا"۔ کارٹر نے جواب دیا۔

"یس سر ـــــ میں لے آتا ہوں"۔ براؤن نے کہا اور کیبن
کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم چیف باس کو کال کرنا چاہتے ہو"۔ مارگریٹ نے چونکتے
ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ کیوں"۔ کارٹر نے مارگریٹ کے لہجے پر چونکتے
ہوئے پوچھا۔

"اوہ ـــــ یہاں اجنبی افراد ہیں۔ ان کے سامنے"۔
مارگریٹ نے جھجک کر کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا۔ واقعی اجنبی
فراد کے سامنے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ وہاں تو خیر صرف

براؤن تھا اور وہ ریڈ ایجنسی سے متعلق ہے اور ویسے بھی
اب ضرورت نہیں رہی۔ میں خود وہاں پہنچ کر تفصیلی رپورٹ
دے دوں گا"۔
کارٹر نے فوراً سر ہلاتے ہوئے کہا۔
اسی لمحے براؤن ایک آدمی سمیت اندر داخل ہوا۔ اس
آدمی نے لانگ رینج ٹرانسمیٹر اٹھایا ہوا تھا۔
"میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ رہنے دو۔ تم بتاؤ، ان
دو آدمیوں کی لاشیں ملیں"۔
کارٹر نے کہا۔
"گنیش کو معلوم ہو گا ــــ میں ابھی ادھر گیا نہیں"۔
براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"آؤ ــــ میں خود دیکھتا ہوں ــــ مجھے ان دونوں کی طرف
سے پریشانی ہے اور جب تک ان کی لاشیں نہ مل جائیں،
مجھے اطمینان نہ ہو گا"۔
کارٹر نے کہا۔
"ٹھیک ہے ــــ آیئے۔" براؤن نے کہا۔
"مارگریٹ ــــ تم یہیں رہو، ان دونوں کا خیال رکھنا"۔
کارٹر نے مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔
"ان کی حالت بے حد خراب ہے۔ میرا خیال ہے ان کو
اب رسیوں سے آزاد کر کے کچھ کھلانا پلانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ
یہ راستے میں ہی مر جائیں"۔ مارگریٹ نے فرش پر اوندھے

منہ پڑے ہوئے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔
"اوہ ہاں ــــ اس بھاگ دوڑ میں مجھے خیال ہی نہیں آیا"۔
کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"ویسے بھی یہ اب کہیں نہیں جا سکتے۔ آپ انہیں رسیوں سے
آزاد کر دیں۔ میں ان کے کھانے پینے کے لئے کچھ بھجواتا ہوں"
براؤن نے کہا اور پھر وہ اور کارٹر دروازے کی طرف مڑ
گئے جبکہ مارگریٹ ڈاکٹر رشید اور رضیہ کی طرف بڑھ گئی۔
ٹرانسمیٹر لے کر آنے والا آدمی بھی براؤن اور کارٹر کے پیچھے
چلا گیا اور اب اس کیبن میں مارگریٹ اکیلی ڈاکٹر رشید اور اسکی
بیٹی رضیہ کے ساتھ رہ گئی۔

عمران اور صفدر سمندر کے اندر تیرتے ہوئے تیزی سے جزیرے کی اس سمت کو آئے جو کھاڑی سے عقبی سمت تھی۔ اس طرف کوئی آدمی یا لانچ موجود نہ تھی۔ اس لئے وہ دونوں ہی سمندر سے نکل کر چٹانوں پر چڑھ آئے۔

"اوپر جزیرے میں تو خاصے افراد ہوں گے"۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں لازمی بات ہے۔ لیکن مجھے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی کو بہر حال بچانا ہے۔ تم ایسا کرو کہ سائیڈ پہ چھپ کر اس طرف جاؤ جدھر عام لانچیں موجود ہیں۔ اور پھر سمندر میں اتر کر ایک لانچ کو پانی میں ہی دھکیلتے ہوئے خاموشی سے یہاں تک کر دو۔ میں اوپر جاتا ہوں"۔

عمران نے کہا اور پھر صفدر کے سر ہلانے پہ وہ تیزی سے

چٹانیں پھلانگتا ہوا جزیرے کے اوپر والی سطح پر چڑھتا چلا گیا۔

یہ جزیرہ درختوں سے پر تھا۔ عمران نے اوپر پہنچ کر پہلے تو ایک چٹان کی اوٹ لے کر ارد گرد کا جائزہ لیا لیکن اس طرف اسے کوئی آدمی نظر نہ آیا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے درختوں کی اوٹ لے لے کر آگے کی طرف دوڑنے لگا۔

اور پھر اسے تھوڑے ہی فاصلے پہ درختوں کے درمیان بنا ہوا ایک بڑا سا چوبی کیبن نظر آ گیا۔ عمران اس کیبن کی عقبی سمت میں تھا۔ کیبن نظر آتے ہی وہ قدرے محتاط ہو گیا۔ لیکن کیبن تک پہنچنے کے باوجود اسے اس طرف کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ کیبن کا ایک بڑا سا روشندان عقبی سمت میں تھا جس میں سے تیز روشنی چھن چھن کر باہر آتی دکھائی دے رہی تھی۔

اس روشندان کی بلندی کافی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخت ایسا تھا جس کی شاخ بالکل اس روشندان کے نیچے سے گزر رہی تھی۔

عمران بندر کی سی تیزی سے اس درخت پہ چڑھ گیا اور پھر جب اس نے کھلے روشندان سے اندر جھانکا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

اندر ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی نہ صرف موجود تھی بلکہ وہ دونوں برگر نما کوئی چیز کھا رہے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک غیر ملکی عورت کھڑی تھی۔ باقی کیبن خالی تھا۔

عمران اس عورت کو دیکھتے ہی پہچان گیا۔ یہ مارگریٹ تھی۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا پسٹل نکالا۔ یہ ناک ڈاؤن پسٹل کہلاتا تھا۔ عرف عام میں اسے این ڈی سمجھتے تھے۔ اس میں بے ہوش کر دینے والی گیس بھری جاتی تھی۔

عمران نے یہ پسٹل ہیلی کاپٹر کے گلو باکس سے نکالا تھا۔ یہ پسٹل ویسے تو بڑی بڑی مچھلیوں کو بے ہوش کر دینے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے کوسٹ گارڈز کو دیا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ واٹر پروف تھا اور اس کی مدد سے سمندر کے اندر کسی بھی خوفناک مچھلی کو عارضی طور پر بے ہوش کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ پانی کے اندر عام اسلحہ استعمال نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے کوسٹ گارڈز کو سمندر کے اندر ہنگامی صورت حال میں اپنے بچاؤ کے لئے یہ این ڈی پسٹل دیئے جاتے تھے۔

عمران نے این ڈی پسٹل کی نال روشندان سے لگائی اور ٹریگر دبا دیا۔ پسٹل کی نال سے نیلے رنگ کا شعلہ نکلا اور اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی مارگریٹ یکلخت اس طرح گری، جیسے اس کی ٹانگوں نے اس کے جسم کا وزن اٹھانے سے انکار کر دیا ہو۔

مارگریٹ کو اس طرح گرتے دیکھ کر ڈاکٹر رشید اور رضیہ بری طرح چونک پڑے۔

" ڈاکٹر رشید ——— میں علی عمران بول رہا ہوں۔ جلدی سے دروازے سے باہر نکل کر کیبن کی عقبی سمت میں آ جائیں

جلدی کریں" عمران نے روشندان کے ساتھ منہ لگا کر تیز لہجے میں کہا۔ اور ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی نے چونک کر روشندان کی طرف دیکھا۔

" دیر نہ کرو۔ کوئی آ جائے گا ——— جلدی پلیز" عمران نے دوبارہ تیز لہجے میں کہا۔ اور ڈاکٹر رشید نے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران نے بھی درخت کی شاخ سے نیچے ایک جھاڑی میں چھلانگ لگا دی۔ تاکہ اس کے گرنے کا دھماکہ نہ سنائی دے اور پھر وہ کیبن کی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد ڈاکٹر رشید اپنی بیٹی رضیہ کا ہاتھ پکڑے سائیڈ سے نکل کر عقب کی طرف آتے دکھائی دیئے اور عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔

" اوہ ——— تم ..... مگر تم ..... " ڈاکٹر رشید نے عمران کو دیکھ کر یکلخت ٹھٹکتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر شدید خوف کے آثار ابھر آئے تھے اور عمران سمجھ گیا کہ وہ اس کے میک اپ کی وجہ سے ٹھٹکے ہیں۔

" میں میک اپ میں ہوں ——— جلدی کریں ادھر دوڑیں ورنہ ابھی جزیرے پر قیامت ٹوٹ پڑے گی" عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ درختوں کے درمیان اس سمت میں دوڑنے لگا۔ جدھر سے آیا تھا۔ ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی بھی

ہمراہ تھی۔ جب عمران ان دونوں کو لئے ہوئے اس جگہ پہنچا جہاں سے وہ صفدر سے علیحدہ ہو کر چلا تھا تو اس نے وہاں ایک لانچ کو موجود پایا البتہ صفدر نظر نہ آیا۔

لیکن ان کے قریب پہنچتے ہی صفدر بھی ایک چٹان کی اوٹ سے نکل آیا۔

"لانچ میں بیٹھو۔" عمران نے ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی سے کہا اور وہ دونوں لانچ پر سوار ہو گئے۔

"صفدر تم ان دونوں کو لے کر عقبی سمت میں جس قدر دور جا سکتے ہو چلے جاؤ۔ اس طرف کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ میں اب کارٹر اور براؤن کا پتہ کرتا ہوں۔" عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر عمران صاحب ——— آپ اکیلے۔" صفدر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"جلدی کرو ——— ورنہ اگر وہ لوگ آ گئے تو یہ مارے جائیں گے۔ اور ہمیں انہیں لازماً بچانا ہے۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

اور صفدر سر ہلاتا ہوا لانچ پر چڑھا اور دوسرے لمحے اس نے انجن سٹارٹ کر دیا۔ نئے انجن والی جدید لانچ کے انجن نے سٹارٹ ہوتے وقت زیادہ شور نہ مچایا اور دوسرے لمحے لانچ تیزی سے عقبی طرف کافرستانی حدود میں آگے بڑھتی گئی۔

عمران جلدی سے ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ وہ اس

وقت تک لانچ کو دیکھتا رہا۔ جب تک لانچ کافی دور نہ نکل گئی۔ اس کے بعد وہ اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کر واپس جانے ہی لگا تھا۔ کہ اسے اوپر جزیرے کی طرف سے یکلخت شور و غل اور لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں یہ آوازیں بالکل قریب سے آتی سنائی دے رہی تھیں۔ اس لئے عمران سمجھ گیا کہ ڈاکٹر رشید کی گمشدگی کو چیک کر لیا گیا ہے۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے دو آگے کو ابھری ہوئی چٹانوں کے درمیان بن جانے والی قدرتی گہرائی میں دبک گیا۔ یہ واقعی محفوظ ترین جگہ تھی۔ یہاں اسے سوائے سامنے کے کسی طرف سے بھی چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔

چند لمحے بعد اسے سر پر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دو افراد چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے تیزی سے نیچے آ رہے ہوں شاید وہ چٹانوں پر موجود پانی کے اس بڑے دھبے کو دیکھ کر چونکے تھے۔

عمران ان کے پیروں کی دھمک بخوبی سن رہا تھا۔ اور اسے ان کے اترنے کی جگہ بھی معلوم ہو گئی تھی۔ ان میں سے ایک آدمی تو بالکل اس کے سامنے اتر رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ذرا سائیڈ پہ تھا۔

دوسرے لمحے وہی ہوا۔ ایک آدمی چھلانگ لگا کر عین عمران کے سامنے اترا۔ لیکن اس کی پشت عمران کی طرف تھی

جبکہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن عمران کو صاف نظر آرہی تھی۔

عمران نے یکلخت ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے اس نے اس آدمی کے ہاتھ سے نہ صرف مشین گن اچک لی بلکہ اچھل کر وہ آگے کی طرف ہوا اور وہ آدمی جو مشین گن کے جھٹکے کی وجہ سے مڑ گیا تھا یکلخت دھکا کھا کر چیختا ہوا پشت کے بل نچلی چٹان پر گرا اور پھر قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے سمندر میں جا گرا۔ دوسرا آدمی عمران کی توقع کے عین مطابق اپنے ساتھی کو گرتے دیکھ کر تیزی سے اس طرف پلٹا اور اس بار عمران نے زور سے لات اس کی پسلیوں پر ماری اور وہ بھی پہلے کی طرح چیختا ہوا اور قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے سمندر میں جا گرا۔

عمران تیزی سے باہر آیا۔ اس نے مشین گن سیدھی کی اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی سمندر میں گر کر دوبارہ چٹانوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے دونوں افراد مردہ چھپکلیوں کی طرح پشت کے بل سمندر میں جا گرے اور عمران ہاتھ میں مشین گن پکڑے بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھا جدھر وہ کھاڑی تھی جہاں بڑی لانچ آکر رکی تھی۔

اس نے جان بوجھ کر فائر کھولا تھا۔ کیونکہ ایک ——— تو نیچے گرنے والے افراد اس کی نشاندہی کر سکتے تھے اور دوسرا

اس طرح وہ جزیرے پر موجود افراد کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ سب لوگ اس طرف رش کر لیں اور وہ اطمینان سے کھاڑی کے اوپر سے جزیرے کی طرف چڑھ کر کوئی مناسب جگہ تلاش کر سکے۔

چٹانوں کے درمیان وہ تیزی سے دوڑتا ہوا کھاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ اب وہاں کوئی آدمی نظر نہ آرہا تھا۔ عمران چٹانیں پھلانگتا ہوا اوپر جزیرے پر آگیا۔

آدمیوں کا شور اب اسے اسی جگہ سنائی دے رہا تھا۔ جدھر اس نے فائرنگ کی تھی۔ چونکہ یہ سب کچھ اس کی سکیم کے مطابق ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ مشین گن اٹھائے تیزی سے درختوں کی اوٹ لے کر بھاگتا ہوا اس کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ اس سمت کے بالکل خلاف سمت تھی جس سے وہ پہلے گیا تھا۔

راستے میں اسے کوئی آدمی نظر نہ آیا اور پھر وہ کیبن کے قریب پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے وہ کیبن کی عقبی سمت میں آیا اور اس پہلے والے درخت پر چڑھ کر چھت پر اتر گیا۔ اب زمین پر موجود افراد کی نظروں سے محفوظ تھا۔ چھت پر سے کھسکتا ہوا وہ آگے کی طرف بڑھا اور پھر کیبن کے کنارے پر آکر رک گیا۔ اسے معلوم تھا کہ بھاگم دوڑ کے بعد ہر شخص ادھر ہی لوٹے گا۔ اس لئے وہ مطمئن انداز میں پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کی تیز نظریں تینوں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور انگلی مشین گن کے

ڑیگہ پر تھی۔

"آخر یہ لوگ جا کہاں سکتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہمارے سامنے سمندر میں اترے ہوں اور پھر نہ ان کی لاشیں ملیں اور اور نہ وہ خود۔" کارٹر نے بری طرح پیر پٹختے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت براؤن اور گنیش کے ساتھ کھاڑی والی جگہ پر کھڑا تھا اور سمندر میں کودنے والے غوطہ خور واپس آچکے تھے اور یہ انہی کی رپورٹ تھی کہ سمندر کے اندر کچھ نہیں ہے۔

"ہو سکتا ہے وہ پانی کے اندر تیرتے ہوئے دور چلے گئے ہوں اور پھر ان کی لاشیں لہریں مخالف سمت میں بہا کر لے گئی ہوں۔ بہر حال ان کا زندہ بچ نکلنا تو ممکن ہی نہیں ہے اور کھلے سمندر میں غوطہ خور بھی مکمل لباس کے ساتھ دور تک نہیں جا سکتے۔" گنیش نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

وہ نیلے رنگ کی لانچ واپس اپنے بیڑے کے پاس پہنچ کر بیڑے کے ہمراہ پاکیشیا کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور اب سمندر صاف تھا اور دور تک کوئی لانچ یا کشتی نظر نہیں آ

رہی تھی۔

"اگر وہ کسی لانچ پر سوار ہونے کی کوشش کرتے، تب بھی ہمیں اطلاع مل جاتی۔" براؤن نے کہا۔

"ویسے یہ میری زندگی کا انوکھا ترین واقعہ ہے اور شاید ناقابلِ یقین ترین۔" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اب واپس چلیں۔" گنیش نے کہا۔

"ہاں ——— لیکن تمہارے آدمی یہاں ہر طرف خیال رکھیں گے۔ اور براؤن وہ ٹرالر کب آئے گا؟"

کارٹر نے کہا اور ساتھ کھڑے براؤن کی طرف مڑ گیا۔

"وہ آدھی رات کے وقت آئے گا تاکہ یہاں کے کوسٹ گارڈز کی نظروں سے بچ سکے۔ ویسے آپ بے فکر رہیں۔ یہاں پہنچ کر اب آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔"

براؤن کی بجائے گنیش نے جواب دیا۔

"اسی لمحے جزیرے کی اندرونی طرف سے کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی اور وہ سب بری طرح چونک پڑے۔

"بب ——— بب ——— باس ——— کیبن میں مس صاحبہ بے ہوش پڑی ہیں اور وہ دونوں بندھے ہوئے آدمی غائب ہیں۔" اس آدمی نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے گنیش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کک ——— کک ——— کیا کہہ رہے ہو۔" گنیش کے ساتھ ساتھ کارٹر اور براؤن بھی بیک آواز بولے۔

"ان صاحب کے ساتھ جو مس صاحبہ آئی تھیں وہ بیہوش پڑی ہیں اور وہ دو افراد مرد اور عورت جن کے لئے کھانا لیجایا گیا تھا وہ غائب ہیں ——— میں ابھی خالی برتن لینے کے لئے کیبن میں گیا تو میں نے دیکھا۔"

اطلاع دینے والے نے کہا۔

"اوہ ——— اوہ ——— یہ سب کیا ہو رہا ہے" کارٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے کیبن کی طرف دوڑ لگا دی۔ باقی افراد بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگے۔

کیبن میں مارگریٹ واقعی بے ہوش پڑی تھی۔ کھانے کے برتن بھی موجود تھے۔ لیکن ڈاکٹر رشید اور اس کی بیٹی رضیہ غائب تھے۔

"انہیں تلاش کرو ——— یہ شاید مارگریٹ کو بے ہوش کر کے بھاگ نکلے ہیں" کارٹر نے چیخ کر کہا۔ اور گنیش نے اپنے آدمیوں کو ان کو تلاش کرنے کے احکامات چیخ چیخ کر دینے شروع کر دیئے۔ اور جزیرے پر موجود ہر شخص تیزی سے بھاگ پڑا۔

"اسے کسی گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر رشید کی بجائے کسی دوسرے آدمی نے اسے بے ہوش کیا ہے۔" کارٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میں نے دیکھ لیا ہے جناب ——— اسے کوسٹ گارڈز

کے مخصوص پسٹل این ڈی سے بے ہوش کیا گیا ہے ویسے اس کا اثر وقتی ہوتا ہے۔ یہ ابھی خود بخود ہوش میں آجائے گی۔" براؤن نے جھک کر مارگریٹ کی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"این ڈی پسٹل ——— تو اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ سمندر میں غرق نہیں ہوئے بلکہ اس جزیرے پر پہنچ گئے ہیں۔ لیکن کیسے؟"

کارٹر نے اچھلتے ہوئے کہا۔ حیرت کی شدت سے اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا۔

"مجھے خود حیرت ہے جناب ——— یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق" براؤن نے جواب دیا۔ اس بار اس کے لہجے میں خوف کی جھلکیاں موجود تھیں۔

اسی لمحے دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔

"اوہ ——— وہ پکڑے گئے" براؤن نے اچھلتے ہوئے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔

"میں اب انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کسی بھی حالت میں"۔ کارٹر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور خود تیزی سے باہر کی طرف لپک گیا۔

مارگریٹ کے متعلق اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ محفوظ ہے اور ابھی ہوش میں آجائے گی۔ اس لئے اس کی بجائے اس نے ان لوگوں کو خود اپنے سامنے ختم کرانے کا سوچا تھا اسلئے

وہ بھی براؤن کے پیچھے بھاگ پڑا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ وہاں جا کر کسی آدمی کو مارگریٹ کی خبر گیری کے لئے بھیج دے گا۔

جس طرف فائرنگ ہو رہی تھی وہ جب بھاگتا ہوا اس طرف پہنچا تو براؤن، گنیش سمیت سب افراد جن کی تعداد آٹھ کے قریب تھی، نیچے چٹانوں پر اتر رہے ہوئے تھے۔ کارٹر بھی چٹانیں پھلانگتا ہوا نیچے اترا تو اسے سامنے سمندر میں تیرتی ہوئی دو لاشیں دکھائی دیں۔

"پورا جزیرہ چھان مارو ——— ایک ایک درخت چھان مارو میں اپنے آدمیوں کا انتقام لوں گا۔" گنیش بری طرح دھاڑ رہا تھا اور اس کے آدمی سر ہلاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ——— آخر یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے۔" کارٹر نے کہا۔

"میرے خیال میں ہمیں کیبن میں ہی رہنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مارگریٹ کو لے اڑیں۔ گنیش کے آدمی بہرحال انہیں ڈھونڈ ہی لیں گے۔ یہ آخر بچ کر کہاں جا سکتے ہیں" براؤن نے کہا۔

"بب ——— بب ——— باس۔ باس ایک لانچ غائب ہے۔" اچانک دور سے دوڑ کر آتے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔

"لانچ غائب ہے ——— کہاں گئی ——— کیسے گئی۔" گنیش نے اچھلتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ اس طرف کو دوڑ پڑا۔ جدھر لانچیں موجود تھیں۔

"اوہ ——— اس کا مطلب ہے وہ لانچ میں بیٹھ کر نکل گئے لیکن کس طرف ——— یہاں تو دور دور تک کوئی لانچ نہ پہلے نظر آئی ہے اور نہ اب نظر آ رہی ہے" براؤن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پلیز براؤن ——— فوراً اس جزیرے سے نکل چلو۔ ہم لانچ میں جا سکتے ہیں۔ یہ جزیرہ تو آسیب زدہ ہے۔" کارٹر اب واقعی بری طرح بوکھلا چکا تھا۔

"صاحب وہ ڈاکٹر اور اس کی بیٹی تو مل جائیں۔" براؤن نے جواب دیا۔

"وہ یقیناً نکل گئے ہوں گے اور میرا خیال ہے وہ یقیناً عقبی سمت سے نکلے ہوں گے۔ اس لئے ہمیں لانچ کی آواز سنائی نہیں دی۔" کارٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— واقعی لیکن وہ کہاں جا سکتے ہیں سر۔ ہم انہیں بہرحال پکڑ لیں گے۔" براؤن نے کہا۔ وہ بھی اب حیرت کے جھٹکوں سے نکل آیا تھا۔

گنیش چونکہ اپنے آدمیوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اس لئے وہ واپس کیبن کی طرف بڑھنے لگے لیکن ابھی وہ چٹانوں کو ہی پھلانگ رہے تھے کہ اوپر جزیرے سے مشین گنوں کی ریٹ ریٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ اور اس بار ایسا محسوس ہو

رہا تھا جیسے دو پارٹیاں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔

"اوہ ——— مسلح مقابلہ ہو رہا ہے" کارٹر نے کہا اور وہیں رک گیا۔

"کافی دیر تک فائرنگ کی آوازیں آتی رہیں پھر یکلخت خاموشی طاری ہو گئی۔

"وہ یقیناً ڈھیر کر لئے گئے ہوں گے" براؤن نے کہا اور کارٹر سر ہلاتا ہوا دوبارہ اوپر چڑھنے لگا۔

اس بار ان کے قدموں میں بے حد تیزی آگئی تھی اور پھر وہ ایک چٹان سے کود کر جزیرے پر چڑھے تو وہاں بالکل خاموشی تھی یوں لگتا تھا جیسے جزیرے پر کوئی آدمی موجود نہ ہو"

"یہ لوگ کہاں گئے ——— فائرنگ تو ادھر کیبن کی طرف ہو رہی تھی" کارٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیبن کی طرف دوڑنے لگا۔

اور پھر کیبن کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے ——— کیونکہ کیبن کی سائیڈوں اور سامنے گنیش سمیت اس کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

"اوہ ——— کارٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا کیبن کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن کیبن میں صرف مارگریٹ ایک کونے میں سہمی کھڑی تھی اور کوئی آدمی نہ تھا۔

"کارٹر ——— کارٹر ——— یہ کیا ہو رہا ہے" کارٹر کو

دیکھتے ہی مارگریٹ چیختی ہوئی دوڑی اور آکر کارٹر سے لپٹ گئی۔

اسی لمحے براؤن بھی اندر آگیا گنیش کے آدمیوں کے ساتھ اس کے دو آدمیوں کی لاشیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ اب براؤن کا چہرہ بھی خوف سے زرد پڑا ہوا تھا۔

اسی لمحے اچانک دھپ کی آواز سنائی دی اور وہ تینوں تیزی سے مڑے اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔ ان کے سامنے کارٹر ——— مشین گن ہاتھ میں لیے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"میں چاہتا تو تمہیں بھی مشین گن سے بھون ڈالتا لیکن..."

آنے والے نے جو دراصل عمران تھا، بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا، اچانک جیسے بجلی چمکتی ہے۔ اسی طرح کارٹر نے ریوالور والا ہاتھ سیدھا کیا اور زوردار دھماکے سے عمران بری طرح اچھل کر پشت کے بل کیبن کے دروازے میں ہی گر کر تڑپنے لگا۔

"ہا۔ ہا ——— آخر کار میں نے تمہیں مار ہی دیا" کارٹر نے ہذیانی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کی انگلی دوسری بار ٹریگر دبانے کیلئے حرکت میں آگئی۔ وہ شاید پوری گولیاں عمران پر خالی کرنا چاہتا تھا۔

عمران نے کیبن کی چھت پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک اسے ایک خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اکٹھے کیبن کی طرف نہ آئیں۔ وہ لازماً جزیرے میں پھیل کر انہیں تلاش کر رہے ہوں گے اور ایک بار فائر کرنے سے اس کی پوزیشن سامنے آ جائے گی۔ اور وہ آسانی سے گھیرا جا سکے گا۔

اس لئے وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور دوڑتا ہوا درخت پر دوبارہ چڑھا اور پھر اسی درخت سے اتر کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا شمالی سمت ایک درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ یہ درخت ایسی جگہ پر تھا جہاں سے وہ چاروں طرف مار بھی کر سکتا تھا اور ساتھ جڑے ہوئے دوسرے درختوں کے ذریعے جگہیں بھی آسانی سے بدل سکتا تھا۔

ابھی وہ درخت پر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے تین افراد

کو دوڑ کر ایک طرف سے آتے ہوئے دیکھا تو اس نے ٹریگر دبا دیا۔ اور وہ تینوں ہی چیختے ہوئے زمین چاٹنے لگے۔

عمران نے فائر کر کے تیزی سے چھلانگ لگائی اور اس درخت کی نچلی شاخ پر آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ فائرنگ کی آوازیں سن کر سب ادھر آئیں گے۔ اور وہی ہوا۔ اس بار اس نے دوسری سمت سے چار مسلح افراد کو دوڑ کر آتے دیکھا۔

عمران نے ایک بار پھر فائر کھول دیا۔ اور وہ چاروں بھی چیختے ہوئے نیچے جا گرے لیکن دوسرے لمحے عمران کا جسم بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ میں لپکا اور مشین گن کا پورا برسٹ اس کے جسم کو تقریباً چھوتا ہوا نکل گیا۔

اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ لازماً مارا جاتا۔ عمران نے وائیں طرف شعلہ دیکھ کر ہی جسم کو جھکایا تھا اور اس کے ساتھ ہی عمران اسی طرح گھوم کر نیچے آ گیا۔ اب وہ درخت کی شاخ پر الٹا پیروں کے بل لٹکا ہوا تھا۔ دونوں پیروں سے اس نے شاخ کے گرد قینچی ڈالی ہوئی تھی۔ اپنی جگہ سے گھومنے کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی جیسے وہ ہٹ ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس وقت وہ انتہائی خطرناک پوزیشن میں تھی۔ اگر وہ نیچے گرتا تب بھی ہٹ ہو جاتا اور دوسری طرف چھلانگنے کی صورت میں بھی ہٹ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے آخری چارہ کار کے طور پر یہی ترکیب استعمال کی۔ اس کے اس طرح چیخنے اور نیچے الٹا لٹکنے کی وجہ سے درخت کے

پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور وہ آدمی ڈاج کھا گیا۔ وہ فاتحانہ انداز میں چیختا ہوا اپنی جگہ سے نکلا اور دوڑتا ہوا اس طرف کو آنے لگا۔

اسی لمحے عمران نے الٹے لٹکے فائر کھول دیا۔ اور اس آدمی کی فاتحانہ چیخیں آخری چیخوں میں بدل گئیں۔

وہ سامنے آجانے کی وجہ سے آسانی سے ہٹ ہو گیا تھا۔ اور عمران نے پیر چھوڑے اور قلابازی کھا کر ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ لیکن اب کسی طرف سے فائر نہ ہو رہا تھا۔ سامنے آٹھ افراد کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں۔

عمران سمجھ گیا کہ جزیرے پر براؤن اور کارٹر کے علاوہ یقیناً اتنے ہی افراد ہوں گے۔ کارٹر اور براؤن اسے نظر نہ آئے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ کارٹر سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اس لئے وہ اسے لازماً ٹریس کرے گا۔ اس لئے اب محفوظ ترین جگہ کیبن کی چھت ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس درخت کی طرف گیا۔ جس پر چڑھ کر وہ پہلے بھی کیبن کی چھت پر چڑھا تھا۔

لیکن درخت کے قریب پہنچتے ہی وہ یکلخت ایک خیال کے تحت رک گیا تھا۔ کیونکہ اب یقیناً مارگریٹ اندر ہوش میں آ چکی ہو گی اور چھت پر کودنے کی وجہ سے وہ اس کی چھت پر موجودگی سے واقف ہو جائے گی۔ اس لئے عمران کے لئے خطرہ پیدا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے چھت پر چڑھنے کا ارادہ

ملتوی کرتے ہوئے ایک اور درخت کی طرف بڑھ گیا۔ اس درخت کی ایک شاخ کیبن کے سامنے والے حصے کی طرف قدرے نکلی ہوئی تھی۔ دوسرے لمحے وہ کسی بندر کی طرح اس درخت پر چڑھ کر شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے کارٹر اور براؤن دونوں کو ایک سمت سے نکل کر کیبن کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں جس انداز میں آرہے تھے اس صورت میں عمران چاہتا تو آسانی سے دونوں کو ہٹ کر سکتا تھا لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے کارٹر اور براؤن دونوں کو زندہ واپس اپنے ملک واپس لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کارٹر دوڑ کر کیبن میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے براؤن بھی اندر داخل ہوا۔ تو عمران نے شاخ سے نیچے چھلانگ لگا دی دوسرے لمحے وہ مشین گن سنبھالے دروازے میں ان کے سامنے موجود تھا۔ اندر مارگریٹ کارٹر سے چپکی کھڑی تھی اور براؤن خوف زدہ انداز میں سمٹا کھڑا تھا۔

عمران کو دروازے پر دیکھتے ہی تینوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"میں چاہتا تو تمہیں بھی مشین گن سے بھون ڈالتا لیکن"...

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ کارٹر کا وہ ہاتھ جو مارگریٹ کے عقب میں تھا پلک جھپکنے میں سیدھا ہوا اور دوسرے لمحے عمران کو سینے پر ایک

زوردار جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر پشت کے بل فرش پر گرا اس
کا سانس یکلخت سینے میں اس طرح رک گیا جیسے کسی نے اس کا
گلا بند کر دیا ہو۔ اور سانس کو باہر نکالنے کی کوشش میں بری
طرح تڑپنے لگا۔ لیکن سانس باہر آنے کی بجائے اس کے
دماغ پر یکلخت اندھیروں نے یلغار کر دی۔

آخری منظر جو اس کی آنکھوں میں منجمد ہو گیا۔ وہ سامنے کھڑے
کارٹر کے ہاتھ میں موجود ریوالور کے ٹریگر پر حرکت کرتی ہوئی
انگلی تھی۔ جس کے ساتھ اس کا ہذیانی انداز میں نکلا ہوا فاتحانہ
قہقہہ بھی تھا۔

صفدر لانچ کو تیز رفتاری سے چلاتا ہوا کھلے سمندر میں
آگے کی طرف بڑھا جا رہا تھا اور دور تک سمندر میں کوئی ایسی
چیز نظر نہ آ رہی تھی۔ جہاں وہ پناہ لے سکتا۔ اسے دراصل
کسی جزیرے کی تلاش تھی لیکن وہاں ہر طرف پانی ہی پانی تھا

"وہ علی عمران اکیلا وہاں مارا جائے گا۔" اچانک ڈاکٹر
رشید نے کہا۔

"وہ آپ کی جان بچانا چاہتا ہے ——— آپ لانچ چلانا
جانتے ہیں؟"

اچانک صفدر نے بات کرتے کرتے کسی خیال کے تحت
پوچھا۔

"میں جانتی ہوں ——— میں نے باقاعدہ اس کی ٹریننگ
لی ہوئی ہے۔" ڈاکٹر رشید کے ساتھ بیٹھی ہوئی رضیہ نے

یکلخت چونک کر کہا۔

" اوہ ـــــ اگر ایسا ہے تو میں واپس جزیرے پر جاتا ہوں۔ عمران صاحب وہاں اکیلے ہیں اور وہ لوگ کافی تعداد میں ہیں۔ میں جزیرے کے قریب سمندر میں اتر جاؤں گا تاکہ تیرتا ہوا جزیرے تک پہنچ جاؤں۔ آپ لانچ چلا کر واپس کھلے سمندر میں چلی جائیں۔"

صفدر نے لانچ کا رخ تیزی سے واپس جزیرے کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ـــــ لیکن ہم کب تک سمندر میں اس طرح گھومتے رہیں گے۔" رضیہ نے کہا۔

"میں جزیرے کے سب سے اونچے درخت پر چڑھ کر اپنی یہ قمیض اتار کر لہراؤں گا تو آپ سمجھ جائیں کہ ہم نے ان لوگوں پر قابو پا لیا ہے۔ پھر آپ لانچ لے کر واپس جزیرے پر آ جائیں۔ ورنہ نہیں اور اگر ہم مارے جائیں تو بیشک آپ لانچ لے کر سیدھے نکل جائیں۔ یہ کافرستانی حدود ہے۔ کوئی نہ کوئی کوسٹ گارڈ لانچ آپ کو چیک کر لے گی اور پھر اعلیٰ حکام کی مدد سے آپ واپس پاکیشیا پہنچ سکتے ہیں۔ آپ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک انتظار کیجئے گا۔"

صفدر نے واپس جزیرے کی طرف پوری رفتار سے لانچ کو لے جاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے" ـــــ ڈاکٹر رشید اور رضیہ نے سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

جزیرہ اب نظر آنے لگ گیا تھا۔ لانچ چونکہ خاصی تیز رفتاری سے جزیرے کی طرف بڑھی جا رہی تھی اس لئے جزیرہ لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتا جا رہا تھا۔

جب لانچ جزیرے کے کافی قریب آ گئی تو انہیں دور سے جزیرے پر ہونے والی مشین گن فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دو پارٹیاں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔

صفدر سمجھ گیا کہ اکیلا عمران جزیرے پر موجود افراد سے برسرپیکار ہے۔ اس نے رفتار انتہائی ممکن حد تک بڑھا دی۔ اور لانچ اب پانی کی سطح پر پھسلنے کی بجائے اپنی بے پناہ تیز رفتاری کی وجہ سے ایسے محسوس ہو رہی تھی جیسے پانی پر پھسلنے کی بجائے ہوا میں اڑ رہی ہو۔

فائرنگ کی آوازیں سننے کے بعد صفدر نے سمندر میں کود کر اور پھر تیر کر جزیرے پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ لانچ کو اسی رفتار سے اڑاتا ہوا جزیرے کے بالکل قریب پہنچا اور پھر اس نے رفتار آہستہ کر دی اور رضیہ کو سٹیئرنگ سنبھالنے کا اشارہ کر دیا۔

رضیہ نے اٹھ کر سٹیئرنگ سنبھالا تو لانچ جزیرے کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ رضیہ نے بڑی مہارت سے لانچ کا رخ موڑا اور پھر لانچ جزیرے کی سائیڈ سے ہو کر جزیرے سے

کی چٹانوں کے قریب سے گزرنے لگی ۔ اور اگر رضیہ ایک
لمحہ اور سٹیئرنگ نہ موڑتی تو شاید لانچ خوفناک دھماکے سے
براہِ راست چٹانوں سے جا ٹکراتی ۔

جیسے ہی رضیہ نے لانچ کا رُخ موڑا ، صفدر نے ایک
چٹان پر چھلانگ لگا دی ۔ اور پھر جیسے ہی اس کے پیر چٹان سے
ٹکرائے اس نے جسم کو زور سے ہائی جمپ کے انداز میں
اوپر کو اچھالا اور پھر قلابازی کھا کر وہ اس سے بھی اوپر والی
چٹان پر کھڑا ہو گیا ۔

لانچ اب چکر کاٹ کر واپس سمندر کی طرف دوڑی جا رہی
تھی ۔ صفدر نے ایک لمحے کے لئے لانچ کو واپس جاتے دیکھا
اور دوسرے لمحے وہ چٹانیں پھلانگتا ہوا اوپر جزیرے پر
چڑھتا چلا گیا ۔ اب فائرنگ کی آوازیں بند ہو گئی تھیں اور
جزیرے پر گہرا سکوت طاری تھا ۔ موت کا سا سرد سکوت ۔

صفدر چند ہی لمحوں میں جزیرے پر پہنچ گیا ۔ اور اس کے
ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کے اوپر
چڑھا ہوا واٹر پروف تھیلا اتار کر پھینک دیا ۔ صفدر نے یہ
انتظام وہیں تباہ ہونے والے جزیرے پر ہی کر لیا تھا جب
عمران نے اسے ربڑ کی کشتی کو ہوا بھر کر تیار کرنے کے لئے
کہا تھا ۔ اور خود وہ کیبن میں بم لگانے گیا تھا ۔ ریوالور تب
سے ویسے ہی اس کی جیب میں پڑا ہوا تھا اور اسے نکالنے
کی مہلت ہی نہ ملی تھی ۔

ریوالور ہاتھ میں لئے وہ دوڑتا ہوا ۔۔۔ آگے بڑھتا گیا ۔
اور پھر اسے دور سے درختوں میں گھرا ہوا کیبن نظر آیا ۔ صفدر
اس کیبن کے عقب کی طرف سے آ رہا تھا ۔ اس لئے کیبن
کے عقبی روشندان سے نکلنے والی روشنی اسے نظر آ رہی تھی
وہ کیبن کی طرف بھاگنے لگا ۔ ایک لمحے کے لئے اسے
خیال آیا کہ وہ کیبن کے سامنے کے رخ کی طرف جائے لیکن
چونکہ اسے جزیرے کی پوزیشن کا علم نہ تھا ۔ اس لئے اس نے
فوراً ہی سامنے کے رُخ جانے کا ارادہ بدل دیا ۔ اور دبے
پاؤں اس درخت کی طرف بڑھا جس کی شاخ روشندان کے
نیچے سے گزر رہی تھی ۔ ابھی وہ درخت پر چڑھ ہی رہا تھا کہ
اسے کیبن کے دوسری سمت ایک دھماکے کی آواز سنائی
دی جیسے کوئی بلندی سے نیچے کودا ہو ۔

وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گیا ۔ اسی لمحے گہرے سکوت میں
اسے کیبن کے روشندان سے آتی ہوئی عمران کی آواز سنائی
دی ۔ اور صفدر کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ ابھری
لیکن اس سے پہلے کہ وہ روشندان تک پہنچتا اسے کیبن
کے اندر سے ریوالور کا دھماکہ سنائی دیا ۔ اور پھر کسی کے گرنے
کی آواز آئی اور ساتھ ہی اس نے ہذیانی انداز میں مارا ہوا
قہقہہ اور اجنبی آواز سنی ۔

" ہا ہا ۔۔۔ آخر کار میں نے تمہیں مار ہی دیا " کوئی قہقہہ
لگا کر کہہ رہا تھا ۔ اور صفدر نے ادھ کھلے روشندان سے آنکھ

لگائی تو وہ اس بُری طرح چونکا کہ شاخ سے گرتے گرتے بچا۔ سامنے کیبن کے دروازے میں عمران زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اور صفدر کی طرف پشت کئے کھڑا ایک غیر ملکی ریوالور والا ہاتھ زمین پر تڑپتے ہوئے عمران کی طرف سیدھا کئے ہوئے تھا۔

صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے ریوالور کی نال سیدھی کی اور ٹریگر دبا دیا۔

ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہ غیر ملکی اچھل کر منہ کے بل فرش پر گرا۔ کیبن میں موجود غیر ملکی عورت اور مقامی آدمی اس غیر ملکی کو گرتے دیکھ کر چیخ کر مڑے ہی تھے کہ صفدر نے دو بار ٹریگر دبایا اور وہ عورت اور مقامی آدمی بھی بری طرح چیختے ہوئے مردہ چھپکلیوں کی طرح فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔

عمران کو اس طرح فرش پر تڑپتے دیکھ کر صفدر کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس لئے اس نے ایک لمحے کا توقف کئے بغیر اندر موجود تینوں افراد کو گولی مار دی۔ اس کے ساتھ ہی صفدر مڑا اور اس نے وہیں شاخ سے ہی نیچے چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس تیزی سے دوڑتا ہوا کیبن کی سائیڈ سے اس کے سامنے کے رخ کی طرف گیا کہ شاید پوری زندگی میں وہ اس قدر تیزی سے نہ دوڑا ہو۔

کیبن کے دروازے پر پہنچ کر وہ ابھی رکا ہی نہ تھا

کہ اس نے یکلخت ہاتھ سیدھا کر کے ٹریگر دبا دیا اور وہ غیر ملکی جواب قدرے اونچا ہو کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نالی کو دروازے میں ساکت پڑے ہوئے عمران کی طرف کر ہی رہا تھا۔ گولی کھا کر ایک لمحہ کے لئے مینڈک کی طرح اُچھلا اور پھر دھپ سے نیچے آ گرا۔

اس کی پھینچی ہوئی آنکھیں بے نور ہو گئی تھیں۔ اگر صفدر کو مزید ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو وہ لازماً سامنے بے ہوش پڑے عمران کے سینے میں ایک اور گولی اتار دیتا۔

غیر ملکی لڑکی اور مقامی آدمی کے جسم ساکت پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔ ان کے لئے ایک ایک گولی ہی کارگر ثابت ہوئی تھی۔

صفدر تیزی سے عمران پر جھکا جو اپنی جگہ ساکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے اس کی نبض پکڑی لیکن دوسرے لمحے وہ اس بری طرح اچھلا جیسے اس کے پیر میں اچانک بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اس کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے تیزی سے عمران کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دوسرے لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا اپنا ہارٹ فیل ہو گیا ہو۔

وہ بے اختیار چکرا کر لڑکھڑاتا ہوا نیچے گر گیا۔ اس کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صرف اس کا ذہن ہی بھک سے نہ اڑا ہو بلکہ پوری دنیا ہی اڑ گئی ہو۔

عمران کی نبضیں اور دل کی دھڑکن ساکت تھی۔ وہ حقیقتاً مر چکا تھا۔ اور یہ صفدر کے لئے اتنا بڑا دھچکا تھا کہ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ——— عمران کی بجائے اس کا اپنا دل رک گیا ہو۔

"یہ ——— یہ نہیں ہو سکتا ——— عمران نہیں مر سکتا۔"

یکلخت صفدر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ ایک بار پھر اچھل کر ساکت پڑے ہوئے عمران پر جھپٹا جیسے اس کے جھپٹنے سے مردہ عمران زندہ ہو جائے گا۔

لیکن عمران کی حالت ویسی ہی تھی۔ دل بھی ساکت تھا اور نبضیں بھی ختم ہو چکی تھیں۔ اور اس بار صفدر کو انہونی کے ہونے کا یقین ہو گیا۔ وہ عمران جس کی موت کے متعلق صفدر کے ذہن نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

اور دوسرے لمحے صفدر بے اختیار رونے لگا۔ بالکل چھوٹے اور معصوم بچوں کی طرح وہ گلا پھاڑ کر رو رہا تھا۔

"ارے ——— ارے ——— تم تو واقعی رو رہے ہو۔"

اچانک عمران کی آواز صفدر کے کانوں میں پڑی تو صفدر نے اپنا جھکا ہوا سر یکلخت اونچا کیا لیکن عمران اسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"یہ ——— یہ آواز ——— تو کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔"

صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے چیخ کر کہا اور پھر تیزی سے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے وہ عمران کو کیبن کی دیواروں

میں ڈھونڈ رہا ہو۔

"اگر اسی طرح روتے رہے تو یہی نتیجہ نکلے گا۔"

عمران کی آواز دوبارہ سنائی دی اور صفدر کی گردن زوردار جھٹکے سے اس طرف مڑی جدھر عمران ساکت پڑا تھا اور اسی لمحے عمران نے یکلخت اسے آنکھ مار دی۔

"آپ زندہ ہیں ——— زندہ ہیں۔" صفدر بوکھلا کر عمران پر جھپٹا۔ اس کی آواز میں بوکھلاہٹ کے ساتھ ساتھ مسرت کی چیخ بھی شامل تھی۔ اور اس نے پاگلوں کے سے انداز میں عمران کو جھنجوڑنا شروع کر دیا۔

"ارے۔ ارے آہستہ۔ اگر پہلے نہیں مرا تھا تو تمہارے اس طرح جھنجھوڑنے سے لازماً مر جاؤں گا۔" عمران نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"لل ——— لیکن میں نے دیکھا تھا ایک بار نہیں تین بار۔ اور وہ گولی۔" صفدر کے چہرے اور آواز میں حقیقی بوکھلاہٹ تھی۔ جیسے اسے اب عمران کے زندہ ہونے کا یقین نہ آ رہا ہو۔

"تم دس بار دیکھتے تب بھی یہی سمجھتے۔ اس کا مطلب ہے مردہ ہونے کی مشق کامیاب رہی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مردہ ہونے کی مشق ——— کیا مطلب۔ کیا مرنے کی بھی مشق ہوتی ہے۔" صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تم نے دیکھا کیا ہے۔ یہ تبت کے بدھ مہا بوگی سادھو

اس میں کمال مہارت رکھتے ہیں۔ اسے سانس پلٹانے کا عمل بھی کہتے ہیں۔ سادھو جی تو ایک ایک مہینہ ایسی حالت میں رہ سکتے ہیں۔ میں تو دو سال کی مشق کے بعد ابھی پانچ منٹ تک پہنچا ہوں۔ سانس پلٹ لیا جائے تو نہ صرف نبض بالکل ختم ہو جاتی ہے بلکہ دل بھی رک جاتا ہے۔ ہر چیز ساکت ہو جاتی ہے۔ تم نے سیکھنا ہے تو لے آؤ مٹھائی اور پگڑی۔ میں نے بھی سادھو جی کی خدمت میں دس من مٹھائی اور ایک ہزار گز اصل لٹھے کی پگڑی پیش کی تھی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو معاف کریں —— سانس پلٹ کر پھر سیدھا نہ ہوا تو میں کیا کر لوں گا۔ لیکن یہ آپ کو آخر سوجھی کیا اگر میں اس غیر ملکی کو روشندان سے گولی نہ مارتا تو دوسری گولی —— ارے ہاں وہ پہلی گولی۔ وہ کیا آپ کو نہیں لگی تھی"

صفدر نے بات کرتے کرتے اچانک چونک کر کہا۔

"مجھے لگ جاتی تو پھر شاید سانس پلٹانے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس نے اچانک وار کیا تھا لیکن گولی میرے بازو اور جسم کے درمیان سے نکل کر کیبن سے باہر نکل گئی۔ کیبن کا دروازہ تنگ تھا۔ اس لئے میں فوری طور پر سنگ آرٹ کا مظاہرہ بھی نہ کر سکتا تھا۔ اور کارٹر مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کی گولی چلنے سے قبل اس پر حملہ کر کے بھی اسے نہ روک سکتا تھا۔ اس لئے صرف ایک لمحہ حاصل کرنے کے لئے میں نے ہٹ ہو کر گرنے اور تڑپنے کی اداکاری کی اور اس طرح مجھے چند

لمحے واقعی مل گئے تھے۔ میں اسی حالت میں جمپ لگا کر اس پر قابو پانا چاہتا تھا۔ کہ تم نے اسے گولی مار دی۔ میں نے تمہارا چہرہ روشندان میں دیکھ لیا تھا"

عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جب میں ادھر آیا تو وہ دوبارہ آپ کو گولی مارنے کی تیاری کر رہا تھا۔" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس کی کوشش میں دیکھ رہا تھا لیکن اس کی حالت بتا رہی تھی کہ سب کوشش ہی ہے۔ ویسے بھی میں صرف لات چلاتا تو اس کا ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اس لئے میں مطمئن تھا۔" عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے —— آپ کو تو پھر یہ دھندہ چھوڑ کر اداکاری ہی کرنی چاہیئے لیکن آپ نے میرا ذہن کس خوشی میں ماؤف کرا دیا تھا۔"

صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم جیسا آدمی رونے کی اداکاری کیسے کرتا ہے۔" عمران نے کہا۔

"اچھا تو میں اداکاری کر رہا تھا۔" صفدر نے بے اختیار آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے —— تو تم سچ مچ رو رہے تھے۔ یعنی کمال ہے واقعی رو رہے تھے" عمران نے یوں آنکھیں پھیلائیں جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو۔ اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ویسے تم نے کارٹر کو گولی مار کر اچھا نہیں کیا۔ یہ کام تو میں پہلے ہی کر سکتا تھا۔ میں اسے زندہ گرفتار کر کے پاکیشیا لے جانا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعے ریڈ ایجنسی کی تفصیلات حاصل کر سکوں۔" عمران نے کیبن سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ ایسے موقع پر بھی اداکاری کر سکتے ہیں۔ میں نے تو آپ کی جان بچانے کے لئے اسے گولی مار دی۔"

صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— میں نے تم سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ تم واپس آ کیسے گئے۔"

عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور صفدر نے اسے اپنے واپس آنے کی تفصیلات بتا دیں۔

"بے چارے کارٹر کی موت ہی تمہیں واپس کھینچ لائی۔ اب اس کے لئے تم عزرائیل ثابت ہو سکتے ہو۔ یہ تو مجھے معلوم نہ تھا۔ اچھا اب بلاؤ ان ڈاکٹر صاحب اور ان کی دختر نیک اختر کو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اور ان کے لئے عزرائیل بن جائے۔"

عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب یہاں سے کیا لانچ پر واپس جانا ہوگا۔"

صفدر نے کہا۔

"ظاہر ہے ——— ہم کافرستانی حدود میں ہیں۔ ویسے یہاں

لانگ رینج ٹرانسمیٹر ہوگا۔ اپنی حدود میں پہنچ کر ہیلی کاپٹر طلب کر لوں گا۔"

عمران نے کہا اور صفدر نے قمیض اتارنی شروع کر دی۔

"ارے ——— ارے ——— یہ کیا کر رہے ہو۔ اس سے اچھی قمیض تو اور کسی لاش کے جسم پر نہیں ملے گی۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور صفدر ہنس پڑا۔

"یہی کاشن طے ہوا ہے کہ میں اپنی قمیض جزیرے کے سب سے اونچے درخت پر چڑھ کر لہراؤں گا۔ تو رضیہ لانچ لے کر جزیرے پر آجائے گی۔"

صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے تم نے پتلون لہرانے والا کاشن طے نہیں کر لیا ورنہ مجھے پھر سانس پلٹانا پڑتا۔ اب ظاہر ہے ویسے تو میری آنکھیں بند ہونے سے رہیں۔"

عمران نے کہا اور صفدر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"آپ کو آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نیچے انڈرویئر پہنے ہوئے ہوں۔"

صفدر نے قمیض ہاتھ میں لئے ایک اونچے درخت کے تنے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ قمیض لہرا کر رضیہ کو بلانے کا تجربہ اچھا ہے۔ میں بھی اب ایسا ہی کروں گا۔"

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ ایسا کریں گے ——— کیوں؟" صفدر نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"شاید تمہاری رضیہ کی طرح جولیا بھی دل کے جزیرے کی طرف کھنچی چلی آئے۔"

عمران نے کہا اور صفدر کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے جزیرے کی فضا گونج اٹھی۔

ختم شد